مُتعہ

اور

اسلام

اشرف العلماء علامہ محمد اشرف سیالوی

ناشر
جمعیت فیضِ رضا جامعہ قادریہ رضویہ
محلہ مصطفےٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد
فون نمبر ۷۷۷۔۷۶۔۰۴۱

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب.............................متعہ اور اسلام

نام مصنف.............................علامہ محمد اشرف سیالوی

ناشر.............................جمعیت فیض رضا

تعداد.............................گیارہ سو

قیمت.............................

ملنے کا پتہ

۱ : مکتبہ جمعیت فیض رضا جامعہ قادریہ رضویہ مصطفےٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد

۲ : مکتبہ فیضان باہودینہ ضلع جہلم

۳ : مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

۴ : نوری بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	امابعد	۱
۲	گناہ طلاق اور خلع	۲
۳	مصالحتی کوشش	۵
۴	عورت کی طرف سے نشوز	۵
۶	طلاق رجعی کے بعد	۶
۷	منکوحات کی تحدید	۷
۸	متعہ روح اسلام اور قرآن وسنت رسول کی روح کے خلاف ہے	۱۰
۹	متعہ کی حرمت از روئے قرآن مجید	۱۱
۱۰	شیعی ترجمہ مقبول	۱۱
۱۱	وجہ استدلال	۱۲
۱۲	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	۱۳
۱۳	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	۱۴
۱۴	قرآن حد تواتر سے ثابت ہے	۲۴
۱۵	علامہ کاشانی کا انحراف اول	۲۷
۱۶	علامہ کاشانی کا انحراف دوم	۲۸
۱۷	علامہ ڈھکو کا انوکھا استدلال	۲۹
۱۸	مفسرین اہل سنت نے یہی تفسیر کی ہے	۳۰
۱۹	علامہ ڈھکو صاحب کی فریاد	۳۲
۲۰	شیعی ترجمہ مقبول	۳۳
۲۱	وجہ استدلال	۳۴
۲۲	عقد متعہ کے احکام قرآن میں مذکور نہیں	۳۸
۲۳	متعہ اور نکاح میں وجوہ فرق	۴۰
۲۴	ممتوعہ عورت لونڈیوں کی مثل ہے	۴۸
۲۵	مضحکہ خیز دعوی اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش	۴۹
۲۶	حرمت متعہ از روئے احادیث رسول واقوال صحابہ وآئمہ اہل بیت	۵۰
۲۷	شیعہ کی عجیب وغریب منطق	۵۸
۲۸	فریب کاری کی انتہا	۶۰
۲۹	روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب	۶۲
۳۰	شیعی علامہ ڈھکو کی پھبتی	۶۴

۹۳	متعہ کی اجرت	۲۲۰
۹۴	متعہ کے سب شرائط معاف ہوگئے	۲۲۲
۹۵	شیعی تاویل وتوجیہہ	۲۲۵
۹۶	متعہ کے لئے ایڈوانس بکنگ	۲۲۷
۹۷	تبصرہ	۲۲۸
۹۸	فما استمتعتم بہ منھن اور شیعی استدلال کا بطلان	۲۲۸
۹۹	قرآت شاذہ الی اجل مسمی کا حقیقی مفہوم	۲۳۰
۱۰۰	فائدہ ضروریہ	۲۳۱
۱۰۱	شیعہ کا متمعات کے ساتھ سلوک اور اجرت واپس لینے بلکہ نفع کمانے کے حیلے	۲۳۱
۱۰۲	عقد متعہ کی صورت میں عدت	۲۳۸
۱۰۳	انوکھا عقد متعہ	۲۴۲
۱۰۴	تحلیل لواطت کی مصلحت	۲۴۴
۱۰۵	متعہ خلاف فطرت ہے	۲۴۵
۱۰۶	اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا	۲۴۵
۱۰۷	حنفی مذہب کیا ہے	۲۵۱
۱۰۸	متعہ کا اجر وثواب اور فضائل ودرجات	۲۵۲
۱۰۹	شیعی تاویلات	۲۷۲
۱۱۰	لطیفہ	۲۸۳
۱۱۱	کہیں ناک، کان کٹنے کا بھی ذکر ہے	۲۸۴
۱۱۲	کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے	۲۸۵
۱۱۳	باب دوم عاریۃ الفرج یعنی لونڈی کے مالک کے بغرض جماع مانگ لینا	۲۸۵
۱۱۴	آئمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مومنین کے لئے مباح ٹھہرنا	۲۸۸
۱۱۵	دو تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی حلت	۲۸۹
۱۱۶	کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے معافی لے لینے پر مژدہ بخشش	۲۹۰
۱۱۷	مقام غور	۲۹۱
۱۱۸	اعتراف شذوذ	۲۹۲
۱۱۹	زنا کار لونڈی کا دودھ پاک کرنے کی ترکیب اور حیلہ	۲۹۲
۱۲۰	شیعہ حضرات کے لئے عجیب سہولت	۲۹۴
۱۲۱	استبراء سے آزادی اور چھٹکارا	۲۹۵
۱۲۲	خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ حمل کے باوجود جماع جائز	۲۹۷
۱۲۳	مالک اور خاوند کی لونڈی سے باری باری استفادہ	۲۹۹
۱۲۴	قابل غور امر	۳۰۰
۱۲۵	باب سوم استحلال محارم	۳۰۲
۱۲۶	عذر گناہ بدتر از گناہ	۳۰۳
۱۲۷	فائدہ عظیمہ	۳۰۹
۱۲۸	اسماعیلیہ شیعہ کا مدعا اصلی	۳۱۱
۱۲۹	تاویلات اسماعیلیہ	۳۱۲
۱۳۰	فائدہ مہمہ	۳۲۰
۱۳۱	باب چہارم	۳۲۰
۱۳۲	لواطت اور مذہب شیعہ	۳۲۱
۱۳۳	امام جعفر صادق کا استدلال۔ امام ابوالحسن کا جواب	۳۲۶
۱۳۴	امام جعفر صادق سے متضاد روایات	۳۲۸
۱۳۵	لواطت کے دلدادگان کا اضطراب اور توجیہات فائدہ	۳۳۰
۱۳۶	اصولی بات	۳۳۳
۱۳۷	شیعہ کی قوم لوط علیہ السلام سے سبقت	۳۳۳
۱۳۸	اہل سنت کا مذہب	۳۳۳
۱۳۹	حقیقت حال	۳۳۴
۱۴۰	صاحب منہج کا انوکھا استدلال اور بے خبری کی انتہاء	۳۳۴
۱۴۱	عبرت انگیز فرمان	۳۳۶
۱۴۲	تنبیہ	۳۳۶
۱۴۳	تنبیہ نبیہہ	۳۳۷
۱۴۴	الغرض	۳۳۸

۳۱ حضرت عبداللہ بن عباس کا نظریہ ۷۰
۳۲ حضرت عمران بن حصین کا نظریہ ۷۹
۳۳ حضرت جابر بن عبداللہ کا نظریہ ۸۱
۳۴ حضرت علی کا نظریہ ۸۳
۳۵ اعتراز شیعہ اور اسکی لغویت ۸۶
۳۶ اجماع اہل بیت کے دعوی کی لغویت ۸۷
۳۷ شہادات اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتماد ۸۸
۳۸ اعتراف جرم کس کا ۹۱
۳۹ متعہ کو حرام کرنے والا کون؟ ۹۳
۴۰ حضرت عمر کا اعلان اور صحابہ کرام کی تصدیق وتائید ۹۷
۴۱ قول فیصل ۱۰۱
۴۲ کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟ ۱۰۳
۴۳ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی گستاخی ۱۰۵
۴۴ حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام کے متعلق شیعی نظریہ ۱۱۴
۴۵ متعہ کی ممانعت کتب شیعہ سے ۱۲۲
۴۶ شیعی تاویلات اور ان کی لغویت ۱۲۵
۴۷ کیا اہل اسلام کی عزت وناموس کا تحفظ اسلام نہیں ہے ۱۲۶
۴۸ ثواب متعہ والی روایات کا بطلان ۱۳۰
۴۹ ممنوعیت متعہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی ۱۳۰
۵۰ امام باقر کا لاجواب ہونا ۱۳۵
۵۱ دریافت طلب امر ۱۳۶
۵۲ علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب ۱۳۷
۵۳ کثرت متعہ کی ممانعت ۱۴۱
۵۴ امام جعفر صادق کا متعہ کو حرام قرار دینا ۱۴۳
۵۵ روایات کی صحت کا معیار ۱۴۵
۵۶ عندالشیعہ روایات کی کثرت وقلت معیار حق نہیں ۱۴۷
۵۷ متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلاً ناجائز ہونے کا ثبوت ۱۴۹
۵۸ لمحہ فکریہ ۱۵۳
۵۹ متعہ کا بطلان از روئے عقل ۱۵۳
۶۰ متعہ ذلت ورسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل ۱۵۳
۶۱ متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں ۱۵۷
۶۲ لمحہ فکریہ ۱۵۸
۶۳ متعہ خالص زنا ہے ۱۶۷
۶۴ اس فتویٰ کی زد میں کون لوگ آتے ہیں ۱۷۱
۶۵ حصہ دوم کلمۃ التقدیم ۱۷۳
۶۶ باب اول متعہ کے بیان میں ۱۷۹
۶۷ متعہ کافر عورتوں سے جائز ہے مگر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں ۱۷۹
۶۸ یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ ۱۸۱
۶۹ متعہ ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے ۱۸۳
۷۰ نبی اکرم کی امت کے لئے حکم قرآنی ۱۸۴
۷۱ عقد متعہ میں باپ' دادا کی اجازت ضروری نہیں ۱۸۵
۷۲ عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں ۱۸۶
۷۳ دو آدمیوں کے متعہ اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ ۱۸۹
۷۴ عقد متعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ ۱۹۱
۷۵ متعہ صرف عفیفہ عورتوں سے درست ہے ۱۹۳
۷۶ عفیفہ ہونے کی سند ۱۹۳
۷۷ اتنی نہ بڑھا پا کی داماں کی حکایت ۱۹۵
۷۸ بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت ۱۹۶
۷۹ کہ مستحق کرامت گناہگارانند ۱۹۷
۸۰ ممتوعہ کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ ۱۹۷
۸۱ آئندہ احتیاط ۱۹۸
۸۲ متعہ میں مدت کی تعین کس حد تک ہوسکتی ہے ۱۹۹
۸۳ متعہ دوریہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت ۲۰۱
۸۴ قاضی نور اللہ شوستری کی فریاد اور متعہ دوریہ کا اعتراف ۲۰۳
۸۵ متعہ دوریہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف ۲۰۴
۸۶ اعتراض کس پر ۲۰۶
۸۷ کیا آئسہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل ونقل ہے ۲۰۷
۸۸ عدت کا شرعی حکم ۲۰۹
۸۹ قاضی نور اللہ کی خیانت اور غیر حائضہ کا متعہ دوریہ ۲۱۴
۹۰ مگر بدقسمت صرف وہ ہے ۲۱۵
۹۱ محرومی کا تدارک ۲۱۵
۹۲ عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی ۲۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نُصَلّی علی رسوله الکریم وعلی آله و اصحابه الکاملین الاکملین والتابعین لهم بالاحسان الٰی یوم الدین۔

امابعد

فاعوذ باللّه من الشیطان الرجیم ' بسم اللّه الرحمٰن الرحیم " هو الذی خَلَقَ مِنَ الماَءِ بَشَراً فَجَعَلَه' نَسَبًا وَ صِهراً" (الفرقان ۵۴)

اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو پیدا فرمانے کے بعد نسل انسانی کا اجراء فرمایا اور خاوند و بیوی کے درمیان ایسا مقدس رشتہ قائم فرمایا جس نے ان دونوں کو ہستی واحد اور ایک جان دو قالب کی طرح بنا دیا ۔ جس کے بعد خاوند کے ماں باپ ' بیوی کے ماں باپ کی مثل قرار پائے اور بیوی کے ماں باپ ' خاوند کے لئے مثل ماں باپ کے ٹھہرائے گئے ۔ بیوی کی اولاد خاوند پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی اور خاوند کی اولاد بیوی پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی ۔ جیسے کہ کلام مجید کے واضح ارشادات اس پر دلالت کرتے ہیں ۔ بیوی کی والدہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ وامھات نسا ئکم" النساء ۲۳"

اور بیوی کی بچیوں کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔

و ربائبکم اللاتی فی حجورکم" النساء ۲۳"

اولاد پر باپ کی منکوحہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔

ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء" النساء ۲۲"

اور باپ پر بیٹے کی بیوی اور اپنی بہو کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

و حلائل ابناء کم "النساء ۲۳"

الغرض مقصد یہ بیان کرنا ہے۔ کہ ازدواجی تعلقات کا دار و مدار محض شہوت رانی پر نہیں بلکہ یہ مقدس رشتہ اور تعلق ہے۔ اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔ ایک دفعہ نکاح منعقد ہو جائے تو حتی الامکان اس تعلق کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ بلا وجہ مرد کا طلاق دینا یا عورت کا خلع کرانا نگاہ شرع میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

گناہ طلاق اور خلع

" فروع کافی جلد دوم " میں علامہ کلینی نے متعدد روایات ایسی درج کی ہیں۔ جن سے طلاق کا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ہاں انتہائی مبغوض ہونا اور موجب لعنت ہونا واضح ہوتا ہے۔

۱۔ عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال ان اللّٰہ عز و جل یحب البیت الذی فیہ العرس و یبغض البیت الذی فیہ الطلاق و ما من شئی ابغض الی اللّٰہ عز وجل من الطلاق

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس گھر کو پسند فرماتا ہے جس میں شادی شدہ عورت نکاح کر کے لائی گئی ہو اور اس گھر کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے جس میں طلاق ہو اور کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت نہیں ہے۔

۲۔ عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال سمعت ابی یقول ان اللّٰہ تعالیٰ یبغض المطلاق۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو مبغوض رکھتا ہے۔ جو بکثرت طلاق دینے والا ہے۔

۳۔ عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال ما من شی ء مما احلہ اللّٰہ ابغض الیہ من الطلاق و ان اللّٰہ یبغض المطلاق الذواق۔

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال فرمودہ اشیاء میں سے کوئی چیز طلاق سے بڑھ کر مبغوض اور ناپسندیدہ نہیں ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ طلاقیں دینے والے شخص اور ذائقہ بدلنے والے شخص کو ناپسند فرماتا ہے۔

۴۔ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

فقال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ یبغض او یلعن کل ذواق من الرجال او ذواقۃ من النساء۔

تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے۔ یا لعنت فرماتا ہے۔ اس مرد پر جو نئی لذت حاصل کرنے کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دیتا ہے۔ اور اس عورت پر جو نئے خاوند سے لذت اٹھانے کے لئے پہلے خاوند سے علیحدگی اختیار کرتی ہے (خلع یا مبارات وغیرہ اختیار کرتی ہے)

(فروع کافی جلد دوم صفحہ ۲۷۹ ۲۸۰)

اسی مضمون کی روایات کتب اہل السنت و الجماعت میں بھی بکثرت موجود ہیں۔ صرف ایک روایت درج کی جاتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایماامراء ۃ سئالت زوجھا طلاقاً فی غیر ما باس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ۔

مشکوۃ باب الخلع والطلاق "۲۸۳" بحوالہ ترمذی "ج ا ص ۱۴۲" و مسند احمد "ج ۲ ص ۲۱۸" و ابو داؤد "ج ا ص ۲۲۱" وابن ماجہ "ص ۱۴۸" والدارمی "ج ۲ ص ۱۶۲"

جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ الغرض فریقین کی روایات سے یہ بات قطعی طور پر محقق ہے۔ کہ طلاق اور خلع بلا ضرورت سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔

کلام مجید نے فان خفتم ان لا یقیما حدود اللّٰہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ (البقرۃ ۲۲۹) میں اس شرط کے ساتھ خلع کو مشروط ٹھہرایا کہ اگر زوجین کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ وہ دونوں حدود اور احکام خداوند تعالیٰ پر قائم نہ رہ سکیں گے۔ تب عورت کچھ فدیہ دے دے۔ تو اس میں حرج نہیں۔ یہ واضح کر دیا کہ اس قسم کے خطرہ کا اندیشہ کے بغیر خلع اور فدیہ دینا حرج سے خالی نہیں ہے۔ اختلافات پیدا ہو جانے پر وقوع طلاق سے قبل حتی المقدور مصالحت کا ذکر کر کے بھی کلام مجید نے طلاق کے مبغوض اور ناپسندیدہ ہونے کو واضح کر دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔

مصالحتی کوشش

فان خفتم شقاق بینھما فا بعثوا حکمًا من اھلہ و حکما من اھلھا ان یریدا اصلاحًا یوفق اللّٰہ بینھما (النساء ۳۵)

اگر تم (اے حکام) خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف اور ازدواجی تعلقات کے بگڑنے کا خطرہ محسوس کرو تو ایک حکم اور ثالث خاوند کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے اور دوسرا عورت کی طرف سے اس کے اہل سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔

عورت کی طرف سے نشوز

اور عدم موافقت کا خطرہ درپیش ہو تو فوراً طلاق دینے اور فارغ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔

و اللتی تخافون نشوزھن فعظوھن و اھجروھن فی المضاجع و اضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا (النساء ۳۴)

اور جن کی نافرمانبرداری کا تم کو خوف ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو اور ان کو مارو پیٹو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں

تو ان پر بے جا زیادتی نہ کرو۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ حتی الامکان اس رشتہ کا برقرار رکھنا ضروری ہے اور اس کا منقطع کرنا منشاء ایزدی کے خلاف ہے۔

طلاق رجعی کے بعد

اگر بالفرض اختلاف و نشوز کا انجام طلاق کی صورت میں ظاہر ہو لیکن طلاق ایسی ہو جس میں رجوع ہو سکتا ہے۔ تو خاوند اور بیوی کے تعلقات بحال کرنے کا موقع دیتے ہوئے فرمایا۔

و بعولتهنّ احقّ بردّهنّ (البقرة ۲۲۸)

ان کے خاوندوں کو ان کی طرف رجوع کا زیادہ حق ہے۔ یعنی بجائے نئے خاوند کے اگر سابقہ خاوند اس عورت کو دوبارہ بیوی بنا کر رکھنا چاہے تو پہلا حق اس کا ہے۔ اگر عورت سابق خاوند کی طرف رغبت رکھتی ہے۔ تو اس کے ورثاء کو رکاوٹ ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔

فلا تعضلوهنّ ان ينكحن ازواجهنّ (البقرة ۲۳۲)

تو انہیں نہ روکو اس سے کہ وہ اپنے پہلے خاوندوں کے ساتھ نکاح کریں اس حکم خداوندی سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے۔ کہ خاوند نئی نئی عورتیں عقد میں نہ لاتا رہے اور نہ ہی عورت نئے نئے خاوند بناتی رہے۔

منکوحات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی

۱۔ بقاء نوع انسانی کے لئے جہاں نکاح اہم ضرورت تھی اور اس کا جائز رکھنا منشاء ایزدی کے عین مطابق تھا۔ وہاں عام حیوانات اور اشرف المخلوقات میں فرق کا ملحوظ رکھنا بھی لازمی تھا۔ لہٰذا سب سے پہلے تو منکوحات کی تحدید فرما دی گئی۔ ارشاد ربانی ہے۔ (النساء ۳)

فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنىٰ و ثلاث و رباع

پس نکاح کر لو ان عورتوں سے جو تم کو پسند آ جائیں دو دو، تین تین، چار چار سے۔ چار سے زیادہ کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دے کر پھر ان میں باہم عدل و انصاف اور مساوات کو لازم قرار دیا۔ اور عدل و انصاف نہ کر سکنے کی صورت میں صرف ایک پر اکتفا کرنے کا حکم دیا۔

فان خفتم الّا تعدلوا فواحدةً (النساء ۳)

اگر تمہیں اندیشہ لاحق ہو کہ متعدد بیویوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ تو پھر ایک کے ساتھ نکاح پر اکتفا کرو۔ یا پھر حرائر اور آزاد عورتوں کی بجائے لونڈیوں کے ساتھ ازدواجی مقاصد کی تکمیل کر لو کیونکہ ان میں باہمی مساوات لازمی نہیں ہے۔

او ما ملكت ايمانكم ذلك ادنى الا تعولوا (النساء ۳)

یہ بات نا انصافی سے بچنے کے لئے زیادہ اقرب اور مناسب ہے۔ اس کے برعکس سانڈ اور فحل حیوانی اور مونثات کے نہ ایک دوسرے پر واجب الادا حقوق اور نہ ہی انصاف و عدالت کی پابندی اور نہ ہی تحدید اناث۔ لہٰذا

انسانیت کا شرف و فضل اس امر کا مقتضی ہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کی حد معین ہو۔

۲۔ نکاح کے لئے حق مہر لازمی ہے۔

و احل لکم ماوراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم (النساء ۲۴)

ان حرام عورتوں کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم مال خرچ کر کے ان کی خواست گاری کرو اور اس کے علاوہ عورت کے لئے نان و نفقہ ' لباس 'بستر اور مکان و رہائش گاہ بھی لازم ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

و علی المولود لہ رزقہنّ و کسوتہنّ بالمعروف

(البقرہ ۲۳۳)

خاوند پر بیویوں کے لئے نفقہ اور پرورش کے لئے معروف و مناسب طریقہ پر مہیا کرنا لازم ہے۔ اور امر خداوند تعالیٰ ہے۔

و اسکنوھنّ من حیث سکنتم (الطلاق ٦)

ان کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم ٹھہرو اور سکونت اختیار کرو اور شیعہ ' سنی کی کتب تفاسیر اور کتب احادیث میں بصراحت یہ احکام واضح کر دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا انسان کو دوسرے حیوانات پر اس لحاظ سے بھی امتیاز حاصل ہے۔ کہ وہ منافع .نفع حاصل کرنے کے لئے اور مقصد نکاح کی تکمیل کے لئے ان امور کا بھی التزام کرے۔ محض فریقین کی رضا مندی یا فقط حق مہر کا لزوم کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایسے امور نہیں جن میں انسان کو کوئی امتیاز حاصل ہو جائے باہمی تراضی اور رضا مندی تو حیوانات میں بھی ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی جانور بھی کچھ نہ کچھ پیشگی دے ہی دیتے ہیں۔ مرغ دانا دنکا تلاش کر کے مرغی کو

آواز دیتا ہے۔ اور جب وہ اس کو کھا لیتی ہے۔ تو مرغ جلد ہی اس کا بدلہ وصول کر لیتا ہے۔ پھر مرغ میں اور انسان میں کیا فرق ہوا؟ لہٰذا اس رشتہ کا تقدس اس امر کا مقتضی ہے کہ مرد' بیوی کی جملہ ضروریات کا اس طرح کفیل ہو جیسے کہ اپنی ضروریات کا۔ کیونکہ وہ اس مقدس رشتہ کے بعد بمنزلہ شئی واحد کے ہیں بلکہ ناگزیر وجوہ سے رشتہ نکاح منقطع ہو جانے پر بھی ایام عدت میں فی الجملہ خرچ اور مسکن لازم ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی اسی ازدواجی مقدس رشتے سے ہے۔

۳۔ خاوند اور بیوی کے درمیان وراثت کا جاری ہونا بھی اس رشتہ کے تقدس اور ان کے یک جان دو قالب ہونے کی دلیل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھنّ ولدٌ (النساء ۱۲)

یعنی بیوی کے ترکہ میں سے خاوند کے لئے نصف ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو۔ اور اولاد ہونے کی صورت میں خاوند کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

ولھنّ الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولدٌ (النساء ۱۲)

اور بیوی کے لئے تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی (۱/۴) حصہ ہو گا اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔ اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر ان کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ جہاں نسبی اور خونی رشتہ کو موجب وراثت قرار دیا گیا ہے وہاں اس سببی رشتہ کو بھی موجب وراثت قرار دیا گیا ہے جس سے اس رشتے کا تقدس واضح ہے اور اس کا دوام و استمرار مطلوب عند الشرع ہونا ظاہر ہے۔

متعہ روح اسلام اور قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی روح کے خلاف ہے

اس کے برعکس متعہ میں نہ نان و نفقہ لازم ' نہ رہائش گاہ اور مکان مہیا کرنے کی پابندی ' نہ تعداد ممتوعات کا تعین - بلکہ ہزاروں سے بھی جائز ' نہ عدل و انصاف اور مساوات لازم ' نہ خلع اور طلاق کی ضرورت ' نہ مصالحت اور ثالثی کی گنجائش ' نہ نشوز اور ناسازگاری سے روکنے کے لئے مار پیٹ کی رخصت اور نہ ہی دوران عقد متعہ زوجین میں سے کسی کے مرنے پر وراثت جاری ہوتی ہے - اسی طرح نہ دوران عدت نفقہ وغیرہ لازم - جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عقد ' عظمت انسانی کے مطابق نہیں اور اسے ایک مقدس رشتہ کے طور پر نہیں بلکہ حیوانات کی طرح محض شہوت رانی اور ہوائے نفسی اور خواہشات ردیہ رذیلہ کی تکمیل کے لئے اختیار کیا گیا ہے - اس پر کسی ثواب اور درجہ کا ترتب تو دور کی بات ہے - یہ بذات خود منشاء ایزدی کے خلاف ہے - قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ اور روح اسلام کے سراسر منافی و مخالف ہے - اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مبغوض ترین فعل اور موجب لعنت عمل ہے یہ صرف مرد اور عورت کے لئے ہر روز نئی لذت چکھنے اور ذائقہ بدلنے کے لئے تیار کردہ ایک پروگرام ہے - اور قوم کے بچے بچیوں کو بے راہ رو اور غلط کار بنانے کے لئے ایک شیطانی چال ہے - نعوذ باللہ من ذالک -

ان تمہیدی کلمات کے بعد ہم اب اس فعل و عمل اور نظریہ وعندیہ کی حرمت قرآن مجید ' احادیث رسول ﷺ اور دلالت عقل و خرد سے

ثابت کرتے ہیں -

متعہ کی حرمت از روئے قرآن مجید

اہل السنت والجماعت اور رافض کے درمیان اگر کوئی دلیل متفق علیہ ہو سکتی ہے - تو وہ صرف اور صرف کلام مجید ہے - اگرچہ جمہور روافض کے نزدیک یہ قرآن اصلی نہیں اور اس میں تحریف اور تقدیم و تاخیر موجود ہے - تاہم مجبوراً ان کو جو کچھ اس میں ہے ' تسلیم کرنا پڑتا ہے - اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک مجبوراً انہیں اس قرآن مجید کے احکام پر عمل پیرا ہونا پڑے گا - مگر بعد میں بقول ان کے ' اصلی امام مع اصلی قرآن کے ظہور پذیر ہو گا - لہٰذا اس وقت یہ قرآن ناقابل اعتبار ہو جائے گا - لیکن بہرحال اس وقت تک تو یہی کلام مجید واجب العمل ہے - لہٰذا اس کی روشنی میں مسئلہ متعہ وغیرہ کی تحقیق و تدقیق ضروری ہے -

۱ - اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے -

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی و ثلاث و رباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنٰی الا تعولوا - (النساء ۳)

شیعی ترجمہ مقبول

تو عورتوں میں سے جو تم کو پسند آئیں - دو دو تین تین ' چار چار سے نکاح کر لو - پھر اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ ان کے مابین بھی عدالت نہ کرسکو

گے تو منکوحہ ایک ہی ہو یا لونڈیاں جو تمہاری ملکیت ہوں یہ بات ناانصافی سے بچنے کے لئے اقرب ہے۔

وجہ استدلال

جملہ حلال اور پسندیدہ عورتوں میں سے صرف دو یا تین یا چار کے ساتھ نکاح کو حلال ٹھرایا گیا ہے حالانکہ متعہ میں عورتوں کی تعداد معین نہیں۔ حتیٰ کہ ہزار عورتوں کے ساتھ بھی بیک وقت متعہ ' شیعہ صاحبان کے نزدیک درست ہے۔ لہٰذا ممنوعہ عورتیں ماطاب لکم من النساء میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی عقد متعہ کو نکاح شرعی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں آخری حد جواز چار ہے اور متعہ میں یہ حد نہیں۔

نیز اندیشہ ناانصافی اور عدم مساوات کا ہو تو اس صورت میں ایک عورت کے ساتھ نکاح حلال ہے۔ اور یا لونڈیوں اور مملوکہ باندیوں پر اکتفا کا حکم ہے حالانکہ متعہ میں بھی مساوات اور عدل و انصاف لازم نہیں لہٰذا اس کا استثناء بھی لازم تھا۔ یعنی اگر ناانصافی کا خطرہ در پیش ہو تو نکاح نہ کرو بلکہ متعہ کر لو۔ یا ایک پر اکتفاء کرو اور یا پھر صرف مملوکہ باندیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفاء کرو۔ علی الخصوص جب کہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے بھی نان و نفقہ وغیرہ میں ناانصافی ہو سکتی ہے اور لونڈیوں کا خرچ اور لباس وغیرہ بھی لازم ہوتا ہے اس میں کوتاہی ہو سکتی ہے اور عقد متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور اس کی ادنیٰ مقدار بھی متعین نہیں۔ حتیٰ کہ ایک مٹھی گندم یا مسواک پر بھی متعہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس میں ناانصافی اور ظلم و زیادتی کا احتمال بہت کم بلکہ کالعدم تھا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا۔ لہٰذا اس کو نظرانداز کرنا اور صرف دو صورتوں پر اکتفا کرنا دلیل حصر و تخصیص ہے۔

لہٰذا اس آیت مبارکہ کا صریح مفہوم اور واضح معنی اس امر کی بین دلیل ہے۔ کہ قرآن مجید متعہ کی نفی کرتا ہے۔ اور اس کو قطعاً جائز نہیں رکھتا۔

۲۔ ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحًا حتی یغنیهم اللہ من فضلہ۔(النور ۳۳)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جن کو تم میں سے نکاح میسر نہ ہو۔ ان کو عفت برتنی چاہیے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔

وجہ استدلال

نکاح کے لوازمات میں مہر کے ساتھ ساتھ نان و نفقہ اور لباس و رہائش کا بندوبست بھی داخل ہیں۔ لہٰذا ان امور کا متحمل نہ ہونے کی صورت میں عورتوں سے الگ رہنے اور خواہشات نفس پر قابو رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یسار اور وسعت مالی کا انتظار کرنے کا حکم دیا گیا۔ حالانکہ متعہ میں قلیل ترین اجرت ہی سے کام چل سکتا تھا۔

نہ نان و نفقہ ' نہ لباس و پوشاک اور بستر وغیرہ کا بوجھ ' نہ مکان ' نہ رہائش کی کلفت ' ایسی صورت میں استعفاف اور پاک دامنی کا حکم اور خواہشات نفس پر کنٹرول اور زنا سے اجتناب کا حکم دینے کا کیا معنی ؟ صاف صاف بتا دیا جاتا کہ نکاح کی طاقت نہ ہو تو متعہ کر لو اور اس کی طاقت نہ ہو تو کسی بھائی سے وقتی طور پر لونڈی بطور عاریت لے لیا کرنا۔ لہٰذا ایسی ضرورت کے وقت بھی متعہ اور تحلیل فرج کا نام نہ لینا ' اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان کا شرعاً کوئی وجود نہیں اور عند اللہ ان کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

ملا محسن فیضی "تفسیر صافی ' ج ۲ ص ۵۲" میں لکھتا ہے۔

المشهور فی تفسیرها لیجتهدوا فی قمع الشهوة و طلب العفة بالریاضة لتسکین شهوتهم کما قال النبی ﷺ یا معشر الشبان من استطاع منکم الباء ة فلیتزوج و من لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له و جاءٌ۔

شیعی مترجم مقبول حاشیہ قرآن میں اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"تفسیر صافی" میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں یہ امر مشہور ہے کہ جن لوگوں کو نکاح کا سامان یا ذریعہ میسر نہ ہو انہیں لازم ہے کہ شہوت کے قلع و قمع کرنے میں بہت کوشش کریں۔ اور طبیعت کے جوش کو ساکن کرنے کے لئے اور عفیف رہنے کے لئے زیادہ عبادت خدا بجا لائیں۔ جب کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ اے نوجوانو! تم میں سے جسے شادی کرنے کی استطاعت ہو وہ ضرور شادی کرے اور جسے اسباب نکاح میسر نہ ہوں۔ تو اسے لازم ہے کہ روزے رکھا کرے کہ روزہ رکھنا قاطع شہوت ہے۔

(صفحہ نمبر ۵۶۴ ' حاشیہ نمبر ۵)

۳ - و من لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات واللّٰه اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوهن باذن اهلهن و آتوهنّ اجورهن بالمعروف محصنات غیر مسافحات ولا متخذات اخدان فاذا احصن فان اَتین بفاحشةٍ فعلیهنّ نصف ما علی المحصنات من العذاب ذلک لمن خشیَ العنت

منکم و ان تصبروا خیر لکم واللّٰه غفورٌ رحیم۔

(النساء ۲۵)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جو تم میں سے اتنا مقدور نہ رکھتا ہو۔ کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر لے تو وہ مومن لونڈیوں سے نکاح کرے۔ جو تمہارے قبضے میں ہوں اور اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے۔ تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو۔ (وہ) عفیفہ ہوں نہ بدکاریں اور نہ چوری چھپے آشنائی کرنے والیاں ' پھر جب وہ نکاح میں آ جائیں اور بدکاری کریں تو ان کو آزاد عورتوں کی بہ نسبت آدھی سزا دی جائے گی یہ تجویز (یعنی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کا جائز رکھنا) ان کے لئے ہے جو تم میں سے زحمت تجرد سے ڈرتے ہوں۔ اور صبر کرنا تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(مقبول ترجمہ ' صفحہ نمبر ۹۷)

"العنت" کا ترجمہ زحمت تجرد کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتا ہے۔ "العنت" کے معنی ہیں ' جوڑنے کے اور ہڈی کے ٹوٹ جانے کے اور استعارۃً ہر مشقت اور ضرر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ سے ڈرتا ہو جس کا ارتکاب غلبہ شہوت سے ہو جائے۔

وجہ استدلال

جس شخص میں آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی قدرت و استطاعت نہیں

اس کے لئے مومن لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت سے اور مناسب اجرت اور حق مہر دے کر نکاح کرنا جائز رکھا گیا ہے - تاکہ زنا کا ارتکاب نہ کر بیٹھے - اگر متعہ یا بطور عاریت فرج کا استعمال جائز ہوتا تو قطعاً خوف زنا کے پیش نظر لونڈیوں کے ساتھ نکاح جائز نہ رکھا جاتا - کیونکہ متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور عاریت الفرج میں اجرت بھی لازم نہیں ' بلکہ صرف مالک کا بار احسان - کہ میں نے اپنی لونڈی تجھ پر حلال کر دی اور بس - لہذا ان دونوں صورتوں کے جائز ہوتے ہوئے لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے اور اجرت و حق مہر دینے کی پابندی کیوں ہوتی ؟ متعہ میں اجرت دینا پڑتی ہے تو عقد میں بھی حرہ اور آزاد عورت کو لایا جاتا ہے - نہ کہ لونڈی کو - کہاں آزاد عورت کا مقام اور کہاں لونڈی ' جس کی نہ صحیح تربیت و تہذیب ' نہ حرمت و عزت ' نہ معاشرہ میں کوئی خاص مقام اور پھر اولاد پیدا ہو گی ' تو لونڈی والے کی غلام ہو جائے گی اور بغیر قیمت ادا کیے ان کو آزاد نہیں کرا سکے گا - ایسی صورت میں حرہ عورت کے ساتھ متعہ کا جواز بہت بڑی نعمت ثابت ہوتا جس میں سوائے اجرت کے کوئی خرچہ وغیرہ بھی لازم نہ ہوتا اور اولاد بھی رقیق و غلام نہ بنتی - لہذا متعہ کا ذکر نہ کرنا اور لونڈی کے فرج کا بطور عاریت حاصل کرنے کا ذکر بھی نہ کرنا جو نکاح اور حق مہر کے لزوم سے زیادہ سود مند صورت تھی - اس امر کا واضح و بین ثبوت ہے کہ متعہ اور عاریت فرج کا قرآن کی نگاہ میں کوئی جواز نہیں ہے - اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً یہ فعل جائز نہیں ورنہ ایسی مجبوری اور اضطرار والے موقع پر اس کا ذکر ضرور کیا جاتا اور جب نہیں اور قطعاً نہیں تو معلوم ہوا کہ ازروئے قاعدہ (السکوت فی معرض البیان بیان) حلال طریقے پر عقد کی دو ہی صورتیں ہیں یا حرہ

عورت کے ساتھ نکاح اور اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی کی مومنہ لونڈی کے ساتھ نکاح - اس کے علاوہ تیسری صورت عقد کی موجود نہیں ہے اور نہ حلال و روا ہے - علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا -

وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (النساء)

اگر صبر سے کام لو اور لونڈیوں سے نکاح بھی نہ کرو - تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے - آزاد عورت سے تو نکاح کی طاقت نہیں تھی اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرنا بھی بہتر تاکہ اولاد رقیق اور غلام نہ بن جائے - اپنی لونڈی ہوتی تو دوسروں کی لونڈی سے نکاح کی ضرورت نہ ہوتی - لہذا نہ آزاد عورت سے نکاح نہ اپنی لونڈی موجود - رہی دوسروں کی لونڈی سے نکاح والی صورت تو اس سے بھی اجتناب بہتر - تو ایسی صورت میں متعہ اور عاریۃ الفرج جیسی آسان صورت اور نعمت خداوندی کا ذکر نہ کیا جانا اور صرف صبر کی تلقین کرتے جانا بھی اس امر کی بین دلیل ہے - کہ وہ صورتیں شرعاً درست نہیں ہیں - وگرنہ ادھر ترغیب دلا کر زنا سے بچنے کی تلقین ضرور کی جاتی -

قال اللہ تعالیٰ وَاُحِلَّ لکم ما وراءَ ذٰلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین - (النساء ۲۴)

اور ان حرام عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم ان کی خواستگاری کرو - اپنے مال خرچ کر کے درآنحالیکہ تم پاکدامنی حاصل کرنے والے ہو اور محض شہوت رانی تمہارا مقصد نہ ہو -

وجہ استدلال

اس آیت مبارکہ میں محرمات کے علاوہ دیگر تمام عورتوں کا حلال ہونا بیان کر دیا گیا ہے - مگر اس صورت میں کہ مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری

کی جائے ۔ لہٰذا جس عورت میں محض مالک کا حلال کہہ دینا کافی سمجھا گیا ہو تو اس کی حرمت بھی واضح ہو گئی ۔ جس کو روافض نے عاریت یا تحلیل فرج کا نام دے رکھا ہے ۔ دوسرا اس خواست گاری کا مقصد احصان اور نفس کا تحفظ ہو ، محض مادہ منویہ کا ظرف خالی کرنا اور فقط حرارت نطفہ سے تسکین حاصل کرنا مقصود نہ ہو ۔ اور یہ امرظاہر ہے کہ متعہ میں صرف اور صرف گرم پانی نکالنا اور اس کی حرارت اور ہیجان سے تسکین حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے اور بالخصوص لواطت کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ خود روافض کے نزدیک متعہ موجب احصان نہیں ہوتا ورنہ زنا کا مرتکب ہونے کی صورت میں اس کو رجم کیا جاتا ۔ حالانکہ ہزار بار متعہ کرنے کے باوجود اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں عورتوں کے ساتھ متعہ کے باوجود اس شخص کو زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جا سکتا اور اس طرح عورت سینکڑوں مردوں کے ساتھ متعہ کرے پھر بھی محصنہ نہیں ۔ اس لئے بصورت زنا سنگسار نہیں ہو سکتی ۔ جب تک مستقل نکاح نہ کرلے ۔ لہٰذا واضح ہو گیا ہے کہ محصنین میں وہی لوگ داخل ہیں ۔ جن کا مقصد نکاح شرعی کے قلعہ میں نفس کو پابند کر کے اسے عفیف بنانا ہو ۔ جیسا کہ محصنات میں بھی وہی عورتیں ہیں جو مستقل نکاح کے ذریعے اپنے آپ کو عفیف بنا چکی ہوں ۔ کنواری عورت خواہ جتنی مرتبہ زنا کرے اس کو رجم نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کو صرف سو کوڑے ہی لگائے جائیں گے اور یہی حکم متعہ کا بھی ہے ۔ لہٰذا یہ لوگ مسافحین میں داخل ہیں نہ کہ محصنین میں ۔ اور حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم میں تحریم کا تعلق ان عورتوں کے نکاح کے ساتھ تھا ۔ لہٰذا احل لکم ما وراء ذلکم میں حلت کا تعلق بھی محرمات کے علاوہ دیگر عورتوں کے نکاح سے ہو

گا اور قاعدہ یہ ہے کہ نفی و اثبات قیود کی طرف راجع ہوتے ہیں ۔ لہٰذا حلال وہی نکاح ہو گا جو موجب احصان ہو اور متعہ ایسا عقد نہیں جو موجب احصان ہو ۔ لہٰذا حلت کا بھی اس سے تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ صرف اور صرف نکاح دائمی ہی حلال ٹھہرے گا ۔

ف :اسی ضمن میں فمااستمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضةً من اللّٰه کا معنی و مفہوم بھی واضح ہو جائے گا ۔ کہ جب تمہارے لئے حق مہر کے ذریعے اور اموال صرف کر کے عورتوں کی خواست گاری اور ان سے نکاح حلال کر دیا گیا ہے تو اس حلال فعل پر عمل کی صورت میں مترتب نتائج واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم ان کیساتھ نکاح کے ذریعے نفع اندوز ہو جاؤ اوران سے لذت جماع حاصل کرلو تو نکاح میں ان کو مقرر حق مہر پورا پورا دو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کیا ہوا ہے ۔ محض نکاح کے حلال ٹھہرانے پر تو مہر دینا لازم نہیں تھا ۔ بلکہ صرف نکاح سے بھی پورا مہرلازم نہیں آتا تھا ۔ جب تک حقیقتاً یا حکماً مباشرت نہ پائی جائے ۔ اس لئے فرمایا کہ جب تم نے ان سے نفع حاصل کرلیا ہے ۔ تو ان کو ان کا مقرر حق دو ۔ مثلاً زنا حرام ہے ۔ مگر جب کوئی اس کا ارتکاب کرے گا ۔ تو سزا کا مستحق ہو گا ۔ اس طرح نکاح محرمات کے ماسوا سے حلال ہے ۔

اور مہر دینا لازم مگر اس وقت جب اس عقد سے کوئی منفعت ، بھی حاصل کرلے ۔ نہ کہ محض عقد سے پورا مہرلازم ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر قبل از مباشرت طلاق ہو جائے تو نصف مہرلازم ہو گا ۔

کما قال اللّٰه تعالیٰ : فنصف ما فرضتم الحاصل اس آیت کریمہ میں احل لکم ما وراء ذٰلکم پر مترتب ہونے والے ایک اور

نتیجہ اور متفرع ہونے والے ایک اور حکم کا بیان ہے ۔ جس پر فما استمتعتم کی فاء صراحۃً دلالت کر رہی ہے ۔ یعنی جن عورتوں کے ساتھ حق مہر کے ذریعے نکاح تمہارے لئے حلال ٹھہرایا ہے ۔ جب تم ان سے جماع کے ساتھ متمتع ہو جاؤ تو پورا حق مہران کو دو ۔ یہی معنی اس آیت کریمہ کا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ۔ جیسے کہ ابن جریر ، ابن المنذر ، ابن ابی حاتم اور نحاس نے اپنے ناسخ میں نقل کیا ہے ۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما فی قولہ تعالیٰ ۔ فما استمتعتم بہ منھنّ فاتوھنّ اجورھن فریضۃً" یقول اذا تزوّجَ الرجل منکم المرءۃ ثم نکحھا مرۃً واحدۃً فقد وجب صداقھا کلہٗ والاستمتاع ھو النکاحُ وھو قولہٗ واتوا النساء صدقاتھن نحلۃً" (تفسیر در منثور ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۳۹)

کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ " فما استمتعتم الآیۃ" کی تفسیر میں یوں منقول ہے ۔ کہ جب تم میں سے ایک شخص عورت کے ساتھ عقد کرے اور پھر ایک دفعہ اس کے ساتھ مباشرت کرے ۔ تو پورا حق مہر اسے ادا کرنا لازم ہو گا ۔ اور استمتاع سے مراد جماع و مباشرت ہے ۔ اور یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اس دوسرے ارشاد کے بالکل مطابق ہے یعنی " آتوا النساء صدقاتھن نحلۃ" کہ عورتوں کو ان کے حق مہر بطور عطیہ دو ۔

نوٹ :- شیعہ صاحبان حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں ۔ کیا ہم توقع رکھ سکتے ہیں ۔ کہ یہ روایت بھی شرف

قبولیت پائے گی ۔

سوال :- استمتاع کا لفظ جو قرآن مجید میں وارد ہوا ہے ۔ وہ عرف خاص اور اطلاقات شرع میں عقد متعہ کے معنی میں ہے ۔ اور اصل یہ ہے کہ کلمات قرآن کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے ۔ لہٰذا متعہ کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہو گیا ۔

جواب اول :- بے شک اصل یہی ہے ۔ کہ کلمات قرآن کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے ۔ لیکن اس وقت جب کہ اس آیت کا سیاق و سباق اس سے مانع نہ ہو ۔ اور اس آیت کریمہ سے پہلے " محصنین غیر مسافحین " موجود ہے ۔ جو اس معنی کے منافی اور ممانع ہے ۔ جیسے کہ وجہ استدلال میں بیان کیا جا چکا ہے

جواب دوم :- معنی شرعی کا مراد ہونا خود شیعی قواعد و ضوابط کے خلاف ہے ۔ ورنہ لازم آئے گا ۔ کہ محض عقد متعہ کی صورت میں پوری اجرت ادا کرنی لازم ہو ۔ حالانکہ شیعہ مذہب میں عورت نے بغیر عذر شرعی کے جتنے دن مرد کی خواہش پوری نہ کی ہو ۔ اتنے دن کی اجرت کی حقدار نہیں ہو گی ۔ اور اگر عورت یا اس کے اقارب رکاوٹ بنے رہے اور یونہی مدت عقد گزر گئی تو وہ عورت ایک پائی کی بھی حق دار نہیں ہو گی ۔ جیسے کہ دوسری جگہ مفصل طور پر اسے بیان کیا گیا ہے ۔ اور اگر مباشرت اور جماع کے ذریعے تمتع اور نفع اندوزی مراد لی جائے تو یہ شرعی معنی نہیں بلکہ لغوی ہے ۔ لہٰذا جواز متعہ پر اس سے استدلال باطل ہو گیا ۔ رہا لغوی معنی کا مراد ہونا تو وہ نکاح دوام کے منافی نہیں ہے ۔ بلکہ اس میں بھی پورا حق مہر ادا کرنا اسی وقت لازم ہوتا ہے جب مباشرت حقیقی یا حکمی پائی جائے ۔ بلکہ نکاح

دوام میں صرف ایک بار جماع سے پورا حق مہر ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ جب کہ متعہ میں محض ایک مرتبہ جماع سے پوری اجرت ادا کرنی لازم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بعد عمداً کوتاہی کرنے پر بقیہ اجرت کا استحقاق ختم ہو جائے گا۔ تو اس طرح استمتاع مطلق پر اجرت و حق مہر کی ادائیگی کا لزوم نکاح دوام مراد ہونے کا مرجح بن جائے گا نہ کہ عقد متعہ مراد ہونے کا قرینہ مرجحہ۔

سوال :۔ قول باری تعالیٰ میں فما استمتعتم به منهنّ فآتوهُنّ اجورهنّ وارد ہے۔ اور اجرت کا لفظ حق مہر پر نہیں بولا جاتا اور نہ نکاح دوام میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ بلکہ عوض مالی کو نکاح دوام کی صورت میں مہر یا صدقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ یہاں پر متعہ شرعی معنی میں ہے۔ تو اس آیت کریمہ سے اس کا جواز ثابت ہو گیا۔

جواب :۔ یہ سراسر غلط توہم اور بے بنیاد شبہ ہے کہ لفظ اجرت حق مہر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ اس آیت کے ذرا بعد لونڈیوں کے ساتھ ان کے موالی کی اجازت سے نکاح کرنے کی رخصت دیتے ہوئے (النساء ۲۵) میں فرمایا۔

فانكحوهنّ باذن اهلهنّ و آتوهُنّ اجورهنّ بالمعروف

یعنی ان کے ساتھ ان کے موالی کی اجازت سے نکاح کر لو اور انہیں ان کی اجرتیں (حق مہر) معروف طریقہ پر ادا کرو۔ اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام سے بطور حکایت کلام مجید میں وارد ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

اِنّی ارید ان انكحك احدى ابنتى هاتين على ان تاجرنى ثمانى حجج۔

میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کروں۔ اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک اپنی خدمات بطور اجرت (حق مہر) پیش کرو۔ لہٰذا یہاں بھی حق مہر کو اجرت کے ساتھ تعبیر فرمایا گیا ہے۔ نیز خود سرور عالم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

انا احللنالك ازواجك اللاتى آتيت اجورهنّ۔ (احزاب ۵۰)

اے نبی ﷺ ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال ٹھہرائی ہیں جن کی اجرتیں یعنی حق آپ دے چکے۔ لہٰذا نصوص قرآنیہ سے یہ دعویٰ باطل ہو گیا کہ حق مہر کو اجرت سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ علاوہ ازیں مسلمہ قاعدہ ہے کہ علاقات مجاز میں جامعیت و واقعیت اور اطراد و انعکاس ہوتا ہے۔ جہاں ایک جگہ ایک علاقہ اور مناسبت کے تحت لفظ کو حقیقت کی بجائے مجازی طریقہ پر استعمال کیا جائے تو اس مناسبت کے تحت دوسری جگہوں میں بھی اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور یہاں مجاز بالمشاکلت والا علاقہ موجود ہے۔ جس طرح متعہ میں مرد کو عورت کے اندام مخصوص کو استعمال کرنے کے عوض مال ادا کرنا پڑتا ہے۔ نکاح میں بھی مال ادا کرنا پڑتا ہے۔ تو اس صوری مشاکلت اور مناسبت کے تحت اجرت کا لفظ حق مہر پر بھی استعمال ہو گیا۔ لہٰذا اس میں استحالہ و امتناع کا توہم سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

سوال :۔ حضرت عبد اللہ بن عباس، ابن جبیر، ابی بن کعب اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیت کریمہ کو اسی طرح پڑھا ہے۔

فما استمتعتم به منهنّ الى اجل مسمّى۔

یعنی جن عورتوں سے مدت مقررہ تک استمتاع کرو اور مدت کا تعین صرف عقد متعہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا عقد متعہ قرآن مجید سے ثابت ہو گیا۔ ملا فتح اللہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین جلد ۲، ص ۴۸۴ پر کہا۔

"وایں صریح است در ارادۂ عقد متعہ" وکذا فی مجمع البیان و برہان متعہ ص ۱۲ تا ۱۴)۔ تجلیات صداقت ص ۲۹۸۔

اور علامہ فتح اللہ کاشانی نے منہج ص ۴۸۷، ۴۸۶ پر کہا۔ "در قراءت شاذہ از ابن عباس و ابن مسعود و ابی بن کعب وغیر ایشاں چنیں وارد است کہ"

فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى"

وایں قراءت نص است بر صحت متعہ زیراکہ اجل مسمی یعنی مدت معین در غیر متعہ نمی باشد۔

جواب:۔ اولاً یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے۔ کہ قرآن مجید تواتر کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ اخبار احاد اور قرائت شاذہ کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور اس قرآت کا شاذ اور خلاف متواتر ہونا خود شیعی علماء کے نزدیک مسلم ہے۔ جس طرح کہ عبارت مذکورہ بالا میں تصریح ہے۔ اور قرآت شاذہ کا قرآن نہ ہونا بھی شیعی علماء کے نزدیک مسلم ہے۔ تو پھر اس استدلال کو نص قرآنی سے استدلال کہنا سراسر دھوکہ بازی ہے اور فریب کاری۔

قرآن صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے ذرا مفصل بیان کرتا ہوں۔ شیعی علامہ ابو الحسن الشعرانی نے تفسیر منہج الصادقین کے مقدمہ میں اس ضمن میں

مفید اور کار آمد بحث کی ہے۔ اور اپنے اکابر کی زبانی اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے۔ لہٰذا قارئین کرام اس کی زبانی شیعہ نقطہ نظر سنیں۔

"علمائے اہل سنت و شیعہ متفق اند کہ قرآن باید کہ بتواتر ثابت شود و آنچہ در اخبار احاد وارد باشد قرآن نیست"

یعنی علمائے اہل سنت اور علماء شیعہ کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن تواتر کے ساتھ ثابت ہونا چاہیے اور وہ جو اخبار احاد میں وارد ہوتا ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

مزید علامہ حلی کے تذکرہ باب القراءت اور نہایتہ الاصول اور دیگر علماء کی کتب سے نقل کرتے ہوئے کہا۔

"گونید ایں قول اجماع است کسی اثبات قرآن را بخبر واحد جائز ندانستہ" یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قول اجماعی ہے۔ اور کسی نے قرآن مجید کا خبر واحد کے ساتھ ثابت نہ کرنا جائز نہیں سمجھا۔ سید ابوالقاسم الخوئی نے "تفسیر البیان" کے مقدمہ میں کہا۔

اطبق المسلمون بجميع نحلهم و مذاهبهم علىٰ انّ ثبوت القرآن ينحصر طريقه بالتواتر۔ (مقدمہ شعرانی، صفحہ ۴۷۳)

تمام مذاہب اور مکاتب فکر کے علماء باہمی اختلاف و نزاع کے باوجود اس امر پر متحد و متفق ہیں کہ قرآن مجید کا طریقہ ثبوت صرف اور صرف تواتر ہی ہے۔ اور یہ حقیقت بھی مسلم کہ الیٰ اجل مسمیً قراءۃ شاذہ ہے۔ تو ان دونوں مسلمہ امور سے واضح ہو گیا کہ نہ تو یہ لفظ قرآن ہے۔ اور نہ اس پر مبنی استدلال قرآن مجید کے ساتھ استدلال ہوا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ متعہ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے۔ سراسر خود فریبی ہے اور مسلم فریبی۔

ثانیاً اس قراءۃ شاذہ کا جو معنی و مفہوم شیعی علماء نے لیا ہے۔ یعنی عقد متعہ وہ قراءۃ متواترہ میں وارد ان کلمات محصنین غیر مسافحین سے باطل ٹھہرتا ہے۔ لہٰذا متواتر کے برعکس شاذ قراءت سے حکم کا اثبات کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ جب کہ نافی اور موجب حرمت قطعی ہے اور مثبت ظنی ہے۔

ثالثاً عقد متعہ مراد لینا استمتاع کے لفظ پر مبنی ہو خوئی کی قراءت پر اجماع شیعہ کے خلاف ہے کہ محض عقد سے پوری اجرت لازم نہیں آتی اس لئے بھی یہ استدلال باطل ہو گیا۔

رابعاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات سے اس قراءت کا منسوخ ہونا ثابت ہے۔ جیسے کہ در منثور میں طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ پہلے پہل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔

فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمًی ...... حتی نزلت هذه الآية "حرمت عليكم امهاتكم الٰی آخر الاية فنسخ الاولی فحرمت المتعة و تصديقها من القرآن الاّ علٰی ازواجهم او ما ملكت ايمانهم وما سوی هذا الخرج فَهُوَ حرام" (در منثور، جلد ۲، صفحہ ۱۴۰)

یعنی الٰی اجل مسمًی کے اضافہ کے ساتھ (تا) حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حرمت علیکم امهاتکم ......

تو اس نے پہلی کو منسوخ ٹھہرا دیا اور متعہ حرام ہو گیا۔ لہٰذا یہ قراءت ثابت بھی ہو تو وہ منسوخ ہے۔ اور متواتر نص جب منسوخ ہو تو اس سے

استدلال درست نہیں تو شاذ اور منسوخ قراءت سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابتداء اسلام میں متعہ جائز تھا۔ اور قراءت یوں کی جاتی تھی۔

فما استمتعتم به منهن الٰی اجل مسمًی ' نسختها محصنين غير مسافحين۔ (در منثور جلد ۲، ص ۱۴۰، ۱۳۹)

پھر اس متعہ کو اس قول باری تعالیٰ محصنين غير مسافحين نے نسخ کر دیا کہ مقصد اس عقد سے عزت و آبرو کا تحفظ ہو اور محض مادہ منویہ کا خارج کرنا مقصود نہ ہو۔ حالانکہ متعہ کا بنیادی مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں روایتوں نے واضح کر دیا کہ یہ قراءت منسوخہ ہے۔

علامہ کاشانی کا انحراف اول

الغرض استدلال کے اس ضعف اور سقم کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ کاشانی نے پلٹا کھایا اور کہا۔

ہر گاہ مثبت قرآن نباشد چہ مانع باشد از آنکہ بآں حکمے ثابت شود وما قانعیم بخبر واحد در ایں صورت۔

یعنی قراءت شاذہ ہونے کی وجہ سے اگر وہ قرآن نہ ہو اور متعہ کا اثبات قرآن سے نہ ہو تو بھی اس قراءت سے حکم جواز ثابت کرنے میں کون مانع ہے (قرآن نہ سہی خبر واحد سہی) اور ہم اس صورت یعنی جواز متعہ میں خبر واحد پر قناعت کرتے ہیں مگر علامہ کاشانی صاحب کو جب یہ خیال آیا کہ جب

متواتر نص اس کے خلاف ہو اور ناسخ ہو تو پھر اس کو خبر واحد کے درجہ میں سمجھتے ہوئے بھی استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے ۔ تو پھر دوسری قلابازی کھائی اور کہا ۔

علامہ کاشانی کا انحراف دوم

" مشروعیت آں درایت است و نسخ آں روایت و ما طرح نمی کنیم درایت را بروایت "

کہ متعہ کا جائز ہونا قیاس اور دلالت عقل سے ثابت ہے ۔ اور اس کا منسوخ ہونا مروی اور منقول اخبار سے ثابت ہے اور ہم دلالت عقل اور درایت و قیاس کو روایت اور خبر کی وجہ سے نظر انداز نہیں کر سکتے ۔ الغرض نہ قرآن دلیل ہے اور نہ روایت و اخبار ' بلکہ صرف شیعی ملت کی عقل ہی متعہ کے جواز کی دلیل ہے ۔ باقی سب بہانے اور فریب کاریاں اور قرآن مجید کے کلمات طیبہ فمااستمتعتم الی اجل مسمًّی اور اجورھنَّ میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال درست نہیں ہے ۔ اور علماء شیعہ نے آئمہ کرام کی طرف اس طرح کے استدلال کی جو نسبت کی ہے جیسے تہذیب الاحکام وغیرہ میں ہے تو وہ سراسر کذب و افتراء ہے اور خلاف حقیقت واقعہ ۔

علامہ ڈھکو صاحب کا انوکھا استدلال

اس آیت کریمہ فَمَا استَمتَعتُم بِہ منھنَّ فَآتوھنَّ اجورھنَّ سے نکاح مراد لیا جائے تو تکرار لازم آتا ہے ۔ کیونکہ اس سے پہلے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی و ثلاث و رباع کہہ کر نکاح کا حکم بیان ہو چکا ہے ۔ لیکن اس سے عقد متعہ مراد لیا جائے تو اس طرح ایک نیا حکم معلوم ہو گا ۔ علماء معانی و بیان کا اتفاق ہے ۔ التاسیس اولی من التاکید تاسیس اور نئے معنی کو تاکید پر ترجیح ہوتی ہے ۔

الجواب السدید بتوفیق اللہ المجید ' قاعدہ مسلم کہ تاکیدی معنیٰ بجائے نئے معنی والی صورت اولٰی ہوگی ۔ مگر اس طرح بھی اس کو متعہ کی حلت پر نص قطعی قرار دینا تو غلط ہو گیا ۔ علاوہ ازیں تاسیس صرف عقد متعہ میں ہی منحصر کیوں ہے ۔ بلکہ پہلے محرمات کے ساتھ نکاح کی حرمت بیان فرمائی پھر ان کے ماسواء کے ساتھ نکاح کا حق مہر کے بدلے جواز بیان کیا اور اس آیت کریمہ میں بطور تفریع عقد نکاح کے بعد استمتاع اور لطف اندوز ہونے کی صورت میں مہر کامل کا لزوم اور جلد از جلد اس سے سبکدوش ہونے کا حکم دیا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ محض عقد متعہ سے شیعہ کے نزدیک اجرت لازم نہیں ہوتی ۔ بلکہ عقد کے بعد خود عورت یا اس کے اقرباء دیدہ دانستہ اس شخص کو مباشرت کا موقع نہ دیں تو اس صورت میں عورت ایک پائی کی بھی حق دار نہیں ہوتی اور اگرچند دن موقعہ نہ دے تو ان کی اجرت کی حق دار

نہیں ہو گی تو لامحالہ یہاں پر عملی طور پر ازدواجی منفعت کے حاصل کر لینے پر حق مہر کے واجب الادا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ عقد متعہ کا۔

مفسرین اہل السنت نے یہی تفسیر کی ہے

امام سیوطی نے در منثور میں اور امام جریر نے اپنی تفسیر میں اقوال کے ضمن میں مجاہد کا قول تو نقل کیا ہے لیکن اس کو ضعیف اور مرجوع تفسیر قرار دیا ہے۔ در منثور کے حوالہ جات گزر چکے ہیں جن میں مستند روایات کے حوالہ سے متعہ والے معنی کا ابطال کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے اقوال کی آڑ لینا قطعاً غلط ہے۔ تفسیری قول وہی معتبر ہو گا جس کی تائید آیت کریمہ کے سیاق و سباق سے ہو۔ اس لئے علامہ سید محمد آلوسی بغدادی نے روح المعانی میں فرمایا۔

هٰذهِ الآية لا تدل على المحل و القول بانها نزلت فى المتعة غلط و تفسير البعض لها بذلك غير مقبول لانّ نظم القرآن ياباه حيث بيّن سبحانه اوّلا المحرمات ثم قال عز شانه (واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم) و فيه شرطه بحسب المعنى فيبطل تحليل الفرج و اعارته و قد قال بها الشيعة ثم قال تعالٰى ۔" محصنين غير مسافحين و فيه اشارةٌ الى النفى عن كون القصد مجرد قضاء الشهوة و صب الماء واستفراغ ادعيه المعنى فبطلت المتعة بهٰذا القيد" الخ

ادعية المنى

یہ آیت کریمہ متعہ کی حلت پر دلالت نہیں کرتی اور یہ دعویٰ کہ یہ متعہ کے حق میں نازل ہوئی ہے غلط ہے اور بعض کا اس کی متعہ کے ساتھ تفسیر کرنا ناقابل قبول ہے کیوں کہ قرآن مجید کی عبارت اور نظم و ترتیب اس تفسیر کے خلاف ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے محرمات کو بیان کیا پھر ان کے ماسوا کی حق مہر کے عوض حلت بیان فرمائی جس میں باعتبار معنی کے شرطیت پائی گئی ہے کہ مال صرف کرنا شرط ہے۔ لہٰذا اس سے شیعہ کا نظریہ تحلیل اور عاریت فرج باطل ہو گیا کیونکہ وہ مفت کا عقد اور انتفاع ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ احصان مقصود ہو محض قضاء شہوت اور مادۂ منویہ کا اخراج اور ظروف منویہ کو خالی کرنا مقصود نہ ہو تو اس قید سے متعہ باطل ہو گیا کیونکہ اس کا مقصد گھر آباد کرنا نہیں ہوتا اور نہ اولاد کا حصول اور عزت و آبرو کا تحفظ۔ اسی لئے متعہ والی عورت ہر مہینہ نئے خاوند کی دلہن بنی ہوتی ہے اور ہر سال نئے نویلے خاوند کی گود میں۔ اسی لئے شیعہ صاحبان کو بھی اعتراف ہے کہ عقد متعہ کے بعد اگر وہ شخص زنا کرے۔ تو اس پر سنگساری کی سزا لاگو نہیں ہو گی ورنہ نکاح دوام میں ایک مرتبہ مجامعت کر لینے کے بعد زنا کی صورت میں سنگسار کر دیا جائے گا۔

ثم فرع سبحانه على حال النكاح قوله عز من قائل (فاذا استمتعتم) و هو يدل على ان المراد بالاستمتاع هو الوطئ والدخول لا الاستمتاع بمعنى المتعة التى يقول بها الشيعة۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حالت نکاح پر بطور تفریع وطی اور مجامعت کا ذکر فرما کر اس کا لازمی نتیجہ بیان فرمایا یعنی مہر کامل کا لزوم اور وجوب الاداء نہ وہ متعہ

جس کے شیعہ قائل ہیں (ورنہ ایک ہی آیت میں تعارض پیدا ہو جائے گا) پہلا حصہ محصنین غیر مسافحین متعہ کو حرام ٹھہراتا ہے اور آخری اگر اس کو جائز کر دے تو صریح تعارض و تناقض پیدا ہو گا اور وہ بھی ایک ہی آیت میں جس کو کوئی شخص بھی جائز اور ممکن نہیں سمجھ سکتا اور اسی لئے علامہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ متعہ اور نکاح کے متعلق وارد دونوں تفسیروں میں اولیٰ و انسب بلکہ صحیح و صواب نکاح والی تفسیر ہے اور جماع و مباشرت والی کیونکہ قرآن و حدیث کی رو سے نکاح اور ملک یمین کے علاوہ سب صورتیں عقد و جماع کی ممنوع اور حرام ہیں۔

قال ابو جعفر اولی التاویلین فی ذلک والصواب تاویل من تاویلہ۔

علامہ ڈھکو صاحب کی فریاد

" قابل غور بات یہ ہے کہ جب اوائل اسلام میں متعہ کے جواز پر سب اہل اسلام کا اتفاق ہے تو اگر اس آیت سے متعہ کا جواز ثابت نہ ہو تو پھر دوسرے مسلمان ہی بتلائیں کہ یہ جواز کس دلیل پر مبنی ہے ؟

(تجلیات، صفحہ ۲۹۸)

الجواب الصواب بتوفیق ملہم الصدق و السداد :

ڈھکو صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ شراب بھی ابتدائے اسلام میں حلال تھی اور سب کا اس پر اتفاق ہے تو اس کا جواز کون سی آیت سے ثابت کیا گیا تھا۔ مدینہ منورہ میں قبلہ بیت المقدس کو بنایا گیا اس کی دلیل کون سی آیت تھی۔

لہذا ہر کام صریح آیات سے ثابت کرنا لازم نہیں ہے بلکہ احادیث سے بھی حل و حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ بھی مدار احکام ہیں تو متعہ حلال ہونا بھی احادیث سے ثابت اور اس کا حرام ہونا بھی احادیث سے ثابت اور قرآن مجید سے بھی۔ جس طرح بیت المقدس کا قبلہ ہونا سنت سے ثابت اور اس کا منسوخ ہونا قرآن مجید سے بھی اور سنت سے بھی ثابت ہے۔

نیز واقعہ یہ ہے کہ عقد متعہ دور جاہلیت سے چلا آ رہا تھا۔ سرور عالم ﷺ نے اس کو ابتداء میں ممنوع نہ ٹھہرایا۔ جس طرح شراب نوشی کی عادت دور جاہلیت سے چلی آرہی تھی اسلام میں اس کو فوری طور پر منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ تدریجا اور آہستہ آہستہ اس کو ممنوع قرار دیا۔ علاوہ ازیں قانون اور قاعدہ یہ ہے کہ حلت محتاج دلیل نہیں کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہوتی ہے بلکہ حرمت محتاج دلیل ہوا کرتی ہے۔ لہذا دوسرے مسلمان تو یہی سمجھتے ہیں اور یہی بتلاتے ہیں کہ حلت اباحت اصلیہ کی وجہ سے ثابت تھی اور ابتداء اسلام میں اس سے تعرض نہ کرنے کی وجہ سے مگر ڈھکو صاحب اسے تسلیم کریں بھی تو ورنہ بتلانے کا فائدہ کیا؟

قال اللہ تعالٰی والذین ھم لفروجھم حافظون ۰ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۰ فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک ھم العادون۔

(مومنون ۷،۶،۵ ۔ المعارج ۳۱،۳۰،۲۹)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیاں) کے کہ اس صورت میں وہ قابل ملامت نہیں

ہیں ۔ پس جو اس کے سوا خواہش کرے ۔ پس وہی تو زیادتی کرنے والے ہیں

وجہ استدلال

اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے اہل ایمان کے اوصاف کمال گنواتے ہوئے یہ صفت بھی بیان فرمائی کہ وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہوں گے ۔ اور ان کو استعمال کریں گے تو صرف اور صرف اپنی زوجات اور لونڈیوں میں ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بطور رعایت لی ہوئی عورت کو زوجہ کہہ سکتے ہیں یا مملوکہ ؟ قطعاً نہیں ' لہٰذا اس تحلیل و عاریت کی صورت بھی واضح ہو گئی اور اس طرح ممتوعہ عورت کو مملوکہ اور لونڈی نہیں کہہ سکتے اور یہ بالکل واضح ہے ۔ زوجہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر نظر صحیح سے کام لیں اور عقل سلیم اور فہم مستقیم کو بروئے کار لائیں تو اس میں بھی تردد کی گنجائش نہیں کہ ممتوعہ کو زوجہ نہیں کہہ سکتے جس کے کئی وجوہ ہیں ۔

ممتوعہ زوجہ نہیں ۔

۱ ۔ زوجیت کے لوازم میں میراث ' طلاق ' عدت ' نفقہ ' لباس اور سکنی وغیرہ اور ممتوعہ میں ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں اور انتفاء لوازم انتفاء ملزوم کی دلیل و علامت ہوتا ہے ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ممتوعہ زوجہ نہیں ہے ۔

نوٹ : مفصل بحث ممتوعہ اور منکوحہ کے وجوہ فرق کی اور ممتوعہ میں لوازم زوجیت کی نفی کی بعد میں ذکر کی جائے گی ۔

۲ ۔ قرآن مقدس میں زوجہ کا لفظ جہاں بھی وارد ہوا دائمی نکاح و ارتباط کے معنی میں ہی مستعمل ہوا ہے ۔ مثلاً یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة میں حضرت حوا علیہا السلام کو زوجہ کہا گیا ہے ۔

یاایها النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المومنین ۔

میں بھی پردہ کا حکم نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات ' بنات طیبات اور مومنین کی ازواج و نساء کے لئے ہے ۔ یہاں بھی کسی دوسرے معنی کا تصور نہیں ہو سکتا ۔ (ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابداً)(الاحزاب ۵۳) میں بھی فقط یہی معنی مراد ہے ۔ و زوجنا هم بحور عین (الدخان ۵۴) میں بھی دائمی ارتباط اہل جنت کا حور عین سے مراد ہے (فلما قضی زید منها وطراً زوجناکها)(الاحزاب ۳۷) میں بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت زید بن حارثہ کی طرف سے طلاق ملنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ دائمی نکاح میں دینے والا معنی مراد ہے الغرض کلام مجید میں عورتوں پر زوجہ کا اطلاق اور مردوں کے ساتھ تزویج کا استعمال نکاح دائم میں ہی ہے اور محاورات عرب میں بھی ایک دفعہ جماع یا ایک دن کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کو زوجہ کہنا ثابت نہیں لہٰذا یہاں بھی وہی متعارف معنی مراد ہو گا اور شرمگاہوں کو ازواج کے اور باندیوں کے علاوہ استعمال کی نفی اور صرف ان میں استعمال کے حصر کی وجہ سے متعہ اور عاریت الفرج وغیرہ کی حرمت واضح ہو جائے گی ۔

۲ ۔ شیعہ کتب میں منقول اقوال آئمہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ ممتوعہ عورتیں مستاجرات ہیں اور بمنزلہ اماء اور لونڈیوں کے ہیں ۔(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۹) پر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ۔" تزوج منهن الفا فانهن مستاجرات ...." ممتوعہ عورتوں میں سے ہزار کے ساتھ عقد متعہ کر لو کیونکہ وہ اجرت پر لی ہوئی ہیں اور امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ۔" و انما هی مستاجرة قال وعدنها خمسة واربعون لیلة..." ممتوعہ عورت اجرت پر لی ہوئی ہے اور اس کی عدت

پینتالیس دن ہے اور ابو جعفر طوسی صاحب نے یہی عنوان قائم کیا ہے "لا باس بان یتمتع الرجل متعة ما شاء لا نهن بمنزلة الاماء" (تہذیب جلد ۷ ص ۲۵۸) الغرض جب وہ مستاجرہ ہیں اور لونڈیوں کی مثل تو ان کو ازواج میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی حقیقی لونڈیاں ہوتیں تو ان کی بیع و شراء اور ہبہ واعتاق وغیرہ درست ہوتا جب وہ نہیں تو از روئے حکم لونڈیوں میں داخل ہو گئیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ لونڈیوں کا حکم الگ ہے اور ازواج کا حکم الگ ہے لہذا ایک قسم کو دوسری قسم میں داخل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا تو قطعا ثابت ہو گیا کہ ممتوعات ازواج نہیں ہیں اور مملوکہ باندیاں بھی نہیں لہذا حلال بھی نہیں جیسے کہ حصر کا مقتضاء و مدلول ہے۔

سوال: یہ آیت جن دو سورتوں میں موجود ہے وہ دونوں مکی ہیں اور متعہ بقول اہل السنت خیبر کے موقع پر حرام کیا گیا یا اوطاس اور فتح مکہ کے سال لہذا مکی آیت سے حرمت متعہ پر استدلال غلط ہو گیا۔

جواب اول: مکی و مدنی کے اندر اصطلاحات کئی طرح کی ہیں ایک یہ ہے کہ جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی، دوسری جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں وہ مکی اور جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی ۔ تیسری جن میں خطاب کفار اور اہل مکہ سے ہے وہ مکی خواہ مدینہ منورہ میں ہی نازل کیوں نہ ہوئی ہوں اور جن میں خطاب اہل ایمان سے ہے وہ مدنی ہیں خواہ مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہوئی ہوں ۔ ان دونوں آیات میں اہل ایمان مخاطب ہیں اور ان کی فلاح و بہبود اور اخروی کامیابی کا بیان ہے اور ان میں ان اوصاف کاملہ کے اپنانے کا بیان ہے اگرچہ بصورت خبر ہے لہذا

دوسری اور تیسری اصطلاح کے مطابق ان آیات و سور کا مکی ہونا متعہ کی حرمت کے خلاف نہیں ۔ مثلا مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے موقع پر ان آیات کا نزول ہو تو آیات مکیہ بھی ہو گئیں اور متعہ کی حرمت بھی واضح ہو گئی ۔ پھر والذین هم للزكوة فاعلون کا ذکر بھی اس کا مؤید ہے کیونکہ زکوۃ کی فرضیت مدینہ میں نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد ۔ لہذا پہلی اصطلاح کے مطابق آیات کو مکی ماننے کی صورت میں زکوۃ کا حکم بھی قبل از ہجرت ماننا پڑے گا جو خلاف واقعہ و حقیقت ہے۔

جواب دوم ۔ اگر پہلی اصطلاح کے مطابق بھی ان دونوں آیات کو مکی تسلیم کر لیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ آیات کے مکی ہونے سے حکم کا بھی مکی ہونا ضروری نہیں ہے بعض آیات مکیہ ہیں مگر حکم ان کا مدنی ہے اور بعض آیات مدنی ہیں مگر حکم مکی ہے ۔ دیکھئے وضو کی فرضیت جس آیت کریمہ سے ثابت ہو رہی ہے وہ مدنی ہے حالانکہ حکم مکی ہے ۔ کیونکہ نماز کی فرضیت معراج کے موقع پر ہوئی تو وضو بھی اسی وقت سے فرض تھا نہ کہ پہلے بلا وضو نماز جائز رہی اور بعد ازاں وضو فرض کیا گیا اسی طرح آیۃ الجمع مدنی ہے حالانکہ فرضیت جمعہ کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہوا ۔ اسی طرح زکوۃ کی فرضیت مکی سورتوں میں موجود ہے حالانکہ حکم مدنی ہے اور اس کی ادائیگی اور وصولی صرف مدینہ منورہ میں ہوئی اسی طرح (سیهزم الجمع ویولون الدبر)(القمر ۴۵) مکیہ ہے لیکن عملی طور پر اس کا ظہور بدر کبریٰ میں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ان آیات میں مکی و مدنی کا پہلا معنی مراد لے لیں تو بھی نزول مقدم ہے مگر حکم متاخر اور اسی میں یہ مژدہ اور خوشخبری دینا مقصود ہے کہ موجودہ فقر

و فاقہ اور ظاہری مغلوبیت و مجبوری کو نہ دیکھو۔ پس وہ وقت آیا چاہتا ہے جب تم غنی اور صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ دینے کے لائق ہو جاؤ گے اور تمہیں جہاد و قتال کا حکم ملے گا نصرت و فتح حاصل ہو گی اور تمہارے پاس ان گنت لونڈیاں وغیرہ ہوں گی تمہاری دنیوی عزت و وجاہت بھی درجہ کمال پر ہو گی اور اخروی فلاح و نجات بھی تمہارا مقدر ہو گی۔ اور دنیا و آخرت میں فائز المرام اور کامیاب و کامران صرف تم ہی ہو گے

(تفسیر الاتقان ج ا ص ۳۱)

اور ذرا نظر انصاف سے کام لیتے ہوئے بتلائیے کہ ہجرت سے قبل کس صحابی کے پاس لونڈیاں تھیں بلکہ کتنے صحابی تھے جو خود کفار کے غلام تھے یا مثل غلاموں کے مغلوب و مقہور۔ لہٰذا صاف ظاہر کہ یہ حکم مدنی ہے اگرچہ آیتیں مکی ہیں۔

جواب سوم: بطور الزام اور جدل کہا جا سکتا ہے کہ "ات ذا القربٰی حقہ" والی آیت مکیہ ہے اور اس کا معنی روافض کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فدک دے دو حالانکہ وہ ہجرت کے ساتویں سال بعد ہاتھ آیا۔ لیکن اس کا حکم پہلے مکہ میں نازل ہو گیا اگر فتح خیبر سے قبل فدک کا حکم نازل ہونے میں حرج نہیں تو غزوہ خیبر میں متعہ کی حرمت کا اعلان مکہ میں نزول حکم کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے؟

الغرض ان ازواج میں ممتوعہ عورت داخل نہیں اور نہ ہی اس کی حلت ثابت ہوتی ہے بلکہ حصر نے اس کی حرمت کو واضح کر دیا۔

عقد متعہ کے احکام قرآن میں مذکور نہیں

قرآن مجید نے صرف نکاح کو مباح قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مفصل احکام ' تعداد زوجات ' طلاق ' عدت ' نفقہ ' سکنی ' ظہار ' لعان ' ایلاء اور وراثت وغیرہ صراحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ اگر ممتوعہ عورت بھی منکوحہ ہوتی اور ازواج میں داخل ہوتی تو لا محالہ اس کے احکام بھی بیان کیے جاتے آخر کوئی عقل مند آدمی یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ منکوحات کی ایک قسم اور ازواج کی ایک صنف کا تو مکمل بیان کلام مجید میں ہو لیکن دوسری قسم کا سرے سے کوئی ذکر نہ ہو بلکہ ذاتی مملوک باندیوں اور منکوحہ باندیوں کے احکام بھی مذکور ہوں مگر اس حرہ اور آزاد عورت کا کوئی حکم مذکور نہ ہو تو لازمی طور پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ لفظ نکاح اور زوجہ عقد متعہ اور ممتوعہ عورت کو شامل نہیں ہیں الغرض قول باری تعالیٰ الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم میں متعہ والی عورت قطعا داخل نہیں لہٰذا اس کی حرمت اس فرمان باری تعالیٰ سے واضح ہو گئی۔

آیئے ہم آپ کو مفصل وجوہ فرق بتلاتے ہیں اور اس کے بعد آپ کی عقل سلیم اور فہم مستقیم سے ہی انصاف و دیانت کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتے ہیں کہ عقد متعہ قرآن میں ہے تو دوسرے احکام کہاں ہیں اور علیم و حکیم اور رحمٰن و رحیم خدائے کریم نے ان بیچاریوں کو نظرانداز کیوں کیا ہے؟

متعہ اور نکاح میں وجوہ فرق

۱۔ متمتعات کے لئے نان و نفقہ ' مکان اور اقامت گاہ ' غسل کا پانی ' حتیٰ کہ مرجانے کی صورت میں کفن وغیرہ بھی خاوند پر لازم نہیں جب تک کہ عقد میں شرط نہ کریں "اور نکاح دائم میں بلا شرط یہ امور لازم ہو جاتے ہیں" (جامع عباسی صفحہ ۱۱۷ ' ۱۱۹ ۔ تحفتہ العوام صفحہ ۲۹۹ ۔ برہان المتعہ صفحہ ۶۴

بدانکہ در نکاح متعہ عدو زوجات محصور نیست و نفقہ از اکل ------- بر شوہر و توارث نیز نباشد میاں زوجین د در عقد ------- نکاح متعہ از اکل و شرب و مسکن و کسوت لازم نباشد بر شوہر در عقد دوام اینہا لازم باشد ۔ منہج صفحہ ۲۹۶ جلد ۲) ۔

بلکہ لونڈی منکوحہ ہو یا ذاتی ملکیت اس کا نفقہ وغیرہ بھی خاوند اور مالک پر لازم ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ متعہ والی عورت لونڈی سے بھی کم درجہ رکھتی ہے لہٰذا اس کو منکوحات اور زوجات میں شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ۔

۲۔ متمتعہ عورتیں متعدد ہوں تو ان کے درمیان شب باشی وغیرہ میں عدل اور برابری لازم نہیں جب کہ نکاح دائمی میں عدل لازم ہے اور ناانصافی کا اندیشہ ہو تو ایک سے زیادہ کے ساتھ عقد ہی ممنوع ہے ۔ اور لونڈیوں میں شب باشی اور وطی میں برابری لازم نہیں لہٰذا ممتوعہ مثل لونڈیوں کے ہوئی نہ مثل منکوحہ کے ۔ (برہان صفحہ ۶۴ و جامع عباسی صفحہ ۱۵۴)

۳۔ متمتعہ عورت کے لئے طلاق نہیں ' نہ ایلاء اور نہ ہی لعان جب کہ نکاح دائم میں طلاق کے بغیر نکاح ختم نہیں ہو سکتا اور ایلاء یعنی مباشرت نہ

کرنے کی قسم کھائے تو قسم منعقد ہو جائے گی اور خاوند بیوی پر الزام زنا عائد کرے تو لعان کے ذریعے مرد کا صدق اور عورت کی براءت کا امتحان ہو گا ۔ (وہ قسم نہ اٹھائے تو حد قذف یعنی اسی کوڑے برداشت کرے گا اور عورت قسم نہ دے تو حد زنا برداشت کرے گی اور دونوں قسم اٹھا جائیں تو نکاح فسخ کر دیا جائے گا)۔ لیکن متعہ میں آزادی ہے نہ ایلاء صحیح ہو گا تاکہ قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ لازم ہو اور نہ ہی تہمت لگانے کی صورت میں لعان تاکہ مرد کا صدق یا عورت متمتعہ کی براءت ثابت ہو اور مرد حد قذف برداشت کرے یا عورت حد زنا ۔ کیونکہ یہ تو ہے عزت کے تحفظ کے لئے اور ان دونوں کی عزت شیعی شریعت میں ہے ہی نہیں ۔ لہٰذا لعان نہیں ہو گا

(برہان صفحہ ۶۴)

۴۔ متعہ کے ذریعے اولاد پیدا ہو تو والد کے وارث ہوں گے بشرطیکہ والد ان کے اولاد ہونے کو تسلیم کرے اور اگر انکار کرے کہ یہ میرے نہیں ہیں تو وارث نہیں ہو سکیں گے اور لعان کے ذریعے والدین کا سچ جھوٹ اور نیکی بدی معلوم کرنا بھی درست نہیں خواہ ممتوعہ فاحشہ نہ ہو " اگر نفی ولد کرد حاجت بلعان نیست " (برہان المتعہ صفحہ ۶۴) ۔

"اگر آں زن متعہ باشد یا کنیز ۔ بمجرد گفتن شوہر فرزندی آں فرزند بر طرف می شود و محتاج بلعان کردن نیست" (جامع عباسی صفحہ ۱۵۵ ' ۱۷۵)۔

لیکن دائمی ہو تو خواہ عورت فاحشہ ہی کیوں نہ ہو لعان کے بغیر اولاد کی نفی قابل تسلیم نہیں ہو گی و ۔ بمجرد آں کہ زن باشد شوہر نمی تواند گفت کہ فرزندے کہ ازو حاصل شدہ باشد فرزنداویست و فرزندی آں فرزند برطرف شود اگر زن دائمی باشد مگر آنکہ درمیان زن و شوہر لعان واقع شود ۔ (جامع عباسی صفحہ ۱۵۵)

۵ ۔ مرد خواہ ہزار عورت سے متعہ کرے مگر وہ محصن نہیں لہٰذا زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جائے گا اور اس طرح متعہ کرنے والی عورت جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے وہ محصنہ نہیں لہٰذا زنا کرنے پر سنگساری سے محفوظ رہے گی صرف سو کوڑے والی سزا عائد ہو گی قال (ابو عبد الله الجعفر الصادق) لا یرجم الغائب عن اهله ...... ولا صاحب متعه(الاستبصار ج ۴ ص ۲۰۶) جبکہ نکاح دائم کی صورت میں زنا کا ارتکاب ثابت ہو تو مرد ہوی یا عورت ان کو سنگسار کر دیا جائے گا لہٰذا واضح ہو گیا کہ متعہ مثل نکاح کے نہیں ہے۔

۶ ۔ متعہ میں عورتوں کی تعداد معین نہیں ہزار سے بھی کر سکتا ہے (جبکہ نکاح چار سے زیادہ عورتوں سے جائز نہیں) لہٰذا متعہ والی مثل لونڈیوں کے ہوئی کیونکہ ان میں بھی تعداد معین نہیں جبکہ اپنی مملوکہ ہوں) منہج الصادقین و برہان و استبصار وغیرہ ۔

۷ ۔ متعہ والی عورت کا حمل ظاہر ہو جائے تو بھی نفقہ واجب نہیں ۔ (مختصر توضیح المسائل ص۳۵۸‘۳۵۷)" زنے کہ صیغہ شدہ اگرچہ آبستن شود حق خرچی ندارد (جبکہ نکاح کی صورت میں حاملہ کے لئے دوران عدت نفقہ وسکنی لازم ہے مطلقہ ہو یا عدت وفات میں ہو (تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹) نفقہ زنے کہ طلاق رجعی دادہ باشد و ہنوز از عدت بیرون نرفتہ باشد لازم است و آیا در عدت وفات نفقہ زن واجب است مجتہدین را دریں مسئلہ دوقول است جامع عباسی صفحہ ۱۶۱

۸ ۔ متعہ کی مدت منقطع ہونے کی صورت میں عورت متمتعہ کا اسی گھر میں رہنا لازمی نہیں جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے ۔ لیکن نکاح کی عدت

میں وہیں رہنا لازم ہے ۔ (برہان صفحہ ۷۰) اس سے بھی صاف ظاہر کہ متعہ مثل نکاح نہیں ۔

اقول : بلکہ بعض صورتوں میں وہ عورت متعہ کرنے والے کے ہاں عدت گزار سکتی ہی نہیں کیونکہ عقد ہی چوری چھپے ہو سکتا ہے لہٰذا ایام متعہ میں بھی عقد متعہ کے مقاصد کا حصول بڑی ہوشیاری سے کام لے کر ہی ہو سکتا ہے ۔ چہ جائیکہ عدت وہاں رہ کر پوری کر سکے ۔

۹ ۔ بعض کے نزدیک عورت متمتعہ امور مستحبہ کی ادائیگی میں متمتع کی اجازت حاصل کرنے کی پابند نہیں بلکہ جب چاہے زندہ یا فوت شدہ اقارب کی زیارت کرنے چلی جائے مستحب روزے رکھے ۔ نفلی نمازیں ادا کرنے اور قسم و نذر وغیرہ کے معاملات میں خود مختار رہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ اجازت حاصل کرے ۔ (برہان صفحہ ۶۴) ‘ جب کہ نکاح میں اجازت حاصل کرنا لازم ہے ۔

۱۰ ۔ متمتعہ زنا اور بدکاری کے ساتھ مشہور و معروف ہو تو بھی متمتع اس کو پابند نہیں کر سکتا جدھر چاہے آئے جائے لیکن نکاح کی صورت میں اس پر کڑی نگرانی کرنی پڑے گی ۔ الرجل یتزوج الفاجرة قال لا باس و ان کان التزویج الاخر فلیحصن بابه ۔ (استبصار ص ۷۸)

اقول علی الخصوص جب عقد متعہ میں گواہ ہی نہ ہوں اور والدین کی اجازت ہی نہ ہو بلکہ وہ اسے کنواری سمجھے ہوئے ہوں تو امور مستحبہ کی ادائیگی سے روکنے کی یا دوسری پابندیاں عائد کرنے کی اس متمتع میں قدرت ہی کیسے ہو سکتی ہے ۔

۱۱ ۔ متمتعہ عورت نہ متعہ کرنے والے کی وارث بنتی ہے اور نہ ہی یہ

اس کا وارث بنتا ہے لا ترثه ولا تورث و انها مستاجرة.......
(استبصار صفحہ ۸۰) کیونکہ وہ محض اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی عورت ہے ' جب کہ نکاح میں خاوند ' بیوی کا اور بیوی خاوند کی وارث بنتی ہے (منہج الصادقین ج دوم ص ۴۹۶) پس زن ممتوعہ کا سوائے زر مہر کے اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں ۔(تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹)

اور جامع عباسی صفحہ ۱۱۷ میں ہے " میراث نمی برد و اگر در عقد متعہ شرط میراث بردن کند آیا میراث می برد یا نہ خلاف است " اگر عقد متعہ میں وارث ہونا شرط بھی کیا جائے تو بھی ورثہ دلانے میں اختلاف ہے اور اگر شرط نہ ہو تو پھر وراثت بالکل ثابت نہیں ہوتی ۔

۱۲ ۔ متعہ کے لئے عورت کا مسلمان ہونا ضروری نہیں بلکہ نصرانی ' یہودی بلکہ مجوسی عورتوں کے ساتھ بھی جائز ہے "جب کہ نکاح کے لئے مسلمان ہونا لازمی ہے " (استبصار صفحہ ۹۷)

۱۳ ۔ نکاح دائم میں دو گواہ مسنون ہیں ازروئے تادیب و شفقت بر اولاد تاکہ ان کی نفی کر کے ان کو وراثت سے محروم نہ کر سکے سن رسول اللّٰہ ﷺ فی ذالک الشاہدین تادیبا و نظرا الان لا ینکر....
(استبصار صفحہ ۱۵ 'جز ثالث) بلکہ متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں ہے " و گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در نکاح دائم سنت است "
(جامع عباسی ص ۱۱۷)

۱۴ ۔ باکرہ کا عقد متعہ بغیر اذن والدین درست ہے جب کہ نکاح والد کی اجازت کے بغیر درست نہیں عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام لا تزوج ذات اقرباء من الابکار الا باذن ابیہا (استبصار ص ۱۳۶ جز

ثالث) اسی مضمون کی متعدد روایات اس عنوان کے تحت درج کی ہیں ۔
باب لا تتزوج البکر الا باذن ابیہا" اور یہ بھی مروی ہے فکتب (الامام ابو الحسن الرضا) التزویج الدائم لا یکون الا بولی و شاہدین (استبصار صفحہ ۷۹) امام ابو الحسن نے سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا " دائمی نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا "

۱۵ ۔ مدت متعہ کے انقطاع پر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں جب کہ طلاق کے لئے دو عادل گواہوں کا موقعہ پر موجود ہونا اور طلاق کے الفاظ سننا لازمی ہے ورنہ طلاق واقع ہی نہ ہو گی ۔ " چہار دہم در وقت طلاق دادن دو عادل حاضر باشند و بشنوند بیکبار اگر حاضر نباشند یا آنکہ ہر دو یکبار نشنوند یا آنکہ یک عادل بشنود یا عادل نباشند صحیح نیست پانزدہم دو عالم مرد باشند چہ شنیدن زنان عادلہ در طلاق معتبر نیست " (جامع عباسی ' صفحہ ۱۲۶)
وقت طلاق میں دو عادل مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے اور دونوں کا بیک وقت سننا اگر دو عادل مرد موجود نہ ہوں یا بیک وقت نہ سنیں یا صرف ایک عادل سنے دوسرا نہ سنے یا عادل ہی نہ ہوں تو طلاق صحیح نہیں ہو گی ۔ فقط عادلہ عورتیں طلاق کے الفاظ سنیں یا ایک مرد اور دو عورتیں تو بھی طلاق صحیح نہیں ہوگی ۔ لیکن بے چاری ممتوعہ کے لئے انقطاع مدت متعہ اور وقوع فرقت کے لئے ایک مرد کی موجودگی بھی نہ لازم ہے نہ مسنون ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ممتوعہ زوجہ کی مثل نہیں ہے بلکہ لونڈی کی مثل ہے چاہا تو وطی کر لی چاہا تو علیحدگی اختیار کر لی ۔

۱۶ ۔ متمتعہ عورت پر خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات لازم ہے اور نئے متعہ یا زیب و زینت سے دور رہنا ضروری ہے مگر بایں ہمہ

اس کے لئے نہ خرچہ ہے اور نہ ہی میراث میں حصہ جب کہ منکوحہ کے لئے میراث میں حصہ بھی ہو گا اور حمل کی صورت میں نفقہ بھی ملے گا۔ (تحفتہ العوام ص ۲۹۹) پس زن متعہ کا سوائے زر مہر اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں ہے ۔ نفقہ حاملہ کے بعد وفات شوہر کے کچھ نہیں بنا بر روایت مشہورہ کے اور بنا بر ایک روایت کے حصہ ولد میں ہو گا ۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ممتوعہ منکوحہ کی مثل نہیں جب کہ لونڈی منکوحہ بلکہ مملوکہ موطوءۃ کے لئے بھی چار ماہ دس دن عدت وفات ہے (جامع عباسی صفحہ ۱۴۹) لیکن نفقہ ان کو دینا لازم تو ثابت ہوا کہ ممتوعہ لونڈیوں کے مثل بھی نہیں چہ جائیکہ زوجات میں شامل ہو ۔

۱۷ ۔ متعہ والی عورت سے عارضی خاوند کا عزل کرنا درست خواہ وہ راضی نہ ہو خواہ متعہ کے عقد میں عزل کرنا شرط نہ کیا گیا ہو اور کوئی تاوان عزل کی صورت میں ادا کرنا لازم نہیں ہے جب کہ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی صورت میں عزل کرنا حرام ہے اور اس پر تاوان ادا کرنا لازم ہے اور تاوان بھی دس مثقال یعنی پورے چار تولے سونا ۔

بجدہم ۔ منی را در غیر فرج زن آزادیکہ بعقد دوام او را خواستہ باشند بے اذن او ریختن حرام است اما در متعہ و کنیز جائز است (جامع عباسی ص ۱۳۸)

بست و ہفتم ۔ اگر منی را بیرون فرج زن دائمی بریزد بے اذن آن زن واجب است کہ دہ مثقال طلاء باں زن دہد (جامع عباسی ص ۱۳۷ اور روضہ بہیہ شرح لمعہ دمشقیہ میں ہے و یجوز العزل عنها وان لم یشترط لان الغرض الاصلی منه الاستمتاع دون النسل " ممتوعہ

سے عزل کرنا جائز ہے اگرچہ عقد میں شرط نہ ہو کیونکہ غرض اصلی اس سے صرف لذت کا حصول ہوتا ہے نہ کہ افزائش نسل۔ اور اسی طرح برہان المتعہ میں ہے ۔ انزال منی در فرج متمتعہ بر شوہر واجب نیست مگر بشرط در عقد اگرچہ عمداً خارج بریزد بارادہ آنکہ ولد منعقد نشود اگرچہ متمتعہ راضی نباشد ۔ (برہان المتعہ صفحہ ۵۸)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ متعہ کا بنیادی مقصد فقط شہوت رانی ہے اور تسکین نفس جب کہ نکاح دائم کا بنیادی مقصد افزائش نسل ہے ۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ ممتوعہ زوجہ کی مثل نہیں بلکہ لونڈی کی مثل ہے کیونکہ اس سے بھی عزل جائز خواہ وہ راضی نہ ہو اور اس سے بھی جائز خواہ راضی نہ ہو بلکہ لونڈی سے بھی کم مقام رکھتی ہے کیونکہ کسی کی لونڈی سے نکاح کرے تو مالک کی مرضی کے بغیر عزل نہیں کر سکتا لہٰذا اس کو زوجات میں شمار کرنا غلط ہے ۔

۱۸ ۔ لونڈی کی عدت بعد طلاق دو حیض ہے اور استبراء کے لئے ایک حیض ، جبکہ منکوحہ کی عدت بعد از طلاق تین حیض ہے لیکن اہل تشیع کے نزدیک ممتوعہ کی عدت بعد ختم ہونے مدت متعہ کے ایک حیض ہے یا دو حیض اور خون ماہواری کا نہ آنے کی صورت میں لونڈی ہو یا ممتوعہ اس کی عدت پنتالیس دن ہے جبکہ منکوحہ کے لیے تین ماہ عدت ہو گی ملاحظہ ہو ۔ (جامع عباسی ص ۱۶۸) لہٰذا واضح ہو گیا کہ ممتوعہ لونڈیوں کی مثل ہے کہ نہ زوجہ منکوحہ کی مثل ۔

۱۹ ۔ عقد متعہ میں وطی اور مجامعت لازم نہیں بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ مجامعت نہ کرنا شرط ٹھہرا لیا جائے جبکہ نکاح میں وطی نہ کرنا ممنوع و حرام ہے

اور منکوحہ کو ایسی صورت میں نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوتا ہے ملاحظہ کریں (فروغ کافی ج ۲ ص ۱۹۸) الغرض اس فرق سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ متعہ والی عورت لونڈیوں کی مثل ہے نہ کہ آزاد منکوحہ عورتوں کی مثل۔

۲۰۔ ممتوعہ عورت نے مدت مقررہ سے نصف یا تہائی مدت میں موعودہ شرائط پوری نہیں کیں تو دیئے ہوئے مہر میں سے اس مدت کے حساب سے واپس لے سکتا ہے۔ (فروغ کافی ج ۲ ص ۱۹۶) لیکن نکاح میں ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد مہر معین میں کوئی کمی نہیں کر سکتا اور نہ واپس لے سکتا ہے۔ قال تعالی آتیتم احداھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا۔ (النساء ۲۰)

ممتوعہ عورت لونڈیوں کی مثل ہے۔

۲۱۔ منکوحہ عورت تین طلاق کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے لیکن ممتوعہ عورت کے ساتھ تین مرتبہ عقد متعہ کرنے اور مدت متعہ منقطع ہونے پر وہ حرام نہیں ہوتی لہٰذا مدت مقررہ کا انقطاع طلاق کی مانند نہ ہوا۔ فروغ کافی ج ۲ ص ۱۹۵ پر منقول ہے کہ زرارہ نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سوال کیا کہ ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے مدت گزارنے پر وہ عورت دوسری جگہ متعہ کرتی ہے پھر اس سے فارغ ہونے پر پہلے شخص سے متعہ کرتی ہے "حتی بانت منه ثلاثا و تزوجت ثلاثة ازواج یحل للاول ان یتزوجها قال نعم کم شاء لیس هذه مثل الحرة هذه مستاجرة و هی بمنزلة الاماء" حتی کہ اس مرد سے تین مرتبہ جدا ہوتی ہے اور تین مرتبہ دوسرے اشخاص سے متعہ کرتی ہے تو کیا پہلا شخص تین مرتبہ انقطاع مدت کے بعد بھی اس عورت سے متعہ

کر سکتا ہے تو امام موصوف نے فرمایا۔ ہاں ہاں جتنی مرتبہ چاہے اس سے متعہ کرے۔ متعہ والی عورت آزاد منکوحہ زوجات کی مانند نہیں ہے یہ تو اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی ہے اور لونڈیوں کی مانند ہے۔

مضحکہ خیز دعوی اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش

ایسی صریح روایات کے ہوتے ہوئے اور مذکورہ بالا وجوہ فرق کے ہوتے ہوئے صاحب لمعہ اور ملا فتح اللہ کا یہ دعوی کس قدر خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے اور مضحکہ خیز ہے کہ متعہ اور نکاح دائم میں صرف یہ فرق ہے کہ متعہ میں مدت معین ہوتی ہے اور نکاح دائم میں مدت کا تعین نہیں ہوتا اس کے علاوہ تمام مستحبات و واجبات اور جملہ کیفیات میں کوئی فرق نہیں مثلاً رضاء زوجین، صلاحیت ایجاب و قبول اور اتباع عقد و مہر۔

عجب درایں است کہ ہیچ فرقے نیست میان ایقاع نکاح دوام و متعہ در مستحبات و واجبات و کیفیات از رضاء زوجین و صلاحیت ایقاع عقد درمیان ایشاں و ایجاب و قبول و مہر و دیگر شرائط و کیفیت مگر اجل کہ در متعہ ہست و در دوام نیست۔ (تفسیر منہج الصادقین صفحہ ۴۹۱ جلد دوم)

اس کے بعد متعہ کے منکرین پر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا "پس چرا اہل جہالت دوام را مشروع و حلال دانند و متعہ را حرام و نامشروع و ایں نیست مگر محض عناد و انکار و بدعت نعوذ باللّٰه من هذه الطریقة المضلة و العقائد الفاسدة۔

لہٰذا اہل جہالت نکاح دائمی کو کیوں حلال اور مشروع سمجھتے ہیں اور متعہ کو کیوں حرام اور ناجائز سمجھتے ہیں یہ فرق محض عناد و انکار ہے اور بدعت کا

ارتکاب ' اللہ تعالیٰ اس گمراہ کن طریقہ سے بچائے اور عقائد فاسدہ سے محفوظ رکھے ۔ مگر افسوس کہ صاحب لمعہ کو اور ملا فتح اللہ کاشانی کو متعہ کے احکام اور نکاح دوام کے احکام میں روز روشن سے زیادہ واضح فرق نظر نہ آیا اور آنکھیں بند کر کے اور عقل و دانش اور فہم و فراست کو چھٹی دے کر یہ حکم لگا دیا ۔ سچ ہے اذالم تستحی فاصنع ما شئت شرم و حیا کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو پھر ایسی باتیں کرنے میں مانع امر کون سا ہو سکتا ہے ۔

الغرض کلام مجید کی آیات مبارکہ متعہ کی حرمت پر واضح دلالت کرتی ہیں اور متعہ کے احکام میں سے کوئی حکم بھی کلام مجید میں مذکور نہ ہونا بھی اس کے شرعاً ناجائز ہونے کی واضح دلیل ہے اور ممتوعہ عورت کو منکوحات اور ازواج سے شمار کرنا بھی غلط اور بالکل غلط ہو گیا اور لونڈی نہ ہونا اس کا اظہر من الشمس 'تو مومن مفلح کے لئے متعہ کا حرام و ممنوع ہونا بھی واضح کما قال اللّٰہ تعالیٰ والذین ہم لفروجہم حافظون۔

آیئے اب احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال صحابہ کرام اور اقوال آئمہ اہل بیت علیہم الرضوان کے ذریعے اس کی حرمت ملاحظہ کریں ۔ سب سے پہلے کتب اہل سنت کے حوالہ جات پیش خدمت کیے جاتے ہیں اور اس کے بعد کتب اہل تشیع کے حوالے پیش کیے جائیں گے ۔

حرمت متعہ ازروئے احادیث رسول علیہ السلام و اقوال صحابہ کرام و آئمہ اہل بیت علیہم الرضوان مطابق کتب اہل سنت

امام بخاری علیہ الرحمتہ نے بخاری (ج ۲ ص ۷۶۷' ۷۶۶) نے نہی

رسول اللّٰہ ﷺ عن نکاح المتعۃ آخیراً عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت حضرت حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبداللہ بن محمد بن علی کے واسطہ سے محمد بن علی کی یہ روایت درج کی ہے ۔

" ان علیا رضی اللہ عنہ قال لا بن عباس رضی اللّٰہ عنہما ان النبی ﷺ نہٰی عن المتعۃ و عن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر " کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا : بے شک رسول خدا ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے خیبر کے زمانہ میں ۔

فائدہ ۔ یہ روایت حضرت محمد بن حنفیہ اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے واسطہ سے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ۔

۲ ۔ امام مسلم نے حسن بن محمد اور عبداللہ بن محمد کی یہی روایت محمد بن علی رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نقل کی ہے ۔

ا : عن علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر و عن اکل لحوم الحمر الانسیہ (المسلم ج ۱ ص ۴۵۲)

ب : عن علی انہ سمع ابن عباس یلین فی متعۃ النساء فقال مہلا یا ابن عباس فان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نہٰی عنہا یوم خیبر و عن لحوم الحمر الانسیۃ ۔ (المسلم ج ۲ ص ۴۵۲)

ج : عن الحسن و عبد اللّٰہ ابنی محمد بن علی بن ابی طالب عن ابیہما انہ سمع علی بن ابی طالب یقول لا

بن عباس نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن متعة النساء يوم خيبر و عن أكل لحوم الحمر الانسية"

(المسلم ج ۲، ص ۴۵۲)

و كذا فى الدر المنثور نقلاً عن مالك و عبد الرزاق و ابن ابى شيبة و البخارى و مسلم و الترمذى و النسائى و ابن ماجة عن على بن ابى طالب ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن متعة النساء يوم خيبر و عن اكل لحوم الحمر الانسيه۔ (در منثور ج ۲، ص ۱۴۱)

د: عن مالك بهذا الاسناد و قال سمع على بن ابى طالب يقول لفلان انك رجل تائه نهى رسول اللّٰه ﷺ بمثل حديث يحى عن مالك عن متعة النساء يوم خيبر)۔ (در منثور ج ۲، ص ۱۴۱)

حديث يحيىٰ عن مالك و كذا اخرج النحاس عن على رضى اللّٰه عنه (در منثور ج ۲، ص ۱۴۱)

ہ اخرج البيهقى عن على رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال نهى رسول اللّٰه ﷺ عن المتعة و انما كانت لمن لم يجد فلما نزل النكاح و الطلاق و العدة و الميراث بين الزوج و المرءة نسخت (در منثور ص ۱۴۰)

بخاری و مسلم کی ان روایات سے واضح ہو گیا کہ

۱۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعہ کی حرمت کے قائل تھے۔

۲۔ وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متعہ کی

حرمت ذہن نشیں کراتے رہے اور ان کو اس کے خلاف فتوی دینے سے روکتے رہے۔

۳۔ ان کی مخالفت کو تحیر اور سرگردانی اور بے راہروی سے تعبیر کرتے رہے۔

۴۔ حرمت متعہ کے متعلق واضح کر دیا کہ یہ کسی شخص کی ذاتی رائے سے حرام نہیں ہوا بلکہ خود صاحب شرع رسول کریم ﷺ نے ہی اس کو حرام فرما دیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تلقین حضرت ابن عباس کو اپنے دور خلافت یا حضرت عثمان کے دور خلافت میں فرمائی تھی کیونکہ دور فاروقی میں تو وہ اس قسم کے فتوی صادر کرنے کی عمر میں ہی نہیں تھے اور اگر بالفرض فتوی دیتے بھی تو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو منع کر لیتے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فہمائش کی کیا ضرورت تھی؟

اور یہ بات دوپہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم بہرحال حضرت عبد اللہ بن عباس سے زیادہ ہے اور ان کو جو شرف صحبت اور تقدم حاصل تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وہ قرب اور تقدم حاصل نہیں تھا لہٰذا رسول کریم ﷺ کے فرمان اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے بعد متعہ کے حرام ہونے میں شک و شبہ کی کیا گنجائش ہے؟

نوٹ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کی حرمت والی روایت کتب صحاح میں سے پانچ میں منقول ہے اور دیگر کتب میں بھی مروی و منقول ہے جس کے بعد اس کی صحت میں شک و شبہ کا امکان باقی نہیں رہتا۔

و روى عبدالرزاق عن على رضی اللہ تعالیٰ عنہ من وجه آخر

قال نسخ رمضان کل صوم و نسخ المتعۃ الطلاق و العدۃ و المیراث۔ (عمدۃ القاری جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۳)

رمضان کے روزوں کی فرضیت نے دوسرے تمام روزوں کا وجوب و لزوم ختم کر دیا ہے اور طلاق، عدت اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا ہے (وکذا فی فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۷، و فی سنن الدار قطنی ج ۳، ص ۱۵۹، وکذا فی در المنثور ج ۲، ص ۱۴۰ ناقلا عن عبد الرزاق و ابن المنذر و البیہقی)

۴۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنن بیہقی میں منقول ہے۔

(سنن اور فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۸)

سئل عن المتعۃ فقال ھی الزنا بعینہ آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ بعینہ زنا ہے۔ ان روایات سے آئمہ اہل بیت کا مذہب بھی واضح ہو گیا۔

۵۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے (سنن بیہقی، فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۷ و در منثور ج ۲ ص ۱۴۱)

قال انما احلت لنا اصحاب رسول اللہ ﷺ متعۃ النساء ثلاثۃ ایام ثم نھی عنھا رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: صرف ہم اصحاب رسول ﷺ کے لیے تین دن کے لیے عورتوں کے ساتھ متعہ حلال ٹھرایا گیا ہے پھر اس کے بعد خود رسول خدا ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔

۶۔ ایاس بن سلمہ نے اپنے والد گرامی حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۴۵۱، فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۶)

قال رخص لنا رسول اللہ ﷺ عام اوطاس فی المتعۃ ثلاثا ثم نھی عنھا۔

ہمیں اوطاس کے سال نبی اکرم ﷺ نے متعہ میں تین دن کے لیے رخصت دی پھر اس سے منع فرما دیا۔

(در منثور ج ۲ ص ۱۴۰، بحوالہ ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم)

۷۔ ربیع بن سبرہ نے اپنے والد حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

عن الربیع بن سبرہ عن ابیہ ان النبی ﷺ نھی عن نکاح المتعۃ۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۵۲)

ان رسول اللہ ﷺ نھی عن المتعۃ و قال الا انھا حرام من یومکم ھذا الی یوم القیامۃ و من کان اعطی شیئا فلا یاخذہ۔ (مسلم ص ۴۵۲)

بے شک رسول خدا ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور کہا آگاہ رہو متعہ آج سے لے کر قیامت کے دن تک ممنوع اور حرام ہے اور جس شخص نے کسی عورت کو بطور مہر کوئی شے دے رکھی ہو وہ اس سے واپس نہ لے۔

ف: صرف مسلم شریف میں حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آٹھ روایات اس مضمون کی موجود ہیں کہ تین دن کی رخصت کے بعد آنحضرت ﷺ نے متعہ کو حرام فرما دیا۔ اور یہ بھی تصریح فرما دی کہ اب سے قیامت تک حرام ہے۔

(در منثور صفحہ ۱۴۰ بحوالہ ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم و عبد الرزاق)

۸۔ خالد بن مہاجر بن سیف اللہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن ابی عمرہ

انصاری نے کہا:

انها كانت رخصة فی اول الاسلام لمن اضطر الیها كالمیتة و الدم و لحم الخنزیر ثم احكم اللّٰه الدین ونهی عنها۔ (مسلم ج ۱ص ۴۵۲ - فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۶)

متعہ ابتدائے اسلام میں رخصت تھا ان لوگوں کے لئے جو اس کی طرف سخت محتاج ہوئے مثل مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کے پھر اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوط و محکم فرمایا اور متعہ سے منع فرما دیا۔ (کذا فی الدر المنثور ج ۲، ص ۱۴۱ بحوالہ عبد الرزاق)

۹۔ ابو نضرہ سے مروی ہے کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے۔ متعہ حج اور متعہ نساء کے متعلق، تو آپ نے فرمایا:

فعلنا هما مع رسول اللّٰه ﷺ ثم نهانا عنهما عمر فلم نعد لهما (مسلم ج ۱ ص ۴۵۱، فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۷)

ہم نے دونوں متعے رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں کیے پھر ان دونوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کر دیا تو ہم نے اس سے اجتناب کر لیا اور ان کی طرف رجوع نہ کیا۔

ف: اس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا، لہذا اجماع صحابہ کرام سے بھی متعہ کی حرمت واضح ہو گئی

۱۰۔ ابن ماجہ میں ابو بکر بن حفص کے واسطہ سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

ا: قال لما ولی عمر خطب فقال ان رسول اللّٰه ﷺ اذن لنا فی المتعة ثلاثاً ثم حرمها۔

(ابن ماجہ ص ۱۴۱، فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۷)

ب: و اخرج ابن المنذر و البیهقی من طریق سالم بن عبد اللّٰه عن ابیه قال صعد عمر المنبر فحمد اللّٰه و اثنی علیه ثم قال ما بال رجال ینكحون هذه المتعة بعد نهی رسول اللّٰه ﷺ عنها۔

(ابن المنذر و بیہقی، فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۷، در منثور ج ۲ ص ۱۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا رسول خدا ﷺ نے تین دن کے لئے متعہ کی رخصت دی پھر اس کو حرام فرما دیا اور ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو رسول خدا ﷺ کے حکم کے منع کرنے کے باوجود متعہ کرتے ہیں۔

ف: ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنی طرف سے حرام نہیں کیا بلکہ رسول خدا ﷺ کے حکم تحریم کو آپ نے نافذ فرمایا اور صرف آپ نے نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی اس حکم کو رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے لہذا جہاں کہیں یہ روایت نظر آئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو حرام کیا تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے حلال کو حرام کر دیا ہے بلکہ ان کی طرف نسبت فقط تنفید اور ترویج کے لحاظ سے ہے جس طرح رسول کریم ﷺ کی طرف تحلیل و تحریم کو منسوب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث"

(الاعراف ۱۵۷)

آنحضرت ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ان الحکم الا للّٰہ۔ (الانعام ۵۷)

علاوہ ازیں کبھی تحریم بمعنی التزام اجتناب مراد ہوتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ "لم تحرم ما احل اللّٰہ لک" (التحریم ۱) اے محبوب تم اس چیز سے اجتناب اپنے اوپر لازم کیوں کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال ٹھہرائی۔ تو یہاں حلال خداوند کو حرام قرار دینا مراد نہیں بلکہ اس سے اجتناب مراد ہے۔ لہٰذا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احرم کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس فعل سے اجتناب و احتراز کو لازم کر رہا ہوں نہ کہ حلال کو حرام کر رہا ہوں بلکہ حرام شرعی کو حکماً ممنوع قرار دے رہا ہوں اور اس حکم کو نافذ کر رہا ہوں۔

شیعہ کی عجیب و غریب منطق

"برہان المتعہ صفحہ ۳۵" میں کہا" ایں اخبار موضوع و مختلق برائے رفع فضیحت عمر است" سینوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری میں اور ان کے غیر شرعی حکم کو جائز ثابت کرنے کے لئے یہ روایات گھڑی ہیں۔

سبحان اللہ! بغض فاروق نے عقل بھی سلب کر لی ہے ورنہ بقائمی ہوش و حواس اس بے ہودہ گوئی کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔

اول۔ تو اس لئے کہ اگر سینوں کا مقصد یہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے اس حکم کے خلاف کوئی قول اور رائے اپنی کتابوں میں ذکر ہی نہ کرتے۔ حالانکہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات بھی تو اہل سنت نے ہی نقل کی ہیں۔

دوم: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس تراویح جاری کیں متعہ حج سے منع کیا آخر اس ضمن میں سینوں نے کیوں روایات نہ گھڑیں اور انھیں حکم رسالت کیوں نہ بنا ڈالا۔

سوم: اہل سنت نے تو طرفداری کی یا نہیں، آخر شیعہ کو کیا ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا روایت کر دیا اور دوسرے آئمہ سے بھی اس کی کراہت اور ناپسندیدگی نقل کر ڈالی۔

چہارم: اگر اہل السنت کی روایات کے متعلق یہ دعویٰ ہو سکتا ہے تو جو روایات متعہ حلال ہونے کی روافض نے نقل کی ہیں ان کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب محض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض و عداوت کی وجہ سے گھڑ لی گئی ہیں بلکہ کلام مجید کی آیات سے ہمارا یہ دعویٰ بالکل واقعہ کے مطابق اور عین حقیقت ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قرآنی آیات متعہ کی حرمت پر تو دلالت کرتی ہیں ان کی حلت پر قطعاً دلالت نہیں کرتیں۔

فریب کاری کی انتہاء

برہان المتعہ میں اکثر مقامات پر عورتوں کے ساتھ متعہ کی حلت ثابت کرنے کی ناکام سعی میں عجیب دھوکہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور متعہ حج کی روایات اس میں درج کر دی ہیں ۔ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تمتعنا علی عهد رسول اللّٰه (تا) قال رجل بر آید ماشاء۔

اور عثمان ینهی عن المتعة و ان یجمع بینهما فلما رای علی ذالک اهل بهما..... وغیرہ یہ سب روایات متعہ حج کے متعلق ہیں جس کا جواز اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے علامہ بدر الدین عینی (عینی ج ۹، ص ۱۹۷) میں فرماتے ہیں۔

اجمع المسلمون علی اباحة التمتع فی جمیع الاعصار و انما اختلفوا فی فضله الا ما روی عن امیر المومنین عمر و عثمان انما کانا ینهیان عن التمتع و قیل کان نهی تنزیه و قیل انما نهیا عن فسخ الحج الی العمرة و قد انکر علیهم علماء الصحابة و خالفوهم و الحق مع المنکرین۔ (بخاری ج ۱، ص ۲۱۲، حاشیہ ۱۱)

تمام اہل اسلام ہر زمانہ میں متعہ حج کے مباح ہونے پر متفق ہیں ۔ اگر ان میں اختلاف ہے تو صرف اس عمل میں کہ حج اور عمرہ میں قران افضل ہے یعنی ان کا اکٹھا کرنا یا پہلے عمرہ کر کے احرام کھول دینا اور بعد ازاں حج کے لئے

نئے سرے سے احرام باندھنا جس کو تمتع کہا جاتا ہے ۔ صرف حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمتع حج کی ممنوعیت منقول ہے اور اس کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ ان کا مقصد قران یا افراد کی طرف ترغیب دلانا تھا اور تمتع کی نسبت ان کی اولویت بیان کرنا نہ کہ بالکلیہ متعہ حج سے منع کرنا یا ان کا مقصد یہ تھا کہ حج کا احرام باندھ کر اس کو عمرہ کے ذریعے فسخ نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ حج ہی ادا کیا جائے لیکن بایں ہمہ علماء صحابہ نے ان کے قول پر رد کیا اور مخالفت کی اور صحیح بھی وہی ہے جو اختلاف کرنے والے حضرات نے کہا ہے ۔ ایسی صورت میں متعہ حج کے متعلق اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آراء اور اقوال کو متعۃ النساء میں لانا بدترین خیانت ہے ۔

نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالخصوص کسی خوف اور ڈر کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیتے اور حق کو نظر انداز کرتے تو پھر اس مسئلہ میں بھی اختلاف نہ کرتے حالانکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی صاف لفظوں میں متعہ حج کو مباح بلکہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا ہے ۔

لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان حضرات نے صرف حق کا ساتھ دیتے ہوئے عورتوں کے ساتھ متعہ کو حرام تسلیم کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری میں ۔

روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب

اہل تشیع کی طرف سے اہل سنت پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی بیان کردہ روایات جن سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے ان میں بہت زیادہ اضطراب اور اختلاف ہے۔ بعض سے خیبر میں متعہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اوطاس والے سال، بعض میں فتح مکہ کا ذکر ہے اور بعض میں غزوہ تبوک کا اور بعض کے نزدیک حجۃ الوداع میں حرام کیے جانے کا ذکر ہے۔ (برہان المتعہ ص ۴)اس اعتراض کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

وجہ اول۔ تمام تر روایات میں یہ امر بصراحت مذکور ہے کہ متعہ کی رخصت صرف غزوات اور سفروں کے دوران دی گئی جب کہ صحابہ کرام اہل و عیال سے دور ہوتے اور یہ عزلت ان پر گراں گزرتی اور رسول اکرم ﷺ سے خصی ہونے کی رخصت طلب کرتے تو آپ محدود وقت کے لئے ان کو رخصت دے دیتے لہٰذا ہر ایسے موقعہ پر رخصت بھی دی گئی اور ساتھ ہی حرمت بھی بیان فرما دی گئی اور آخری مرتبہ اذن کے بعد ہمیشہ کے لیے اس کی حرمت بیان کر دی گئی۔ (کذافی فتح الباری ج ۹، ص ۱۴۹)

وجہ ثانی۔ امام نووی نے قاضی عیاض رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ متعہ کی حرمت اور اباحت دو مرتبہ پائی گئی خیبر سے قبل مباح تھا پھر خیبر میں حرام کر دیا گیا پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کو مباح کیا گیا اور یہی اوطاس کا سال تھا اس کے بعد اس کو ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا۔

والصواب المختار ان التحریم والا باحة کانا مرتین

فکانت حلالا قبل خیبر ثم حرمت یوم خیبر ثم ابیحت یوم فتح مکة و هو یوم اوطاس لا تصالهما ثم حرمتیومئذ بعد ثلاثه ایام تحریما مؤبدا الی یوم القیامة و استمر التحریم انتهی -(شرح مسلم نووی ج ۱، ص ۴۵۰)

جن مقامات اور اوقات کا ذکر روایات میں ہے ان سب سے صحیح اور صریح صرف خیبر اور فتح مکہ والی روایات ہیں جس کی مکمل بحث حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے (فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۵) پر کر کے فرمایا لم یبق من المواطن کما قلنا صحیحا صریحا سوی غزوة خیبر و غزوة الفتح۔

ابوبکر جصاص نے فرمایا کہ حدیث سبرہ بن معبد میں اختلاف تاریخ ہے بعض طرق میں عام الفتح ہے اور بعض میں حجۃ الوداع کا ذکر لیکن اس پر سب طرق کا اتفاق ہے کہ اس سفر میں اباحت کے بعد اس کو حرام کر دیا گیا اختلفت الرواة فی تاریخه سقط التاریخ وحصل الخبر غیر مؤرخ فلا یضاد حدیث علی و ابن عمر الذی اتفقا علی تاریخه انه حرمها یوم خیبر (احکام القرآن ج ۲، ص ۱۵۱)

جب راویوں کا تاریخ میں اختلاف ہو گیا تو فقط تاریخ ساقط ہو گئی اور بلا تاریخ معین اس سے اباحت اور بعد ازاں حرمت ثابت ہو گئی لہٰذا اب اس کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے ساتھ تضاد اور تخالف ختم ہو گیا جس میں دونوں سے بالاتفاق خیبر میں متعہ کا حرام کیا جانا منقول ہے۔ نیز فرمایا:

فلم تختلف الرواة فی التحریم و اختلفوا فی التاریخ فسقط التاریخ کانه ورد غیر مؤرخ و ثبت التحریم لاتفاق الرواة علیه۔ (احکام القرآن ج ۲، ص ۱۵۱)

یعنی تمام راویوں کا متعہ کے حرام ہونے میں اتفاق ہے اور قطعاً باہم اختلاف نہیں ہے اگر اختلاف ہے تو صرف تاریخ حرمت میں ہے۔ لہٰذا تاریخ کا تعین بوجہ اختلاف و تعارض ختم ہو گیا کہ وہ بلاتعین تاریخ وارد ہوئی ہیں اور متعہ کی حرمت ثابت ہو گئی کیوں کہ سبھی راوی اس پر متفق ہیں۔

الغرض تاریخ صحیح معلوم و متعین ہوجائے تو بہتر ورنہ ان متعدد روایات سے حرمت کا ثبوت یقینی ہے کیوں کہ سب راوی اس پر متفق ہیں۔ رہا یہ معاملہ کہ متعہ کب تک حلال تھا اور کب حرام ہوا؟ تو جب حرمت ثابت ہو گئی تو سابقہ علت کے ایام شمار کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟ اس لئے امام بخاری علیہ الرحمتہ نے یہ عنوان قائم فرمایا: "نہی رسول اللّٰہ ﷺ عن نکاح المتعة آخرا" کہ آنحضرت ﷺ نے آخری حکم متعہ کی حرمت کا جاری فرمایا۔

شیعی علامہ ڈھکو صاحب کی پھبتی

شرعی احکام میں مصالح و حکم بدلنے سے تغیر و تبدل سنت الٰہیہ ہے اور اہل ایمان کے لئے اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں لیکن متعہ کے دلدادگان نے اس کی اباحت اور تحریم کے تکرار کو طعن و تشنیع اور طنز و مزاح کا نشانہ بناتے ہوئے کہا:

"اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ غریب متعہ پر بڑے بڑے انقلاب آئے

کئی بار حلال ہوا اور کئی بار حرام۔ کم از کم تین چار مرتبہ اسے حلت و حرمت کی کٹھالی سے گزرنا پڑا۔ "تا" ایک فارسی ضرب المثل ہے

بازی بازی باریش بابا ہم بازی

ہم مولوی صاحبان کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ

بازی بازی بادین خدا ہم بازی

اس اندھیر نگری کی شریعت میں کوئی نظیر بھی ملتی ہے یا اس فکری انتشار کی جولان گاہ صرف یہی مسئلہ متعہ ہے کیا اس درجہ اختلاف کے باوجود دعوی نسخ میں کوئی وزن باقی رہ جاتا ہے؟ (تجلیات ص ۲۹۴)

الجواب المتین بتوفیق العزیز الحکیم

ہم سابقہ سطور میں اساطین اسلام اور اکابرین ملت کی زبانی واضح کر چکے کہ صحیح و صواب اور محقق و مختار قول یہی ہے کہ اس کی تحریم خیبر کے موقعہ پر بیان کی گئی اور بعد ازاں غزوہ فتح کے موقع پر جب کہ اس قدر تکرار کو علامہ ڈھکو صاحب دین خدا کے ساتھ کھیل اور بازی سے تعبیر کر رہے ہیں اور ان کے خیال میں شریعت مصطفویہ میں اس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔ حالانکہ ابتداء اسلام میں اس کو بوجہ اضطرار جائز قرار دیا گیا تھا جیسے بھوک سے لاچار انسان کے لئے مردار اور خنزیر وغیرہ لہٰذا ضرورت پڑتی تو مباح ہوتا ضرورت ختم ہو جاتی تو حرام اور یہ حکم تا قیامت مضطر اور مبتلا مخمصہ کے لیے ثابت ہے لہٰذا ایک ہی شخص پر بار بار مردار اور خنزیر کا حلال ہونا اور پھر حرام ہو جانا عین ممکن ہے۔

نیز نماز کے لیے قبلہ رو ہونا شرط ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ہوتے ہوئے قبلہ بیت اللہ شریف تھا۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد وہ منسوخ ہو گیا

اور اس کی جگہ بیت المقدس قبلہ قرار پایا۔ پھر بیت المقدس منسوخ ہو گیا اور بیت اللہ قبلہ قرار پایا اور نفلی نمازوں میں دوران سفر بیت اللہ کی طرف توجہ کی پابندی بھی ختم۔ اینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ (البقرہ ۱۱۵)

ڈھکو صاحب ہی فرما دیں کہ یہ کھیل اور بازی مولوی صاحبان نے قبلہ کے ساتھ روا رکھی ؟ یا اللہ تعالی نے یہ کھیل کھیلا ہے نعوذباللہ۔ اگر قبلہ کے معاملہ میں اعتراض کرنے والے سفہاء اور کم عقل ہیں سیقول السفہاء من الناس ماولھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا۔
(البقرہ ۱۴۲)

تو متعہ کے معاملہ میں اعتراض کرنے والے بھی کیوں کہ علامہ کشی کے قول کی رو سے ان اخلاف کا رشتہ انھیں اسلاف سے جا ملتا ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اباحت و تحریم میں تعدد ممکن ہے اور اس کی نظیریں بھی موجود ہیں تو اب نسخ کے ثبوت میں تردد بھی ختم ہو گیا کیونکہ تمام تر روایات تحریم پر متفق ہیں اور وقت ضرورت تک اباحت فرمائی گئی پھر تحریم اور غزوہ فتح کے بعد ہمیشہ کے لئے اسے حرام کر دیا گیا اور حجتہ الوداع میں دوسرے احکام کی تاکید مزید کی طرح متعہ کی حرمت کی بھی تاکید فرما دی لہٰذا نہ یہاں پر اختلاف ہے اور نہ ہی دعوی نسخ میں کوئی ضعف اور کمزوری لاحق ہو سکتی ہے۔

سوال: حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم متعہ کو جائز مانتے تھے اور ان کا مقام علم و فہم میں مسلم لہٰذا متعہ کی حرمت کا دعوی اور حلت کے منسوخ ہونے کا قول قابل سماعت نہیں۔

جواب: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت صرف اس قدر ہے

کہ ہم رسول خدا ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں تھیں تو ہم نے عرض کی الانستخصی فنھانا عن ذلک ثم رخص لنا ان ننکح المرءۃ بالثوب ثم قال قرء علینا یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللّٰہ لکم۔ (بخاری، ما یکرہ من التبتل ج ۲،ص ۷۵۹، در منثور ج ۲، ص ۱۴۰، بحوالہ عبد الرزاق و ابن شیبہ و بخاری و مسلم ج ۱،ص ۴۵۰) کیا ہم اپنے آپ کو خصی نہ کرلیں" تاکہ عورتوں کی طرف بالکل رغبت ہی نہ ہو تو آپ نے ہمیں خصی ہونے سے منع فرمایا اور مدت مقررہ تک کپڑے کے بدلہ نکاح کرنے کی رخصت دی پھر فرمایا جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالی نے تمھارے لیے حلال ٹھہرائی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

امام ابو جصاص نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا اس روایت سے صرف ایک وقت میں متعہ کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ محل بحث نہیں اور ہمیشہ کے لیے حلال ہونا اس میں مذکور نہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی دوسری صریح روایات موجود ہیں لہٰذا حظر اور حرمت کی روایات ہی اس پر قاضی اور راجح ہوں گی۔ فاخبار الحظر قاضیۃ علیھا لان فیھا ذکر الحظر بعد الاباحۃ۔ (احکام القرآن ج ۲، ص ۱۵۱) نیز بالفرض دونوں قسم کے درجات متساوی بھی تسلیم کر لئے جائیں تو بھی حرمت کو ترجیح ہو گی۔

حافظ العصر علامہ ابن الحجر عسقلانی نے فرمایا اسماعیلی نے نقل کیا ہے کہ ابو معاویہ نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کیا ہے ففعلہ ثم ترک ذلک اور ابن عیینہ نے اسماعیلی سے روایت کرتے ہوئے کہا" ثم جاء

تحریمها بعدا" اور معمر نے اسماعیل کے واسطہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ثم نسخ منقول ہے۔ لہٰذا ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود قطعاً ہمیشہ کے لیے متعہ کو مباح نہیں سمجھتے تھے بلکہ اعتقادی طور پر بھی حرمت اور نسخ کے قائل تھے اور عملی طور پر بھی اس سے اجتناب کرنے والے اور یہی علامہ عسقلانی ابن حزم کے اس دعوی کا رد کرتے ہوئے کہ عبد اللہ بن مسعود بھی متعہ کو مباح سمجھتے تھے فرماتے ہیں۔

فمستنده فيه الحديث الماضي في اوائل النكاح و قد بينت فيه ما نقله الاسماعيلي من الزيادة فيه المصرحة عنه بالتحريم و قد اخرجه ابو عوانة من طريق ابي معاوية عن اسماعيل بن ابي خالد و في آخره ففعلنا ثم ترك ذلك (فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۸)

ابن حزم کے اس دعوی کا سہارا وہ حدیث ہے جو اوائل باب نکاح میں گزری اور میں نے واضح کر دیا ہے کہ اسماعیلی نے اس میں یہ عبارت زیادہ نقل کی ہے جس سے متعہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرمت ثابت ہوتی ہے اور اسی روایت کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ابو معاویہ اور اسماعیل بن ابی خالد کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے پس ہم نے اس رخصت کے مطابق عمل کیا پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور تفسیر در منثور میں عبد الرزاق، ابن المنذر اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے المتعة منسوخة نسخها الطلاق و الصدقة والعدة و الميراث ۔(جلد ثانی ص ۱۴۰)متعہ منسوخ ہو چکا ہے اس کو طلاق، حق مہر، عدت اور میراث نے

منسوخ ٹھہرایا ہے۔

اب باقی رہ گیا اس آیت کریمہ کی تلاوت کا مقصد تو سیاق حدیث سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے آپ کو خصی کر کے رہبانیت اختیار کرنا چاہتے تھے اور عورتوں کی مجامعت سے بالکلیہ اجتناب۔ لہٰذا فرمایا " تمہارا اپنے آپ کو خصی کرنا اللہ تعالی کی حلال چیزوں کو حرام کرنے کے مترادف ہے لہٰذا انھیں حرام نہ کرو اور یہ آیت نازل ہی اس ضمن میں ہوئی تھی جب کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے خصی ہونے کی رخصت طلب کی تھی اور اپنے آپ پر عورتوں اور ہر موجب لذت شئی اور خوشبو کو حرام کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

فلهذا نزل في حقه يا ايها الذين امنوا لا تحرموا طيبات ما احل الله لكم۔ (فتح الباری ج ۹، ص ۹۳۔ در منثور ص ۳۰۷، ۳۱۱)

میں اسی مضمون کی بیسیوں روایات مذکور و منقول ہیں جو عورتوں کے نکاح اور مباشرت سے اجتناب اور لذیذ اشیاء کے استعمال سے گریز بلکہ آلہ تناسل کے کاٹ پھینکنے کا عزم کرنے پر اس آیت کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور رہبانیت سے اجتناب لازم ٹھہراتی ہیں امام ابوبکر جصاص نے بھی اسی طرح فرمایا ۔ يحتمل ان يريد به النهي عن الاستخصاء و تحريم النكاح المباح ۔(احکام القرآن ج ۲، ص ۱۵۱)

عین ممکن ہے کہ اس آیت کریمہ میں خصی ہونے سے منع کرنا مقصود ہو اور نکاح مباح کو حرام ٹھہرانے سے لہٰذا اس آیت کریمہ میں مدعائے روافض پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے۔

اقول " اس آیت کریمہ میں حلال کو حرام ٹھہرانے سے منع کیا گیا ہے

اور متعہ کو حرام ٹھہرانے کا عمل تو صرف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرزد نہیں ہوا تھا۔ اگر کوئی فعل اور عمل ان سے ثابت ہوا تو وہ عورتوں سے مطلقاً اجتناب اور ترک جماع بلکہ اس کی صلاحیتوں کو بھی معدوم کرنے کا عزم لہٰذا اس میں نکاح مباح اور عقد دوام جو کہ معمول اور مروج تھا اس کی تحریم سے منع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے اس عزم و ارادہ کے اظہار پر متعہ کی رخصت شارع علیہ السلام کی طرف سے ثابت ہوئی اگر وہ اباحت اصلیہ یا دور جاہلیت کے معمول کو ملحوظ رکھتے تو پھر اس گذارش کی ضرورت ہی نہ تھی۔ لہٰذا جب رخصت شرعیہ ثابت ہی اب ہوئی تو تحریم حلال یعنی متعہ کو حرام قرار دینے سے نہی کیونکہ متصور ہو سکتی تھی۔ کما قال تعالیٰ ' لا تحرموا طیبات ما احل اللّٰہ .... الغرض یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہوگئی کہ اس آیت کریمہ میں متعہ کو حرام ٹھہرانے سے نہیں روکا گیا بلکہ اپنے آپ کو خصی کر کے ان لذائذ سے محروم کرنے کی کوشش سے روکا گیا ہے۔ الحاصل اس روایت سے روافض کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور ہمیں اس کا کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

جہاں تک اہل سنت کی کتابوں میں مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کا معاملہ ہے تو وہ تین طرح کے ہیں۔ اول یہ کہ متعہ مطلقاً مباح ہے اس قول کو عمار مولی الشرید نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ متعہ سفاح و زنا ہے یا نکاح تو انھوں نے فرمایا "

لا سفاح ولا نکاح " یہ نہ زنا ہے اور نہ ہی نکاح ہے۔ میں نے عرض کیا تو یہ ہے کیا؟ انھوں نے فرمایا " ھی المتعۃ کما قال اللّٰہ " یہ متعہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ میں نے دریافت کیا' کیا اس میں عدت ہے؟ تو فرمایا ہاں ایک حیض 'جب دریافت کیا دونوں مرد عورت وارث بھی بنتے ہیں ؟تو فرمایا نہیں۔

(اخرجہ ابن المنذر در منثور جلد ۲' ص ۱۴۱' تفسیر کبیر ج ۱۰' ص ۴۹)

نیز عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

یرحم اللّٰہ عمر ماکانت المتعۃ الا رحمۃ من اللّٰہ رحم بہا امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و لولا نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الاشقی قال و ھی التی فی سورۃ النساء فما استمتعتم بہ منھن ....الی..... لیس بینھما وراثۃ ... الی ... ولیس بینھما نکاح و اخبر انہ سمع ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما یراھا الان حلالا۔

(اخرجہ عبد الرزاق و ابن المنذر' در منثور جلد ۲ ص ۱۴۱)

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے۔ متعہ تو فقط اللہ تعالیٰ کی رحمت تھا جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا اور اگر ان کی طرف سے اس کی ممنوعیت نہ ہوتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتا مگر شقی اور بدبخت اور متعہ وہی ہے جو سورہ نساء میں ہے کہ تم ان سے تمتع اور نفع اندوزی کرو مقررہ مدت تک مقررہ اجرت کے عوض اور متعہ میں مرد و عورت کے درمیان وراثت نہیں " تا " اور نہ ہی ان کے درمیان نکاح ہے اور عطاء نے بتلایا کہ انھوں نے حضرت ابن عباس کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ وہ اب بھی

اس کو حلال سمجھتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انھوں نے متعہ کو صرف حالت اضطراری میں مباح رکھا جس طرح کہ مردار اور خنزیر حالت اضطراری میں مباح ہے جیسے کہ ابن ابی جمرہ نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اس میں رخصت دی۔

فقال له مولی انما کان ذلک و فی النساء قلة والحال شدید فقال ابن عباس نعم -(بخاری، در منثور ج ۲، ص ۱۴۰)

تو ان کے آزاد کردہ غلام نے کہا کہ یہ رخصت صرف اس وقت تھی جب کہ عورتوں میں قلت تھی اور حالت اضطراری تھی تو فرمایا ہاں۔ اور اسی قسم کا مضمون سعید بن جبیر سے ابن المنذر طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے در منثور جلد ۲ ص ۱۴۱ پر منقول ہے۔

فقال انا للّٰه و انا الیه راجعون لا و اللّٰه ما بهذا افتیت ولا هذا اردت ولا احللتها الا للمضطر و لا احللت منها الا ما احل اللّٰه من المیتة والدم و لحم الخنزیر -

یہ آپ نے کیا کر دیا رہ گزار اور سوار جناب کا فتوی لے اڑے ہیں اور اس کے متعلق شعراء نے طنزیہ اشعار کہے ہیں جب آپ کے استفسار پر میں نے دو شعر سنائے تو آپ نے کہا انا للّٰه و انا الیه راجعون بخدا نہ میں نے یہ فتوی دیا ہے اور نہ ہی میرا یہ مقصد تھا۔ میں نے تو متعہ صرف مجبور اور مضطر کے لیے حلال ٹھہرایا تھا اور اسی قدر جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے مجبور اور مضطر کے لیے مردار اور دم مسفوح اور خنزیر کو مباح ٹھہرایا ہے۔

فاکہی اور خطابی نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں " میں

نے ابن عباس سے عرض کیا لقد سارت بفتیاک الرکبان و قال فیها الشعراء یعنی فی المتعة فقال واللّٰه ما بهذا افتیت و ما هی الا کالمیتة لا تحل الا للمضطر

(فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۶)

آپ کے متعہ کے جواز کے فتوی کو سوار لے اڑے اور اس کے متعلق شعراء نے شعر کہے ہیں تو آپ نے فرمایا بخدا میں نے علی الطلاق اس کے جائز ہونے کا فتوی نہیں دیا، وہ تو صرف مردار کی مانند ہے جو سوائے مجبور محض اور مضطر کے کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔

اسی مضمون کو امام بیہقی نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں " الا انما هی کالمیتة و الدم و لحم الخنزیر " غور سے سنو متعہ مردار رگوں سے بہتے نجس خون اور خنزیر کے گوشت کی مانند ہے۔ (فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۶۔ تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۴۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس مضمون کی متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد فرمایا- فهذه اخبار تقوی بعضها ببعض و حا صلها ان المتعة انما رخص فیها بسبب العزبة فی حال السفر

(فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۶)

یہ روایات ایک دوسرے سے تقویت پکڑتی ہیں اور ان کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک متعہ کی رخصت صرف سفر کی حالت میں ہے اور وہ بھی بیوی کے نہ ہونے کی صورت میں جب کہ آدمی صبر و ضبط سے کام نہ لے سکے۔

تیسرا قول ان کی طرف سے یہ ہے کہ متعہ مطلقاً حرام ہے اور اس کی سابقہ اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔

1۔ ابو داؤد نے اپنے ناسخ میں ابن المنذر اور نحاس نے عطاء کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ قوله تعالی " فما استمتعتم به منهن "قال نسختها" یاایها النبی و اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن "(کبیر ج ۱۰، ص ۴۹، در منثور ج ۲ ص ۱۳۹) کہ قول باری تعالی فما استمتعتم به منهن الآیة کو اس قول باری تعالی نے منسوخ ٹھہرا دیا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تمہاری امت عورتوں کو طلاق دے تو انھیں ان کے وقت عدت میں طلاق دیں اور فرمایا کہ طلاق والی عورتیں تین حیض تک انتظار اور عدت میں رہیں۔

2۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔

قال کان متعة النساء فی اول الاسلام (الی) و کان یقرء فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی نسختها محصنین غیر مسافحین و کان الاحصان بید الرجل یمسک متی شاء و یطلق متی شاء۔ (در منثور ج ۲، ص ۱۴۰-۱۳۹)

متعہ نساء آغاز اسلام میں تھا۔ ایک شخص ایسے شہر میں جاتا جہاں پر اس کے ساتھ اس کا سازو سامان درست کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ تو وہ اتنے عرصہ کے لیے کسی عورت کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کر لیتا جتنے عرصہ میں وہ فارغ ہوسکنے کا ظن غالب رکھتا تو وہ عورت اسکے مال ومتاع کی حفاظت کرتی اور سازو سامان کی اصلاح کرتی اور آپ قول باری تعالی فما استمتعتم

به منهن الی اجل مسمی پڑھتے جس کو قول باری تعالی محصنین غیر مسافحین نے منسوخ ٹھہرایا اور عورت کی عصمت مرد کے ہاتھ میں دے دی جب تک چاہے اسے اپنے عقد میں رکھے اور جب چاہے اسے طلاق دے دے۔

3۔ طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے

قال کانت المتعة فی اول الاسلام (الی) حتی نزلت هذه الآیة " حرمت علیکم امهاتکم " الآیة فنسخ الاولی فحرمت المتعة و تصدیقها من القرآن الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم وما سوی هذا الفرج فهو حرام۔

(در منثور جلد ۲ ص ۱۴۰ و کذافی الترمذی جلد ۱ ص ۲۱۳)

یعنی متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا (جس طرح پچھلی روایت میں تفصیل مذکور ہوئی وہ یہاں بھی ہے) حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حرمت علیکم امهاتکم الآیة تو اس نے پہلے حکم کو منسوخ ٹھہرا دیا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے یہ ارشاد خداوندی کر رہا ہے۔

" الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم" کہ فلاح پانے والے مومن وہ ہیں جو اس صفت کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر اور ان دو کے علاوہ ہر فرج حرام ہے۔

4 ۔ وروی ایضا انه قال عند موتة اللّٰهم انی اتوب الیک من قولی فی المتعة و الصرف۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۴۹۔ ابو السعود ج ۳، ۱۱۷)

اور حضرت ابن عباس کے متعلق مروی ہے کہ انھوں نے وفات کے قریب کہا اے اللہ ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں متعہ کے بارے میں اپنے قول سے اور بیع الصرف کے قول سے ۔ وقع الجماع بعد ذلک علی تحریمها من جمیع العلماء الا الروافض و کان ابن عباس یقول باباحتها۔

(نووی مع مسلم ج ا،ص ۴۵۰)

بعد ازاں متعہ کی حرمت پر تمام علما کی طرف سے اجماع و اتفاق ہو گیا سوا روافض کے ، اور حضرت ابن عباس پہلے اباحت کے قائل تھے ۔

5 ۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کہا ۔ روی عنه انه رجع عن ذلک۔

(فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے جواز متعہ کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

6 ۔ ابن بطال مالکی نے کہا ۔ روی عنه الرجوع باسانید ضعیفة۔ (فتح الباری ج پ، ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جواز متعہ کے قول سے رجوع مروی و منقول ہے اگرچہ ان روایات کی اسانید ضعیف ہیں ۔

7 ۔ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ج ۱۷، ص ۲۴۶ پر صاحب مفہم کے حوالے سے نقل کیا ہے ۔

" اجمع السلف و الخلف علی تحریمها الا ماروی عن ابن عباس و روی عنه انه رجع " تمام اسلاف و اخلاف کا متعہ کی

حرمت پر اجماع ہے صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جواز کا قول منقول ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

8 ۔ امام ابن ہمام نے فرمایا ۔ " و ابن عباس صح رجوعه بعد ما اشتهر عنه من اباحتها ۔ (فتح القدیر ج ۳، ص ۱۵۱)

9 ۔ علامہ ابن نجیم نے (بحر الرائق ج ۳، ص ۱۰۸) میں فرمایا " و ما نقل عن ابن عباس من اباحتها فقد صح رجوعه " اگرچہ مشہور قول ان کا متعہ کی اباحت ہے لیکن ان کا اس قول سے رجوع کرنا صحیح طریقہ پر ثابت ہے ۔

ف ۔ ابن بطال کے قول میں اسانید ضعیفہ کا ذکر ہے لیکن تعدد طرق ضعف کو دور کر دیتا ہے لہذا صحت رجوع میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی ۔ علی الخصوص امام ترمذی کی تصریح کے بعد ۔

10 ۔ امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی اکرم ﷺ کا حکم تحریم نقل کرنے کے بعد فرمایا ۔

و فی الباب عن سبرة الجهنی و ابی هریرة حدیث علی حدیث حسن صحیح و العمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرهم وانما روی عن ابن عباس شئی من الرخصة فی المتعة ثم رجع عن قوله حیث اخبره عن النبی ﷺ ۔ (ج ۱، ص ۱۳۳)

حرمت متعہ کے باب میں حضرت سبرۃ جہنی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایات ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث حسن صحیح ہے اور تمام اہل علم اصحاب نبی اکرم ﷺ اور دیگر حضرات کا

عمل اسی پر ہے اور صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قدرے رخصت متعہ کے بارے میں منقول ہے پھر انھوں نے اس سے رجوع کر لیا جب کہ خود ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس کے حرام ہونے کی خبر دی۔

11۔ تفسیر مظہری میں سنن بیہقی کے حوالے سے مذکور ہے عن الزھری انه قال مامات ابن عباس حتی رجع عن فتواہ بحل المتعة۔ وکذا ذکر ابو عوانه فی صحیحه۔

(تفسیر مظہری ج ۲، ص ۷۶)

یعنی زہری سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس نے اپنے وصال سے قبل حلت متعہ والے فتوی سے رجوع کر لیا تھا

اور یہی مضمون ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے

الغرض ان تمام اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو سند اباحت اور دلیل جواز بنانا کسی طرح بھی روا اور جائز نہیں ہے۔

علی الخصوص جب کہ اباحت کا قول ان کے ذاتی استنباط و اجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے مقابل صریح الدلالہ اور صحیح ترین روایات مرفوعہ متصلہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسے حرام ٹھہرانا ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انھیں احادیث کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے انھیں اس فتوی سے باز رہنے کی تلقین کرنا ثابت ہے بلکہ سرزنش کرتے ہوئے فرمانا۔ انک رجل تائه تو حیران و سرگرداں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا انسان ہے کیوں کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حرام فرمایا ہے۔ کذافی صحیح المسلم۔ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح ارشادات اور اجماع نبوی کے ہوتے ہوئے اور حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سرزنش کے بعد بھی کسی طرح کا تمسک اور سہارا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے مل سکتا ہے جب کہ ان سے رجوع بھی ثابت ہو۔

اور صحیح السند روایات کے ساتھ اور اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو محض تعارض و تناقض اقوال ہی اس تمسک اور استدلال کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے کیوں کہ معروف قاعدہ ہے

"اذا تعارضا تساقطا" جب دلائل میں تعارض آجائے تو وہ درجہ اعتبار سے گر جاتے ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے متعہ کو جائز رکھنے والوں کی فہرست میں اضافہ کے لیے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حوالہ بھی دیا ہے (بحذف عربی) "خداوند عالم نے متعہ کے متعلق قرآن میں آیت نازل کی پھر اسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا اور رسول نے ہمیں متعہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس سے ممانعت نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا ان کی مراد یہ ہے کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی"

(تجلیات صداقت ص ۲۹۵۔)

الجواب القویم بفضل اللہ الرحیم۔ تفسیر کبیر کا حوالہ دے کر علامہ صاحب اپنے طور پر داد تحقیق اور حق تدقیق ادا کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فرد جرم عائد کر گئے مگر یہ نہ سوچا کہ تفسیر کبیر فن حدیث کی کتاب نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہو گا

وہ درجہ صحت تک بھی پہنچا ہوا ہو گا یا اس میں سہو و ذہول کا امکان نہیں ہو گا حقیقت حال یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طریق سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور ہے بھی متعہ کے متعلق مگر اس میں وجہ اشتباہ یہ ہے کہ متعہ نساء کے بارے میں نہیں بلکہ متعہ حج کے بارے میں ہے۔ صحیح مسلم کتاب الحج میں اس حقیقت کا بچشم خود مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ حج سے بھی منع کیا تھا اور آپ اس کو جائز سمجھتے تھے لہذا آپ نے اپنے نظریہ پر قرآن وسنت سے استدلال پیش کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو سرا سر اجتہاد اور ذاتی رائے قرار دیا جس میں کسی کو کلام نہیں بلکہ سبھی متعہ حج کے جواز پر متفق اور متحد ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے قران یعنی حج اور عمرہ کی ایک ہی ادائیگی کو اولی اور انسب قرار دیا کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی عمل بھی یہی تھا اور قرآن مجید میں بھی دونوں کو اکٹھا ادا کرنے اور اتمام تک پہنچانے کا حکم ہے اتموا الحج و العمرۃ للّٰہ ..... لیکن پہلے ایام حج میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا لہذا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس توہم کو عملی طور پر ختم کرنے کے لیے حج کا احرام باندھنے کے بعد حکم دیا کہ جن کے ساتھ ہدیہ کے جانور نہیں ہیں وہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دیں اور بعد ازاں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھیں تاکہ قولاً اور عملاً عمرہ کا ان ایام میں جواز اور عمرہ کا احرام کھول کر درمیان میں زیبائش اور بیویوں سے مجامعت وغیرہ کا جواز ثابت ہو جائے۔

لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ بہتر صورت ادائیگی حج کی یہی تمتع ہو بلکہ قرآن میں مشقت زیادہ ہے اور جتنی مشقت زیادہ ہو اتنا ہی اجر و

ثواب زیادہ ملتا ہے لہذا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے قران حج اور عمرہ کو زیادہ افضل سمجھتے ہوئے اس کا حکم دیا اور تمتع کے خلاف اولی ہونے کی وجہ سے اس سے منع فرمایا اور یا حج کا احرام باندھ کر پھر عمرہ کے افعال ادا کر کے اس کے فسخ کرنے سے منع فرمایا کیوں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شرعی طریقہ نہیں بتلایا تھا بلکہ ایک خصوصی مصلحت کے تحت وقتی طور پر یہ حکم جاری اور نافذ فرمایا تھا تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو معمول بنا لینے سے منع فرمایا۔ بہرحال اس روایت کو عورتوں کے ساتھ متعہ کے جائز ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا اس کا یہاں ذکر سرا سر تحکم اور سینہ زوری ہے اور بلاوجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف بغض و عناد کا اظہار ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی متعہ کی اباحت کے قائل حضرات میں شمار کرتے ہوئے کہا۔

جناب جابر بن عبد اللہ انصاری بھی اس کے جواز کے قائل و عامل تھے ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب جابر کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر متعہ حج اور متعہ نساء کے بارے میں عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر کے اختلاف کا تذکرہ کیا۔ جابر نے کہا...... ہم نے آنحضرت کے عہد میں دونوں متعوں پر عمل در آمد کیا ہے۔ بعد ازاں جب عمر نے اس کی ممانعت کر دی تو پھر ہم نے (بوجہ تقیہ) عود نہیں کیا۔

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم

رسول خدا اور ابوبکر کے زمانہ میں مٹھی بھر آٹا یا کھجور دے کر متعہ کرتے تھے یہاں تک کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی۔

(صحیح مسلم مع نووی ج ۱، ص ۴۵۱، تجلیات ص ۲۹۶-۲۹۵)

الجواب و منہ توفیق الصواب۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کردہ دونوں روایتوں سے صاف ظاہر کہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا اور ان کے منع کرنے کے بعد پھر کبھی متعہ کے قریب نہ گئے حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کو مدتیں گزر گئیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت بھی گزر گیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور امارت بھی۔ یزید پلید کے آنجہانی ہونے کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور امارت آپہنچا مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ اس متعہ کی ممنوعیت پر قائم ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متفق و متحد تو پھر اس کو سند جواز اور دلیل اباحت قرار دینے کا کیا جواز رہ جاتا ہے

مضحکہ خیز اضافہ۔ ڈھکو صاحب نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم امتناعی نافذ کرنے پر حضرت جابر کے متعہ نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ انھوں نے تقیہ کرتے ہوئے متعہ نہ کیا۔ مگر ان کے وصال کے بعد اتنا عرصہ بیت جانے پر تقیہ کرنے کا کیا مطلب؟ علاوہ ازاں یہ فعل علانیہ تو ہوتا نہیں حتی کہ شیعہ صاحبان اس عقد کے دوران بچی کے ماں باپ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتے تو حضرت جابر بھی اس پر خفیہ طور پر عمل پیرا رہتے نہ اس میں گواہ نہ اعلان و تشہیر۔ جب اس عمل متعہ کا دارومدار ہی تقیہ اور اخفا پر ہے تو از راہ تقیہ نہ کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے زنا حرام کیا ہے اور اس پر سنگین سزا بھی مقرر کر رکھی ہے۔ مگر لوگ پھر بھی زنا کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو

آخر عند اللہ اور عند الرسول جائز امر کے لیے اس قدر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی پابندی کیوں کہ ان کے وصال کے چوالیس پنتالیس سال کے بعد بھی اس کے قریب نہ گئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں قطعا تقیہ وغیرہ نہیں تھا بلکہ نسخ کا حتمی علم نہیں تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس کے منع کیے جانے کا اعلان کیا تو نسخ کا یقین ہو گیا اور سب صحابہ کا اس پر اتفاق بھی معلوم ہو گیا لہذا پھر اس کے قریب نہ گئے۔

علامہ نووی نے فرمایا

هذا محمول على ان الذى استمتع فى عهد ابى بكر و عمر لم يبلغه النسخ۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۵۱)

یعنی جن صحابہ سے یہ فعل سرزد ہوا تو ان کو منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوا تھا۔ لہذا یہ شہادت تو ڈھکو صاحب کے خلاف ہے اس کو اپنے حق میں سمجھنا خود فریبی بھی ہے اور عوام فریبی بھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے امیرالمومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجوزین متعہ میں شمار کرتے ہوئے کہا" حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان زبان زد خلائق ہے فرمایا اگر عمر متعہ کی ممانعت نہ کرتا تو سوائے کسی شقی و بدبخت کے (یا سوائے کسی شاذ و نادر آدمی کے) اور کوئی زنا نہ کرتا (تجلیات ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے متعہ کی حرمت کا اعلان کسی بھی صاحب علم پر مخفی نہیں ہے اور بخاری و مسلم جیسی مستند کتب حدیث میں

مروی و منقول ہے ، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ردوقدح اور سرزنش بھی کسی سے پوشیدہ نہیں اور اس حرمت کا اعلان بھی اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ خود سرور عالم ﷺ کی طرف سے نقل کیا ہے تو اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متعہ کو جائز سمجھنے کی نسبت کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حکم مناسب سمجھا وہ دیا مگر اب تو دور مرتضوی ہے آپ جو مناسب سمجھتے تھے اور اگر اس حکم سے خلق خدا کو جرم زنا سے بچایا جا سکتا تھا اور کتاب و سنت میں اس کی اباحت بھی موجود تھی تو آپ کا فرض تھا کہ متعہ کی اباحت و رخصت کا حکم دیتے اپنے دور حکومت میں آپکو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟

جو لوگ آپ کے لیے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابیوں اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف جنگ و جدال اور حرب و قتال تک سے گریز نہیں کرتے تھے وہ سراسر اپنی بھلائی اور عام اہل اسلام کی بھلائی پر مشتمل امر اور بالخصوص اخروی درجات و مراتب میں عظیم ترقی اور رفعت کے موجب و باعث امر میں کیوں کر مخالفت کر سکتے تھے لہذا آپ کو فرمان باری تعالیٰ " تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر " پر عمل کرتے ہوئے اس کار خیر کا ضرور حکم دینا چاہیے تھا اور اس کی بندش سے پیدا ہونے والے مفاسد کا سد باب کرنا چاہیے تھا اور فرمان باری تعالیٰ " لا یخافون لومة لائم " کسی کی تنقید اور اعتراض و انکار کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے تھا لیکن ہے کوئی شیعہ جو ہوش و خرد کے ہوتے ہوئے یہ دعوی کر سکے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنے دور خلافت میں مباح قرار دیا تھا بلکہ شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی صاف صاف اقرار کرتا ہے

کہ آپ از راہ تقیہ متعہ کی حرمت کا اعلان کرتے تھے ۔ ملاحظہ ہو۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

عن زید بن علی عن آبائه عن علی علیهم السلام قال حرم رسول اللّٰه ﷺ یوم خیبر لحوم الحمر الاہلیة و نکاح المتعة۔

فان هذه الروایة وردت مورد التقیة و علی ما یذهب الیه مخالفوا الشیعة...... ۔ (تہذیب الاحکام ج ۷، ص ۲۵۱)

یہ نظریہ شیعہ کو مبارک ہو ہم تو صرف اور صرف یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو زبان سے فرماتے تھے وہی ان کا حقیقی نظریہ ہوتا تھا اور شیر خدا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے ڈر نہیں سکتے تھے اور ڈرتے تھے تو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب کہلانے کے حق دار نہیں ہو سکتے تھے ۔ نعوذ باللہ منہ ۔ اصولی بات تو یہ ہے کہ اصح ترین روایات اور کتب صحاح کے مقابل و مناقض جو روایت ہو اس کی تاویل ہو سکے تو فبہا ورنہ اس کو رد کر دیا جائے گا ۔ لہذا یہ روایت مردود اور ناقابل اعتبار ہے اور یا اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ فی الجملہ متعہ جائز رہتا تو اس میں یہ مصلحت حاصل ہوتی لیکن ایک شے میں متعدد پہلو خیر و شر کے لحاظ سے ہوتے ہیں ۔ خیر والے پہلو کے پیش نظر اس کی آرزو بھی کی جا سکتی ہے اور شر والے پہلو کے لحاظ سے نفرت و کراہت بھی مثلا موت کی آرزو لقاء خداوندی کے تحت جائز ہے اور مصائب و آلام سے گھبرا کر منع ہے لہذا متعہ کا جواز برقرار رہنا زنا سے مانع ہونے کی وجہ سے بہتر تھا لیکن شرفاء کی عزت و ناموس کے خلاف ہونے اور نسب و نسل کا ضیاع عورتوں کے نان و نفقہ وغیرہ سے محرومی کی وجہ سے اس میں قباحت تھی لہذا اس کو ممنوع

ٹھہرانے میں آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتفاق و موافقت فرمائی نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں مخالفت فرمائی اور نہ اپنے دور حکومت میں۔

اعتذار شیعہ اور اس کی لغویت

چونکہ حضرت امیر کے ہم زمان سیرت شیخین کے معتقد تھے اور اس کی مخالفت کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا آپ اپنے دور خلافت میں بھی ان کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے ورنہ سبھی چھوڑ جاتے اور آپ تنہا رہ جاتے یا قلیل ترین مخلص شیعہ۔ (احتجاج طبرسی، مجالس المومنین) بلکہ خود علامہ ڈھکو صاحب نے تنزیہ الامامیہ پر بھی یہی عذر بیان کیا ہے لیکن یہ عذر کئی وجہ سے لغو اور باطل ہے۔

اول — اگر امربالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہو سکے تو امامت اور خلافت کا بار گراں سر لے کر عام اہل اسلام کی عملی اور اعتقادی کوتاہیوں کو اپنے ذمہ لینا بہت بڑا خسارے کا سودا ہے۔

دوم — اس عذر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو سراسر ناقص پست غیر معتبر اور ناقابل اعتداد گردانا لازم آتا ہے۔ یعنی ان کی کوئی مانتا تھا اور نہ سنتا تھا۔ ان کے کہنے پر عمل کس نے کرنا تھا تو اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واضح کھلی توہین و تحقیر ہے جو عقل مند دشمن بھی قبول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ صاحب ہوش و خرد مومن جن لوگوں نے ان کو مسند خلافت اور منصب امامت سونپا تھا ان کا مقصد کیا تھا؟ مخالفت کرنا یا اطاعت کرنا اور جن اکابرین سے جنگ لڑی وہ اپنے شوق سے یا آپ کے حکم سے۔

سوم — نیز اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں متعہ حرام نہیں کیا گیا تھا تو آپ صدیق اکبر کا عمل بلکہ ان کے آقا اور مولا کا عمل پیش کر کے اپنا موقف مدلل اور مبرہن انداز میں پیش کر سکتے تھے اور ہر کسی کے لیے چون و چرا کی تمام راہیں مسدود کر سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا اقدام نہ کر کے اس کی حرمت اور عدم جواز پر مہر تصدیق لگا دی۔

اجماع اہل بیت کے دعوی کی لغویت

جب یہ حقیقت ذہن نشین ہو چکی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور حکومت میں بھی متعہ کے جواز و اباحت کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی علانیہ اس طرح کا قول کیا بلکہ تقیہ کیے رکھا اور عام اہل اسلام کے ساتھ موافقت فرمائی تو اہل تشیع کا یہ دعوی بھی لغو وباطل ہو کر رہ گیا کہ متعہ کی اباحت اور جواز پر تمام اہل بیت مجتمع اور متفق ہیں کیونکہ صاحب اقتدار و اختیار ہستی برملا حرمت اور عدم جواز کا اعلان کرتی رہی تو دوسرے آئمہ کرام جو مسند اقتدار و اختیار پر فائز نہیں تھے وہ اس کی اباحت اور جواز کا اعلان کس طرح کر سکتے تھے لہٰذا یقینی امر یہی ہے کہ جو مذہب اہل بیت کرام کا ظاہر اور معروف تھا اور جو ان سے تواتر اور توارث کے ساتھ ثابت ہے، وہ صرف اور صرف متعہ کی حرمت اور عدم جواز ہے اور اس کے برعکس جو کچھ ہے وہ محض ان دو چار راویوں کی کارستانی ہے جن کو امام جعفر صادق اور دیگر حضرات نے یہود و مجوس اور مشرکین اور اہل تثلیث سے بھی بدتر قرار دیا تھا لہٰذا ان روایات میں نہ کوئی وزن اور نہ ہی وہ اعتداد و اعتبار کے لائق ہیں بلکہ ان کا مقصد وحید

اہل اسلام میں فکری انتشار اور عملی گراوٹ پستی اور رذالت پیدا کرنا تھا اور انھیں نادانستہ طور پر یہود و مجوس کی راہ و روش پر گامزن کرنا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہو گئے تھے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

شہادات اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتماد

علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا "شہادت کا سب سے بڑا کورس چار عدد کا ہے۔ ان چار معتبر شہادات سے ثابت ہو گیا کہ متعہ والی آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہے۔ اگر نسخ کی کوئی اصلیت ہوتی تو کس طرح ان حضرات سے پوشیدہ رہ سکتی تھی؟ (تجلیات صداقت ۲۹۶)

الجواب بفضل الوہاب: علامہ موصوف بلاوجہ شہادت کے چکر میں پڑ گئے اول تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان چار حضرات کی شہادت تب بنتی جب براہ راست وہ ڈھکو صاحب کے پاس بیان دیتے تو وہ قطعاً باطل ہے اور اگر کوئی چیز اس طرح کی ثابت ہوئی ہے تو وہ راویوں کی وساطت سے ہے اور محدثین کی نقل ہے جس سے وثوق اور اعتماد میں کمی آ سکتی ہے کیونکہ راوی اور ناقل عادل بھی ہوتے ہیں اور ضعیف بلکہ کاذب بھی اور سبھی محدث بھی ہم پلہ نہیں ہیں۔ لہٰذا بخاری و مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ جیسی ممتاز اور مستند کتب حدیث میں جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حرمت کی تصریح موجود ہے تو پھر غیر معتبر اور غیر مستند کتب کی معارض و مناقض روایات کیونکر قابل قبول اور مفید مدعا ہو سکتی ہیں اور جواز متعہ کی شہادت کیسے بن سکتی ہیں اور ان سر آمد روزگار محدثین کے بیان کے بعد

دوسرے کسی محدث کا مخالف قول کیا وزن رکھتا ہے

دوم: ان حضرات کی طرف منسوب روایات کا وہ معنی و مفہوم ہی نہیں جو ڈھکو صاحب نے سمجھا بلکہ اس کی حقیقت اور ان حضرات کا نظریہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ جو علامہ صاحب کے قطعاً موافق نہیں ہے لہٰذا ان کو آخری کورس قرار دینا تو دور کی بات ہے۔ اس میں ایک کی بھی شہادت نہیں پائی گئی۔ جب ان کے بیانات میں آیت کی متعہ کے جواز پر دلالت کا بھی ذکر نہیں ہے تو اس کا محکم ہونا اور غیر منسوخ ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیت کا ذکر ہے اور اس کے ناسخ کی نفی کا بھی۔ لیکن وہ تو متعہ حج کے متعلق ہے نہ کہ متعہ نساء کے متعلق۔ لہٰذا یہ علامہ صاحب کی سرا سر سینہ زوری اور تحکم ہے اور دیانت و انصاف کا خون ناحق۔ علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منع کرنے پر ہم نے متعہ ترک کر دیا۔ تو وہ گواہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رد فرمایا اور انہیں حیران سرگرداں شخص قرار دیا تو اگر ایسی شہادات سے دعوی ثابت ہو سکتے ہیں تو پھر شیعی عدالت میں سے کوئی دعوی خارج ہو ہی نہیں سکے گا۔ کیا اسی کو اجتہاد اور تحقیق و تدقیق کہتے ہیں۔

سوم۔ اگر چار کا عدد پورا ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قطعاً اس کی حرمت کا نفاذ نہ کرتے۔ کیونکہ آپ کا مطالبہ بھی یہی تھا کہ اگر چار گواہ اس پر پیش کر دیئے جائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حرام فرمانے کے بعد پھر حلال فرمایا ہے تو میں اس کی حرمت کو نافذ نہیں کرتا۔ وگرنہ آج کے بعد جو شخص شادی شدہ متعہ کرے گا میں اس کو سنگسار کرا

دوں گا۔ (ملاحظہ فرمایئے (ابن ماجہ ص ۱۴۱)

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما قال لما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول اللّٰہ ﷺ اذن لنافی المتعة ثلاثًا ثم حرمھا واللّٰہ لا اعلم احدًا یتمتع و ھو محصن الا رجمتہ بالحجارة الا ان یاتینی باربعة یشھدون ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احلھا بعد اذ حرمھا۔ (ابن ماجہ ص ۱۴۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ والئ خلافت و امارت بنائے گئے تو آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ بے شک رسول خدا ﷺ نے ہمیں تین دن کے لئے متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس کو حرام قرار دے دیا بخدا میں کسی کے متعلق اگر معلوم کر لوں کہ اس نے متعہ کیا ہے اور وہ شادی شدہ بھی ہے تو میں اس کو سنگسار کر دوں گا۔ مگر یہ کہ وہ چار گواہ پیش کرے جو کہ اس امر کی گواہی دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد پھر اس کو حلال کر دیا تھا۔

مگر آپ کے اس اعلان کے باوجود چار تو کجا دو گواہ بھی دستیاب نہ ہوئے بلکہ سبھی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس روایت کردہ حدیث پر آپ کے ساتھ موافقت فرمائی اور اس کو تسلیم کیا اور متعہ کی حرمت پر اجماع صحابہ منعقد ہو گیا۔ لہٰذا کتاب و سنت کی شہادت اور اجماع صحابہ کے بعد اس کی حرمت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور نہ کسی شہادت سے اس کا جواز ثابت کیا جا سکتا ہے۔

اعتراف جرم کس کا؟

علامہ ڈھکو صاحب "نے عمر بن الخطاب کا اعتراف جرم" کا عنوان قائم کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف اس ناپاک قول کی نسبت کی ہے چنانچہ علامہ ڈھکو صاحب لکھتے ہیں۔ "حقیقت یہ ہے کہ یہاں مدعی ست اور گواہ چست والا معاملہ ہے انھوں نے اس قدر تاویلات رکیکہ صرف عمر کی گرتی ہوئی پوزیشن کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کے سلسلہ میں کی ہیں کہ کبھی روایت سے نسخ کا نظریہ اختیار کیا ہے...... مگر جناب عمر ڈنکے کی چوٹ برسر منبر یہ اعلان کرتے ہیں متعتان کانتا مشروعتین فی عھد رسول اللّٰہ و انا انھی عنھما متعة الحج و متعة النکاح۔
(تفسیر کبیر ج ۳، ص ۲۸۹)

دو متعے رسول کے زمانے میں جائز تھے مگر میں ان سے ممانعت کرتا ہوں ایک متعہ حج اور دوسرا متعہ نکاح۔

شرح فاضل قوشجی (ص ۴۸۴ طبع ایران) پر بجائے انی کے "و انا احرمھما" موجود ہے کذا فی المحاضرات للراغب (میں ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں) اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷-۱۳۶ طبع مصر پر اولیات عمر کے ضمن میں تصریح کی ہے کہ اول من حرم المتعة عمر پہلا شخص ہے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا۔

لیجئے اب تو یہ حقیقت بالکل واضح و عیاں ہو گئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص رمز و مصلحت کے ماتحت (کہ رموز مملکت خویش خسروان دانند) متعہ کو حرام قرار دیا ورنہ خدا و رسول نے اسے حلال

قرار دینے کے بعد اسے ہرگز حرام قرار نہیں دیا ورنہ عمر حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف دینے کے بجائے خدا و رسول کی طرف دیتے ۔ اب مسلمانوں کی مرضی ہے کہ وہ خدا ورسول کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کریں یا عمر کا فیصلہ مان کر اسلام کا جوا گردن سے اتار دیں

؎ بس اک نگاہ پہ ٹھرا ہے فیصلہ دل کا

و من یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی یتبع.... نوله ما تولی و نصله جهنم و ساءت مصیرا۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کو حرام قرار دینے والے عمر کو خدا و رسول سے زیادہ مانتے ہیں۔ (تجلیات ص ۲۹۷-۲۹۶)

الجواب السدید ومنه التوفیق: قبل ازیں آیات کلام مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے متعہ کی ممنوعیت واضح ہو چکی اور کتب شیعہ سے بھی ممنوعیت کی روایات حضرت علی المرتضیٰ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما و دیگر اکابر اہل بیت کے حوالہ سے نقل کی جائیں گی اور ابھی ابھی ناظرین کرام نے ابن ماجہ شریف کی روایت میں ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے متعہ کی ممنوعیت بیان فرمائی اور ساتھ ہی مطالبہ کیا کہ اس کی ممنوعیت کے بعد کسی کو اس کا حلال ٹھہرایا جانا معلوم ہو تو وہ چار گواہ اسپر پیش کرے لیکن مرکز اسلام مدینہ منورہ میں ہزاروں صحابہ کرام کی موجودگی میں چار گواہ دستیاب نہ ہو سکے بلکہ ایک نے بھی اٹھ کر نہ کہا کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا کہ وہ اس کو حرام فرمانے کے بعد مباح اور جائز قرار دے رہے تھے حتی کہ اسد اللہ الغالب فاتح خیبر علی

المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شہادت نہ دی۔ بلکہ اپنے دور خلافت میں بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے اس کا حکم تحریم نقل فرماتے رہے جس سے اجماع صحابہ بمعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واضح ہو گیا اور اس آیت کا مصداق خود ڈھکو صاحب اور دیگر دلدادگان متعہ قرار پائے جو اس نے نقل کی ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساء ت مصیرا۔

جو شخص بھی راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور مومنین کی راہ کے علاوہ دوسری راہ پر چلے گا تو وہ جدھر پھرے گا ہم اس کو ادھر ہی پھیر دینگے اور اسے جہنم واصل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے اور یہ بھی واضح کہ متعہ کے شائقین کو خدا اور رسول اور آئمہ کرام سے متعہ مقدم ہے۔ اس کے خلاف کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور کیوں نہ ہو حبک الشئی یعمی و یصم جس چیز کی محبت ہو تو اس کے بارے میں انسان اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ یعنی نہ اس میں عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی تنقید اور بیان و تقریر اس کے خلاف سن سکتا ہے۔

متعہ کو حرام کرنے والا کون ہے؟

ابن ماجہ شریف کی روایت سے ثابت کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ تصریح فرمائی کہ تین دن کے لئے اس کو رسول خدا صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم نے مباح فرمایا بعد ازاں اس کو حرام کر دیا۔ اور قبل ازیں بھی فتح الباری، بیہقی کے حوالے سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے منع فرمانے کی تصریح فرمائی مزید مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ فرمالیں۔

اخرج البیهقی عن عمر رضی اللہ عنہ انه خطب فقال ما بال رجال ینکحون هذه المتعة و قد نهی رسول الله ﷺ عنها الا اوتی باحد نکحها الا رجمته۔

(در منثور ج ۲، ص ۱۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے ؟ جو یہ متعہ کرتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی۔ میرے پاس جو شخص بھی ایسا لایا گیا جس نے متعہ کیا ہو گا تو میں اس کو سنگسار کر دوں گا۔

ابن ماجہ، سنن بیہقی، ابن المنذر، در منثور وغیرہ کے اندر مذکور اس تصریح کے بعد کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برسر منبر یہ اعلان کیا کہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے متعہ کو ممنوع اور حرام ٹھہرایا ہے پھر بھی یہی رٹ لگاتے جانا کہ متعہ کو صرف اور صرف عمر بن الخطاب نے اپنی طرف سے حرام کیا ہے اور اسے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حرام نہیں کیا ڈھٹائی اور بے حیائی کی انتہا ہے۔ اس لئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا

ان عمر لم ینه عنها اجتهادا و انما نهی عنها مستندا الی نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم و قد وقع

التصریح بذلک فیما اخرجه ابن ماجة.... و اخرج ابن المنذر والبیهقی.....۔ (فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۷)

بے شک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ سے از روئے اجتہاد نہی نہیں فرمائی بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف اس نہی اور ممنوعیت کی نسبت کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا اور اس نسبت کی تصریح ابن ماجہ، ابن المنذر اور بیہقی کی نقل کردہ روایات میں موجود ہے۔

قال الطحاوی خطب عمر فنهی عن المتعة و نقل ذلک عن النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فلم ینکر علیه ذلک منکر و فی هذا دلیل علی متابعتهم له علی مانهی عنه۔ (فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۸)

امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا اور متعہ سے منع کیا اور اس ممنوعیت اور حرمت کو نبی اکرم ﷺ سے نقل فرمایا تو کسی منکر نے اس حکم اور نقل میں آپ پر انکار اور اعتراض نہ کیا لہٰذا اس اس امر کی بین دلیل ہے کہ سب نے متعہ کی ممنوعیت میں آپ کی موافقت و متابعت فرمائی لہٰذا اس کو صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے قرار دینا قطعاً غلط ہے اور خلاف دیانت و امانت۔

ان روایات کی روشنی میں ڈھکو صاحب کی منقولہ عبارات کا مفہوم بھی بالکل بے غبار ہو گیا کہ متعہ نساء سید عالم ﷺ کے دور میں مباح تھا اور پھر آپ نے ہی اس کو حرام کر دیا لہٰذا میں اس سے منع کرتا ہوں اور پوری شدت کے ساتھ حتیٰ کہ کسی کو اس کا مرتکب پایا گیا تو سنگین سزادوں گا چونکہ اس قسم کا اعلان تحریم اور اس کے ارتکاب پر اس طرح کی سنگین سزا کی دھمکی

پہلے نہیں پائی گئی تھی لہٰذا اول من حرم المتعۃ کا معنی بھی واضح ہو گیا اور انا انہی یا انا احرم کا معنی بھی کہ میں اس نہی اور حرمت کو نافذ کر رہا ہوں اور میں نے نبی اکرم ﷺ کے حرام ٹھرانے کا بھرے مجمع میں اعلان کر کے عذر ختم کر دیا لہٰذا اس سابقہ اباحت کی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے اور نہ لاحقہ تحریم اور ممنوعیت سے کسی کو بے خبر رہنا چاہیے اور دوسرے مقام پر بھی اس امر کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ نائب اور خلیفہ کی طرف بھی احکام کی نسبت جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث " (الاعراف ۱۵۷) رسول خدا ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہراتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام حالانکہ دوسری جگہ فرمایا " ان الحکم الا للّٰہ " (الانعام ۵۷) کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم " (النساء ۵۹) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول خدا اور امراء و حکام کی اطاعت کرو لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی امر اور خلیفہ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کی اطاعت اہل اسلام پر لازم تھی۔

لہٰذا اپنی طرف بھی نسبت دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح رسول خدا ﷺ نے اسے حرام فرمایا اور ان کی اطاعت لازم میں بھی اس کی حرمت کو نافذ کر رہا ہوں لہٰذا میری اطاعت بھی تم پر لازم ہے تو جس طرح تحلیل و تحریم کی نسبت سے رسول اکرم ﷺ کی طرف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کو حرام نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کرنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اسے رسول

معظم ﷺ نے حرام نہیں فرمایا۔

عجیبہ " انا انہی " یا " انا احرم " .... بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور " ثم حرمھا " اور " قد نہی عنھا " بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور سبھی کا مطالعہ بھی ڈھکو صاحب نے کیا ہوا ہے اور بایں ہمہ وہ یہ دعوی بھی کرتے ہیں (لیجیئے اب تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص چیز و مصلحت کے تحت متعہ کو حرام کر دیا تھا۔ (تا) ورنہ حضرت عمر حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف دینے کی بجائے خدا اور رسول کی طرف دیتے تو اس سے بڑھ کر اندھیر گردی کیا ہو سکتی ہے اور دیانت و امانت کی دنیا میں ایسے دعاوی کا کیا وزن اور اعتبار ہو سکتا ہے ؟ اور اس تفرقہ اور تقسیم کا کیا جواز ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص کا ایک قول معتبر اور حجت و سند اور اسی کا دوسرا قول ناقابل التفات و اعتبار) وہ حقیقت تو قطعاً واضح نہ ہوئی جو ڈھکو صاحب واضح کرنا چاہتے تھے۔ البتہ یہ حقیقت ضرور واضح ہو گئی کہ علامہ موصوف سخت بددیانت اور انتہائی خیانت پیشہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان اور صحابہ کرام کی تصدیق و تائید

جب حضرت عمر الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسر منبر یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ متعہ کو رسول مکرم ﷺ نے حرام فرمایا ہے اور میں بھی اس کی حرمت کا اعلان کر رہا ہوں اور اس کے بعد کسی کے لیے لاعلمی اور بے خبری کا عذر قابل قبول نہیں ہو گا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اگر اس کو حرام نہیں سمجھتے

تھے اور رسول خدا ﷺ کی طرف تحریم، منع اور نہی کی نسبت کو غلط سمجھتے تھے تو ان پر فرض تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حقیقت حال واضح کرتے اور ان پر ان کی غلط فہمی عیاں کرتے اور ان کے اس الزام کو دین میں مداخلت سمجھتے ہوئے مسترد کرتے کیوں کہ اس امت کی شان ہی یہی ہے ۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر (آل عمران ۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا کی گئی ہو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو لیکن اس خیرامم کا سراپا خیر اور بھلائی کا دور یعنی قرن اول اور مہاجرین و انصار اور اصحاب نبی ﷺ اس اعلان کو سن کر خاموش ہیں بلکہ سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور پہلے منسوخی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اس فعل کا مرتکب ہو بھی جاتا تھا تو اب قطعی طور پر اس سے الگ ہو چکا ہے جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ۔ اندریں حالات ڈھکو صاحب ہی بتلائیں کہ مہاجرین اور انصار نے جناب عمر کا حکم مان کر اسلام کا جوا گردن سے اتار پھینکا تھا یا وہ کامل مومن رہے اور واجب التقلید ۔ خود اس کی ذکر کردہ آیت بتلا رہی ہے کہ مومنین کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلنے والا جہنم کی راہ پر گامزن ہے اور مومنین اولین کی اجماعی راہ تو متعہ سے احتراز و اجتناب اور اس کو حرام اور ممنوع سمجھنا ہے لہذا متعہ کے دلدادگان نے اسلام کا جوا گردن سے اتار پھینکا ہے نہ کہ اس کی حرمت کے قائلین نے وہ تو خیر الامت کے خیر القرون کے نقش قدم پر چل رہے ہیں و الحمد للہ علی ذلک علامہ ڈھکو صاحب نے تفسیر کبیر کے حوالے سے جو عبارت ذکر کی اس کے ساتھ ہی صاحب تفسیر کبیر کا بصیرت افروز اور رافضیت سوز استدلال متعہ کی حرمت پر

موجود ہے ۔ ذرا سنیں اور صحابہ کرام کا راستہ معلوم کریں ۔

رازی علیہ الرحمہ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ دو متعے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں تھے میں ان سے منع کر رہا ہوں اور اس کے مرتکب کو سزا دوں گا ۔

متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ ﷺ انا انہی عنہما و اعاقب علیہما (تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۵۰) متعہ کے حرام ہونے کی بین دلیل ہے کیوں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پہلے ہی سے متعہ کی حرمت کو جانتے تھے لہذا خاموش رہے یا متعہ کو تو حلال سمجھتے تھے لیکن دین کے معاملے میں مداہنت اور بے پرواہی سے کام لیتے ہوئے خاموش رہے اور یا قبل ازیں متعہ کی اباحت یا حرمت کا انہیں علم ہی نہیں تھا ۔ تیسری صورت کے متعلق فرمایا فہذا ایضا باطل لان المتعۃ بتقدیر کونہا مباحۃ تکون کالنکاح و احتیاج الناس الی معرفۃ الحال فی کل واحد منہما عام فی حق الکل ۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ص ۵۰)

یعنی متعہ کے متعلق ان کی لاعلمی کا دعوی قطعا باطل ہے کیوں کہ مباح ہونے کی صورت میں وہ نکاح کی مانند ہوتا ہے اور لوگوں کی محتاجی نکاح اور متعہ کے بارے میں حصول معرفت کی طرف یکساں اور سب کو شامل ہے اور اس قسم کے معاملات کا مخفی رہنا ممنوع ہے بلکہ یہ امر واجب و لازم ہے کہ اس کی اباحت کا علم سبھی کو ہوتا بلکہ جس طرح سب کو معلوم تھا کہ نکاح مباح ہے اور منسوخ نہیں اس طرح یہ بھی معلوم ہونا ضروری کہ متعہ بھی مباح ہے اور منسوخ نہیں ہے دوسری صورت کے متعلق فرمایا و الثانی

يوجب تكفير عمر و تكفير الصحابة لان من علم ان النبى ﷺ حكم باباحة المتعة ثم قال انها محرمة محظورة من غير نسخ لها فهو كافر بالله و من صدقه عليه مع علمه بكونه مخطئا كافرا كان كافرا ايضا و هذا يقتضى تكفير الامة و هو على ضد قوله تعالى "كنتم خير امة" (ج ۱۰، ص ۵۰)

دوسری صورت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر لازم آتی ہے اور تمام صحابہ کرام کی تکفیر بھی۔ کیونکہ جس کو معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے متعہ کی اباحت اور جواز کا حکم دیا ہے پھر کہے کہ یہ حرام اور ممنوع ہے بغیر اس کے کہ وہ منسوخ ہوا ہو تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور جسے اس کی خطاکاری اور کفر معلوم ہو اور باوجود اس کے اس کی تصدیق و تائید کر دے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا تو اس طرح امت مصطفیٰ ﷺ کا کافر ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ لازم باطل ہے کیوں کہ فرمان باری تعالیٰ کنتم خیر امة کے سراسر خلاف ہے۔ جب امت کی خیریت و افضلیت اور شان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مخصوص من اللہ ہے تو جس کی تائید و تصدیق وہ کریں گے لامحالہ وہ بھی خطا اور بے راہ روی سے محفوظ ہو گا۔

و لما بطل هذان القسمان ثبت ان الصحابة انما سكتوا عن الانكار على عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لانهم كانوا عالمين بان المتعة صارت منسوخة فى الاسلام (تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۵۰)

جب وہ دونوں شقیں باطل ہو گئیں تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صرف اس لیے انکار نہ کیا کہ وہ اس

حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ متعہ اسلام میں منسوخ ہو چکا ہے۔

اس بیان صداقت نشان سے واضح ہو گیا کہ متعہ کی منسوخی کا اقرار واعتراف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی پوزیشن کو سہارا دینے کی کوشش کے لیے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام مہاجریں و انصار کی پوزیشن بچانے کے لیے ہے اور علی الخصوص حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی ہوئی پوزیشن بچانے کے لئے ہے جو "الحق مع علی و علی مع الحق" کی شان رکھنے والے ہیں کہ ان کا باطل اور کفر کے ساتھ اتفاق و اتحاد لازم نہ آئے اور تمام حاضرین اور سامعین کا ایک عمر بن الخطاب سے ڈر کر خدا و مصطفیٰ کے دین سے بے پرواہی اور مداہنت کا مرتکب ہونا لازم نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی اور قرآن کی پوزیشن مجروح نہ ہو اور اس کا جھوٹ اور کذب لازم نہ آئے۔

تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر۔ (آل عمران ۱۱۰)

مگر ڈھکو صاحب کی بلا سے جس جس مقدس ہستی پر زد پڑتی ہے پڑے صرف متعہ کی گنجائش نکل آئے۔ العیاذ باللہ۔ اس لیے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دور خلافت میں بھی صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ڈر سے اور خوف سے ازراہ تقیہ متعہ کو حرام قرار دیتے دکھایا ہے۔ لا حول ولا قوة الا باللہ

قول فیصل

شیعی اصول اور قواعد و ضوابط کے مطابق ہر مختلف فیہ مسئلہ میں آئمہ اہل بیت کا قول، قول فیصل اور حکم کی حیثیت رکھتا ہے تو ہم انہی کے اقوال سے ہی اس مسئلہ کا حل پیش کر دیتے ہیں قال الخطابی تحریم

المتعة کالاجماع الا عن بعض الشیعة ولا یصح علی قاعدتهم فی الرجوع فی المختلفات الی علی و آل بیته فقد صح عن علی انها نسخت و نقل البیهقی عن جعفر بن محمد انه سئل عن المتعة فقال هی الزنا بعینه
(فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۸)

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ متعہ کی حرمت اجماعی مسئلہ ہے صرف بعض شیعہ اس میں مخالف ہیں اور ان کے قاعدہ اور ضابطہ کی رو سے اس کی مخالفت کی کوئی وجہ جواز نہیں کہ مختلف فیہ امور میں حضرت علی اور ان کے اہل بیت علیہم الرضوان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے منسوخ ہونے کا اعلان فرمایا اور بیہقی نے امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے۔ کہ ان سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا "یہ بعینہٖ زنا ہے" اور شیعی کتب سے بھی اس کی ممنوعیت حضرت علی اور حضرت امام جعفر صادق کی زبانی نقل کی جائے گی۔ لہٰذا ڈھکو صاحب کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اعتراف جرم کی نسبت کرنا دراصل تمام مہاجرین و انصار اور آئمہ اہل بیت کو مجرم ماننے کے مترادف ہے نعوذ باللہ من ذلک۔

کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟

محمد حسین ڈھکو صاحب نے جوش متعہ میں حقائق سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا "صحابہ کرام کے اقوال کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوتا ہے کہ خدا و رسول نے متعہ کو حلال کرنے کے بعد ہرگز حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے۔
(تجلیات ص ۲۹۴)

صحابہ کرام مہاجرین و انصار اور آئمہ اہل بیت کا اجماع و اتفاق ملاحظہ کر لینے کے بعد دلدادگان متعہ کے یہ ناپاک کلمات صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب پاک میں گالی اور بکواس نہیں بلکہ ان تمام مقدس ہستیوں کو منافق قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ طرز اور شیوہ منافقین کا ہی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا "لا تفسدوا فی الارض" (البقرہ ۱۱) زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے "انما نحن مصلحون" ہم تو اصلاح کے در پے ہیں۔ مسلمان فسادی ہیں اور جب کہا جاتا "امنوا کما امن الناس" اس طرح ایمان لاؤ جیسے کہ کامل انسان ایمان لائے تو وہ کہتے "انؤمن کما امن السفهاء" کیا ہم اس طرح کا ایمان لائیں جیسے سفیہ اور بے وقوف لوگ ایمان لائے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دونوں دعووں کے رد میں فرمایا الا انهم هم المفسدون و لکن لا یشعرون" "الا انهم هم السفهاء ولکن لا یعلمون"
فسادی یہی منافق ہیں نہ مسلمان لیکن انہیں شعور نہیں اور ان کے

حواس معطل ہیں اور یہی سفیہ اور بے وقوف ہیں لیکن ان میں علم و دانش نہیں ہے۔

جس طرح ان منافقین کے مرض قلب کی وجہ سے ان کی سمجھ الٹی ہو گئی تھی اس طرح آج کے منافقین کی سمجھ بھی الٹی ہو گئی ہے۔ خدا و مصطفیٰ کی تحریم اور منع و نہی کے بعد اور اجماع صحابہ و اہل بیت کے بعد اس کو دوبارہ مباح ٹھہرانے اور اہل اسلام کو خدا و مصطفیٰ کا باغی بنانے کی کوشش اور اہل ایمان کی متفق علیہ راہ سے لوگوں کو ہٹانے کی ناپاک سعی منافقین کی بدترین سازش ہے ورنہ تحریم کے بعد اباحت کے ثبوت کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں مطالبہ کیا کہ چار آدمی اٹھ کر اس کی گواہی دیں کہ سید عالم نے اس کو حرام کرنے کے بعد حلال ٹھہرایا ہو مگر ایک شخص نے بھی اٹھ کر ایسی شہادت نہ دی۔

علاوہ ازیں جن احادیث میں پہلے پہل اباحت اور رخصت کا ذکر ہے۔ ان میں وقت کی تحدید اور تعیین کے ساتھ ہی مذکور ہے اور بعد ازاں حرام کیے جانے کی۔ اس لیے علامہ قرطبی نے فرمایا۔

الروایات کلها متفقة علی ان زمن اباحة المتعة لم یطل و انه حرم ثم اجمع السلف والخلف علی تحریمهاالا من لایلتفت الیه من الروافض (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۸)

تمام روایات اس حقیقت پر متفق اور متوافق ہیں کہ اباحت متعہ کا زمانہ طویل نہیں تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی حرمت کا اعلان فرمایا اور تمام سلف و خلف کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے ماسوائے روافض کے جن کا

قول ناقابل التفات ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور یہود ونصاریٰ کی عورتیں اور بچیاں قیدی بن کر بطور ملک یمین غازیان اسلام کے استعمال میں آگئیں جن کے لئے نہ نکاح کی ضرورت نہ چار چار کی پابندی نہ حق مہر اور نہ گواہ اور تشہیر وغیرہ کا تو انھوں نے اہل اسلام سے بدلہ لینے کے لیے ان کی بچیوں بہنوں میں اس قباحت کو عام کر دینے کی ناپاک کوشش کی اور ہزار ہزار کے ساتھ متعہ کو مباح ٹھہرا دیا اور گواہوں وغیرہ کی پابندیاں بھی ختم کر دیں اور چونکہ ان کا داؤ اس وقت تک چل نہیں سکتا تھا جب تک کوئی آڑ نہ ہوتی تو بقانون "لكل ضالة علة" اس گمراہی کے علت کے طور پر ایک منسوخ شرعی حکم کا سہارا لیا گیا جو مخصوص حالات میں محدود وقت کے لئے تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے اس کو حرام کر دیا گیا۔ لہٰذا علامہ ڈھکو صاحب کو اہل ایمان کے آئینہ ہائے صافیہ میں اپنی منافقانہ صورت نظر آئی مگر حبشی کی طرح اپنی صورت کو قبیح سمجھنے کی بجائے اسے شیشے کی قباحت معلوم ہوئی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی گستاخی

علامہ ڈھکو صاحب نے "ابن عباس و ابن زبیر کا عجیب مکالمہ" کا عنوان قائم کر کے حضرت عبد اللہ بن زبیر کی دوران امارت حضرت عبد اللہ بن عباس پر تنقید و تبصرہ کو نقل کرتے ہوئے کہا۔

ایک مرتبہ ابن زبیر نے ابن عباس پر طعن کرتے ہوئے کہا بعض وہ لوگ جو بصارت کی طرح بصیرت کے بھی اندھے ہیں وہ کہتے ہیں متعہ جائز ہے۔

عبد اللہ بن عباس جو نابینا ہو چکے تھے جب ان کے کانوں میں بھنک پڑی تو چونک کر کہا اپنی والدہ سے جا کر پوچھو کہ ان کے اور تمہارے والد (زبیر) کے درمیان جو آتش محبت تھی وہ کس طرح لگی ؟ اور پہلی رات کس طرح خوشبو سلگائی گئی ؟ (عقد فرید ابن عبداللہ اندلسی ج ۲، ص ۱۳۳ طبع مصر)

محاضرات راغب اصفہانی میں اس قدر اضافہ ہے کہ جب ابن زبیر نے گھر جا کر والدہ سے حقیقت حال پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ تم متعہ سے پیدا ہوئے ہو مخفی نہ رہے کہ عبد اللہ بن زبیر کی والدہ اسماء ہیں جو ابوبکر صاحب کی بڑی صاحبزادی اور ام المومنین عائشہ صاحبہ کی بڑی ہمشیرہ ہیں ۔
(تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

الجواب و منہ توفیق الصواب

علامہ ڈھکو صاحب کا اس حوالے کو یہاں درج کرنے کا مقصد سوائے بغض باطنی اور عداوت قلبی کے اظہار کے اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تولد ہجرت کے فورا بعد ہو گیا تھا یا زیادہ سے زیادہ بیس ماہ بعد ۔ اور متعہ کی حرمت کا حکم خیبر یعنی سات ہجری میں یا عند التحقیق فتح مکہ آٹھ ہجری کے موقعہ پر سرور عالم ﷺ نے دیا تو اندریں صورت بالفرض حقیقت حال وہی ہو تو بھی اس کے یہاں پیش کرنے سے متعہ کا جواز جس میں اہل اسلام اور شیعہ کا نزاع ہے وہ کیسے ثابت ہو گیا اور اس سے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا نسب و حسب پر کیا طعن لازم آیا جب کہ یہ عقد اس وقت حرام ہی نہیں تھا ۔ علاوہ ازیں عقد نکاح کے بعد خاوند بیوی میں جو محبت پیدا ہوتی ہے یا شب زفاف جو خوشبو وغیرہ سلگائی جاتی

ہے کیا وہ نا جائز ہے اور غیر اخلاقی فعل ہے ؟ جب علامہ ڈھکو کے والد صاحب نے ان کی امی سے متعہ یا نکاح کیا تھا تو دشمنی پیدا ہو گئی تھی یا بدبو پھیلانے کا انتظام کیا گیا تھا اور بھنگیوں کو انسانی غلاظت اس کمرے میں جمع کرنے کا آرڈر دیا گیا تھا اگر کسی میں اسلام و ایمان کی رمق بھی ہو تو اسے یہ نسبت دیکھ کر کہ حضرت اسماء کس کی بہن ہیں اور کس ہستی کی سالی ہیں ایسے تذکروں سے شرم آنی چاہیے کیوں کہ یہ اہل ایمان کی ماں کی بہن گویا خالہ کا معاملہ ہے اور سرور عالم کی بھی بہن کا معاملہ ہے کیونکہ سالیوں کو بہنوں کا درجہ حاصل ہے مگر جہاں نہ ایمان ہو اور نہ شرم و حیاء کا نام و نشان ہو وہاں اس قسم کے اخلاقی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی توقع بھی عبث ہے ۔ شیعہ مذہب میں اصل الاصول ہی یہی ہے کہ جو ہستی رسول اکرم ﷺ کے جتنی قریب ہے اور جس قدر عنایت اور نوازش محبوب خدا ﷺ کی اس پر ہے اسی قدر اس پر اس کو زیادہ مطعون کیا جائے اور سب و شتم گالی گلوچ اور طنز و تنقید کا نشانہ بنایا جائے اور ضرور ہونا بھی اس طرح چاہیے کیونکہ یہ مذہب یہودیت کا اور مجوسیت کا ملغوبہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

لتجدن اشد الناس عداوة للذين امنوا اليهود الذين اشركوا۔ (المائدہ ۸۲)

کہ تم ضرور بالضرور یہود اور مشرکین کو اہل ایمان کے ساتھ شدید ترین عداوت رکھنے والے پاؤ گے اگر یہ عنصر ان میں نہ ہو تو ان کا نسب بھی مشکوک ہو جائے اس لیے اپنی صحیح النسل ہونے کے ثبوت کے طور پر انہیں ایسی حرکات کرنی پڑتی ہیں ۔ اس لیے ڈھکو صاحب نے حضرت ابوبکر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت اسماء کی رشتہ داری بیان کرنی

ضروری سمجھی ' رہا حضرت ابن عباس کا اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا معاملہ تو وہ قریبی رشتہ دار بھی ہیں اور شرف صحابیت سے بہرہ ور اور تقریبا ہم عمر۔ لہٰذا ان کا باہمی معاملہ دو بھائیوں کا معاملہ ہے جس میں ہمارے دخل دینے کا جوئی جواز نہیں ۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا باہم دست و گریبان ہونا اور چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنا قرآن میں مذکور ہے ۔ مگر ہمارے لیے کف لسان اور سکوت کے بغیر چارہ نہیں ہے اور یہی حکم صحابہ کرام کے باہمی نزاع و جدال اور تلخ کلامی میں ہے ۔ لہٰذا اس کو اچھالنا اور ہوا دینا قطعا نازیبا بلکہ ناجائز ہے ۔

2 ۔ علامہ ڈھکو صاحب اگر روایات کے انکار پر آتے ہیں تو اپنی صحاح اربعہ اور علی الخصوص حضرت مہدی کی مصدقہ کتاب کافی کلینی کی روایات کی صحت کا انکار کر دیتے ہیں اور ایک ہی مضمون یعنی تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی دو ہزار سے زیادہ مستفیض و متواتر روایات کا' اور جب استدلال کرنے پر آتے ہیں تو غیر متداول اور رطب و یابس پر مشتمل تاریخی اور ادبی غیر مستند کتابوں کو قرآن کا درجہ دے لیتے ہیں خواہ وہ روایات صحاح ستہ کے مخالف ہوں بلکہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں اگر علامہ موصوف یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ روایات کے صحیح اور ضعیف ' موضوع اور اختراعی ہونے کا فیصلہ دے سکیں حتی کہ اپنی صحاح اربعہ کے خلاف بھی' تو انہیں ایسی ہستیوں کے متعلق اس قسم کی بے سروپا روایات کا سہارا لے کر اہل السنت کو الزام دینے کے بہانے ان مقدس اور بزرگ ہستیوں پر طعن زنی اور تنقید و اعتراض سے بھی گریز کرنا لازم ہے ۔

اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بلکہ

شہادت تک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کی زوجیت میں رہیں اور آپ کے بطن سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ صاحبزادے متولد ہوئے ۔ حضرت عبد اللہ ' عاصم ' عروہ ' منذرا ' اور مصعب رضی اللہ عنہم ۔ اور حضرت اسماء کی سکونت حضرت زبیر کے گھر رہی اور جملہ اخراجات حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی مہیا کرتے رہے اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی شخص سے آپ کا عقد نکاح قطعا ثابت نہیں تو اس صورت میں آپ کے حق میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ متعہ کا دعوی قطعا بے بنیاد ہے اور سراسر خلاف حقیقت

شیعی مورخ صاحب ناسخ التواریخ نے میدان جنگ میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باہمی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ جب اس ملاقات کا (ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو انہوں نے کہا۔

" وا زبیراہ بیچارہ خواہرم اسماء بیوہ گشت گفتند بیمناک مباش کہ علی را سلاح جنگ در بر نیست ہمانا با او سخنے خواہد گفت " (ناسخ کتاب الجمل ج سوم کتاب دوم ص ۵۵)

افسوس ہمارے زبیر پر' میری بہن اسماء بیوہ ہو گئی لوگوں نے کہا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سلاح جنگ نہیں ہیں ۔ صرف اتنی بات ہے حضرت علی حضرت زبیر کے ساتھ گفتگو کریں گے ۔

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ حضرت صدیقہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا تھا کہ کہیں جنگ کے لیے جمع ہوئے ہیں تو حضرت زبیر کے مقتول ہونے کی صورت میں میری بہن اسماء بیوہ ہو جائے گی اگر وہ مقتول نہ ہوئے تو پھر وہ بیوہ نہیں ہوں گی ۔ اسی شیعی مورخ نے ہجرت کے سال اول کے وقائع میں حضرت عبد

اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہا کا اپنی والدہ ام رومان اور ہمشیرگان حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہن کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضر ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا واسماء ذات النطاقین بعبد اللّٰه بن الزبیر حامل بود (ناسخ جلد اول کتاب دوم ص ۴۶)

اس دوران حضرت اسماء ذات النطاقین حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاملہ تھی اور لکھا۔ "ہم دریں سال عبد اللہ بن زبیر متولد شد و مسلمانان از ولادت او شاد شدند"

یعنی ہجرت کے پہلے سال ہی حضرت عبد اللہ بن زبیر متولد ہوئے اور ان کی ولادت سے اہل اسلام بہت خوش ہوئے کیونکہ یہود نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کر دیا ہے لہٰذا ان کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ مگر ان کی ولادت نے ان کے دعوی کو باطل کر دیا۔ لہٰذا اہل اسلام کو ان کی ولادت کی بہت خوشی ہوئی۔ الغرض یہ صورت حال حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح دوام کی واضح دلیل ہے اور اس کا خلاف سراسر وہم و مغالطہ ہے اور گمان فاسد۔

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کے لئے عقد کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ وہ کتاب محض ادب عربی سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں درج واقعات و حکایات یا روایات کی صحت وغیرہ کا اس نے قطعاً التزام و اہتمام ہی نہیں کیا نہ اس میں اسناد وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ راویوں کا حال معلوم کر کے اس روایت کی حیثیت متعین کی جا سکے۔

علاوہ ازیں وہ سنی مصنف ہی نہیں بلکہ شیعہ نظریات کا حامل ہے جیسے کہ

عقد فرید کے مقدمہ میں جناب احمد امین نے ذکر کیا ہے۔

وھوا میل الی التشیع فی اعتدال فیقص ما یعلی شان الطالبین فی رفق ولا یتخرج من ذکر ما لیس من مذہبہ۔ (مقدمہ ص ۹)

ابن عبد ربہ تشیع کی طرف زیادہ مائل ہے باوجود معتدل ہونے کے اور نرم انداز میں وہی کچھ بیان کرتا ہے جو طالبیوں (جناب ابو طالب سے نسبت قرابت رکھنے والوں) کی شان کو بلند و برتر کرنے کا موجب ہو اور جو کچھ اس کے مذہب اعتدال کے مطابق بھی نہیں ہوتا اس کے ذکر میں حرج محسوس نہیں کرتا۔

مزید برآں یہ کہ وہ یاوہ گوئی اور بے ہودگی سے بھی پہلو تہی نہیں کرتا اور مذہب و اعتقاد سے قطع نظر شریفانہ انداز بیان کو بھی اختیار نہیں کرتا۔

و ان کان ذوقه ینبوا احیانا فیروی من الھجر مالا یلیق۔ (مقدمہ عقد فرید از احمد امین ص ۹)

اگرچہ اس کا ذوق کبھی کبھا راہ استقامت سے دور ہو جاتا ہے اور وہ ہذیان اور بیہودگی پر مشتمل غیر متناسب اور ناموزوں امور کو روایت کر دیتا ہے
علاوہ ازیں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بھی اس کے متعلق تصریح موجود ہے"
لیکن اس کے باوجود ابن عبد ربہ پر تشیع کا غلبہ تھا۔"
(انسائیکلوپیڈیا ج ۱ ص ۵۹۵ سطر نمبر ۱۷ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی)

ایسے مصنف کے حوالے دے کر علامہ ڈھکو صاحب جس تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر رہے ہیں وہ بھی واضح ہو گئی اور یہ حقیقت بھی طشت ازبام ہو گئی کہ ڈھوکہ دہی کے فن میں بھی آپ یکتا ہیں اور اپنے مذہب کے غیر معروف

شیعہ قسم کے مصنفین کو سنی ظاہر کرکے عوام کو دام فریب میں مبتلا کرنے کی مذموم کوشش سے بھی باز نہیں رہتے۔

سوال: خود حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعہ کا اقرار منقول ہے جیسے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں ذکر کیا ہے کہ نسائی اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔

فعلناها علی عهد رسول اللّٰه .... ہم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں متعہ کیا۔ (مظہری ج ۲، ص ۷۴)

جواب اول: جمع کا صیغہ استعمال کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود متکلم بھی اس میں داخل ہو بلکہ بالعموم متکلم کلام سے خارج ہوتا ہے۔
کما هو المقرر فی موضعه۔

علاوہ ازیں جمع کا صیغہ بعض کے فعل پر بھی سچا آتا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض نے ابتداء میں دور دراز سفروں پر ہوتے ہوئے سرور عالم ﷺ کی اجازت سے محدود وقت کے لئے متعہ کیا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ لہٰذا ان بعض کا فعل بطور جمع متکلم کے صیغہ سے تعبیر کر دیا گیا جس طرح جائیداد کے لالچ میں قتل کئے جانے والے بنی اسرائیل کے فرد کے قتل کی نسبت تمام بنی اسرائیل کی طرف کر دی گئی قال تعالیٰ واذ قتلتم نفسا فادرء تم فیها۔ (البقرہ ۷۲)
حالانکہ اس کو صرف چچا زاد بھائیوں نے قتل کیا تھا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے انما انا و انتم عبید مملوکون لا رب غیره یملک منا مالا نملک من انفسنا و اخرجنا مما کنا فیه الی ما صلحنا علیه فا

بدلنا بعد الضلالة بالهدی و اعطانا البصیرة بعد العمی۔
(جلد ۱ ص ۵۳۹ مصری)

میں اور تم صرف اور صرف غلام مملوک ہیں اس رب کے جس کے علاوہ کوئی رب نہیں جو ہمارے نفوس کا اس قدر مالک ہے کہ ہم ان پر ملکیت نہیں رکھتے اور اس نے ہمیں اس حالت سے جس میں تھے نکالا اس حالت کی طرف جس پر ہم درست اور راست قدم ہیں پس ہمیں گمراہی اور ضلالت کے بدلے ہدایت عطا فرمائی اور بے خبری اور بے بصیرتی کے بعد دانائی اور بصیرت عطا فرمائی۔

حالانکہ اہل سنت اور شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ضلالت اور بے راہروی کا مرتکب قطعاً نہیں مانتے لہٰذا کتاب اللہ اور فرمان مرتضوی سے واضح ہو گیا کہ خود متکلم کا عموم کلام میں داخل ہونا اور صیغہ جمع کی وجہ سے ہر فرد کا اس فعل میں حقیقتاً شریک ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ لہٰذا محض ان الفاظ سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس فعل کا مرتکب ثابت کرنا تحکم اور سینہ زوری ہے۔

جواب دوم: قاضی ثناء اللہ نے اگرچہ اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن وہ خود تو محدث نہیں بلکہ انہوں نے نسائی اور طحاوی کا حوالہ دیا ہے لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اس روایت کے نقل کرنے میں خود ان کو یا کاتب کو سہو ہوا ہے اور غلطی لگی ہے۔ سنن نسائی کے کتاب النکاح کے باب المتعہ میں اس روایت کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ بلکہ کتاب الحج کے باب المتعہ میں بھی اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ گویا نسائی شریف کا حوالہ نہ متعۃ النسا کے لحاظ سے درست ہے اور نہ ہی متعہ حج کے لحاظ سے۔ حالانکہ جب نسائی کی

طرف مطلقاً کوئی روایت منسوب کی جاتی ہے تو اس سے یہی سنن صغریٰ المعروف بالمجتبیٰ ہی ہوتی ہے جو درسی کتاب ہے اور معروف و متداول ۔

رہا معاملہ طحاوی شریف کا تو اس میں بھی کتاب النکاح میں قطعا اس کا ذکر نہیں ہے ۔ البتہ کتاب الحج میں ہے ۔ لیکن متعۃ الحج کی روایت سے متعۃ النساء کے جواز پر استدلال کی لغویت محتاج بیان نہیں ہے اس لئے طحاوی کے حوالے سے بھی اس کا اس ضمن میں ذکر کرنا غلط محض ہے لہٰذا اس قسم کے غلط اور خلاف واقعہ حوالہ جات سے اتنی بڑی شخصیت پر تنقید و اعتراض اور ان کی توہین اور استخفاف کسی سنجیدہ فکر شخص کو بھی زیب نہیں دیتا چہ جائیکہ محقق عالم اور مجتہد العصر ہونے کے دعویدار کو ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق شیعی نظریہ

۱ ۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال سمعتہ یقول قال امیر المومنین علیہ السلام اللھم العن ابنی فلاں (عبد اللہ و عبید اللہ ابنی عباس) واعم ابصارھما کما اعمیت قلوبھما الاجلین فی رقبتہ و اجعل عمی ابصارھما دلیلا علی عمی قلوبھما ۔ (رجال کشی ص ۵۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امیر المومنین نے حضرت عباس کے ان دو بیٹوں عبد اللہ اور عبید اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے متعلق یہ بد دعا کی کہ اے اللہ ان

دونوں پر لعنت بھیج اور ان کی آنکھوں کو بھی اندھا کر جیسے کہ ان کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں کا اندھا ہونا ان کے دلوں کے اندھا ہونے کی دلیل بنا دے ۔

۲ ۔ امام زین العابدین سے ان کے متعلق یہ الفاظ ایک علمی مباحثہ میں نقل کئے گئے ہیں

لقد طمع الخائن فی غیر مطمع ۔ (رجال کشی ص ۵۳)

اس خیانت پیشہ نے ایسی جگہ کامیابی اور غلبہ کی حرص کی ہے جو اس کے طمع و حرص کا مقام نہیں یعنی ہم پر علمی مباحثہ میں غالب نہیں آ سکتا ۔

۳ ۔ حارث سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضرت) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بصرہ پر عامل بنایا تحمل کل مال فی بیت المال بالبصرۃ ولحق بمکۃ و ترک علیا علیہ السلام و کان مبلغہ الفی الف درھم (ص ۵۷)

انہوں نے بصرہ کے بیت المال میں جتنا مال تھا اس کو ازراہ خیانت جمع کر کے مکہ پہنچا دیا اور حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں جا بیٹھے اور اس مال کی قیمت بیس لاکھ درہم تھی جب آپ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور رو رو کر فرمایا ۔

ھذا ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علمہ و قدرہ یفعل مثل ھذا فکیف یومن من کان دونہ اللھم انی قد مللتھم فارحنی منھم و اقبضنی الیک غیر عاجز ولا ملول ۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی ہے اور باوجود اس عظیم علم اور بلند مرتبہ کے اس قسم کے افعال کا مرتکب ہے تو دوسروں پر کیا اعتماد ہو سکتا

ہے اے اللہ میں ان سے سخت ملال میں ہوں لہٰذا مجھے ان سے راحت بخش اور اپنی طرف بلا لے درآنحالیکہ میں عجز اور ملال سے محفوظ ہوں۔

(اسی ضمن میں طویل خط و کتابت طرفین سے ذکر کرنے کے بعد آخر میں) عبد اللہ بن عباس کا یہ جواب درج کیا ہے کہ میں (بطور خیانت وغیرہ) روئے زمین کے تمام زر و مال کو لے کر اللہ تعالیٰ کی جانب پیش ہوں تو وہ اس سے بہتر ہے کہ القی اللّٰہ بدم رجل مسلم کہ میں کسی مسلمان کا خون ناحق بہا کر اس کی جناب میں پیش ہوں گویا کہ یہ ایک تعریض ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کہ تم نے خون مسلم ناحق بہایا ہے اگر تم نے اس کا جواب دے دیا تو میں بھی اس مال کا جواب دے لوں گا۔

شیعی عالم مامقانی نے نقل کیا ہے کہ جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور امارت میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دوران خطاب یہ تنقید کی کہ یہ وہ شخص ہے جس نے لاکھوں درھم بصرے کے بیت المال سے ہتھیا لئے جب کہ وہاں پر لوگ گٹھلیاں کھا کر گزر بسر پر مجبور تھے تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

اما حملی المال فانه کان مالا جبیناه و اعطینا کل ذی حق حقه و بقیت بقیته هی دون حقنا فی کتاب اللّٰه فاخذنا بحقنا۔ (تنقیح المقال ج ۲، ص ۱۹۵)

لیکن میرا مال کو اٹھا لانا تو وہ ایسا مال تھا جسے ہم نے جمع کیا تھا اور ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا اور کچھ بچ گیا جو کہ اس سے بھی کم تھا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی رو سے بنتا تھا لہٰذا ہم نے اپنا حق وصول کیا۔

مامقانی صاحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد عمل، حضرت عبد اللہ بن

زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتراض و انکار پھر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

و غایة ما یمکن ان یوجه به انه کان مغرورا بعلمه فاجتهد باستحقاقه له و کونه دون حقه و ان اخطاء فی اجتهاده لکونه فی قبال النص و قد کان علیه ان اخطاء اولا ان یتوب و یرجع المال ولم یتحقق منه ذالک و بالجملة فتامیر امیر المومنین ایاه علی البصرة یثبت عدالته و خیانته لبیت المال یزیلها۔ (جلد ۲ ص ۱۹۵)

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کی توجیہ جس حد تک ممکن ہے وہ یہ ہے کہ انہیں اپنے علم پر غرور و ناز تھا اور اسی مغروری میں انھوں نے از راہ اجتہاد اپنا استحقاق بھی سمجھ لیا اور اس مال کو اپنے استحقاق سے کم بھی، اگرچہ انھیں اس اجتہاد میں خطا اور غلطی لگی کیونکہ یہ نص کے مقابلے میں اجتہاد تھا اور ان پر لازم یہ تھا کہ جب غلطی سرزد ہو گئی تھی تو اس سے توبہ کرتے اور مال کو واپس کرتے لیکن ان سے توبہ اور مال کی واپسی ثابت نہیں ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کو بصرے پر عامل اور گورنر بنانا جہاں ان کی عدالت اور امانت اور معتمد ہونے کی دلیل ہے ان کا بیت المال کے اموال میں خیانت کرنا اس عدالت و ثقاہت اور اعتماد و اعتبار کو معدوم کرنے والا ہے۔

ان روایات اور تبصروں کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو پتہ چل گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کی عظمت اور ادب و احترام ان لوگوں کے نزدیک کس حد تک ہے؟

اپنے نظریہ کے خلاف ان کا کوئی عمل اور اقدام نظر آئے تو وہ خطا کار ہیں ۔ عدالت سے محروم اور خیانت پیشہ بھی ہیں اور علم پر غرہ اور نازاں ہو کر صریح نصوص کی خلاف ورزی کرنے والے بھی ہیں اور امیر المومنین کو قتل ناحق میں ملوث اور اہل اسلام کے خون سے ہولی کھیلنے والے اور اللہ کے حضور اس اقدام کی توجیہ اور معذرت سے عاجز و قاصر ماننے والے بھی ہیں ۔ مگر متعہ کا معاملہ ہو تو ایسے ثقہ کہ کتاب اللہ ' سنت رسول علیہ السلام اور اجماع امت کی بھی ان کے ذاتی اجتہادی قول کے مقابل کوئی وقعت نہیں ہے حالانکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو متعہ کے جواز و اباحت کے فتوی سے منع کیا اور ان کو حیران و سرگردان شخص قرار دیا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تحریم ان کو سنایا ۔ خود ان کا آخر الامر رجوع ثابت اور توبہ کرنا مروی و منقول مگر یہ سب کچھ ہیچ ہے شیعہ کے لئے صرف اور صرف ایک دفع حضرت عبد اللہ بن عباس کا متعہ جائز رکھنا ہی کافی ہے جس سے صاف ظاہر کہ یہ ابن عباس کی محبت و عقیدت کے تحت نہیں نہ ان کو معصوم عن الخطا سمجھنے کی وجہ سے بلکہ صرف اور صرف حب متعہ اور اس کے عشق کا کرشمہ ہے و حبک الشئی یعمی و یصم ۔ لہٰذا اس طرح کے آپ کی طرف منسوب قول سے استدلال نہ برہانی انداز ہے اور نہ ہی جدلی اور نہ ہی اصولی مناظرہ و مباحثہ کے مطابق و موافق ہے بلکہ صرف مشاغبہ اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی ناتمام و نامشکور ۔

۴ ۔ ملا محسن فیضی تفسیر صافی ص ۳ پر رقمطراز ہے :

ویرون تفسیرہ عمن یحسبونہ من کبرائھم مثل ابی ھریرۃ و ابن عمر و انس و نظرائھم و کانوا یعدون امیر

المومنین من جملتھم و یجعلونہ کواحد من الناس و کان خیر من یستندون الیہ بعدہ ابن مسعود و ابن عباس ممن لیس علی قولہ کثیر تعویل ولا لہ الی لباب الحق سبیل و کان ھولاء الکبراء ربما یتقولون من تلقاء انفسھم غیر خالفین من مالہ (الی) ولم یعلموا ان اکثرھم کانوا یبطنون انفاق و یحترون علی اللّٰہ و یفترون علی رسول اللّٰہ ...... الخ

اہل السنت و الجماعت تفسیر قرآن ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جن کو وہ اپنے عظماء و کبراء سمجھتے ہیں مثلاً ابو ہریرہ ' عبد اللہ بن عمر اور انس وغیرہ کے اور امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان میں سے ایک فرد شمار کرتے ہیں اور ان کے بعد جن کو بہترین مفسر قرار دیتے ہیں ۔ اور حجت و سند وہ ہیں عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس جن کے قول پر کوئی خاص اعتماد و بھروسہ نہیں اور نہ ہی ان کو حق خالص تک رسائی حاصل تھی بلکہ ان کے یہ اکابر بسا اوقات تفاسیر اپنی طرف سے گھڑ لیتے تھے اور ان کے انجام بد سے ذرا برابر خوف نہیں رکھتے تھے اور بسا اوقات اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی منسوب کر دیتے تھے اور جنھوں نے ان صحابیوں سے یہ تفسیری اقوال نقل کیے ہیں ان میں سے بعض تو ان کی حقیقت حال سے بھی بے خبر تھے ۔ بس وہ صرف (الصحابۃ کلھم عدول) کے قائل تھے اور ان میں سے کسی کے حق میں عدول وانحراف کو جائز نہیں رکھتے تھے ۔ حالانکہ ان کے زعم کے بر عکس ان صحابہ کرام میں سے اکثر در پردہ منافق تھے اور اللہ تعالی پر جرات و جسارت سے کام لینے والے رسول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء و

بہتان باندھنے والے۔

5 نیز الروضۃ من الکافی ج ۸، ص ۲۴۵۔ اور رجال کشی ص ۱۲ میں یہاں تک کہہ دیا ہے

عن ابی جعفر قال کان الناس اهل الردة بعد النبی الا ثلاثة فقلت و من الثلاثة فقال۔ المقداد بن اسود، و ابو ذر الغفاری و سلمان فارسی۔

یعنی ماسواء تین صحابیوں حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہم کے سب صحابہ مرتد ہو گئے العیاذ باللہ۔ لہٰذا بقول ان کے ابن عباس بھی نعوذ باللہ مرتدین میں داخل ٹھہرے تو ان اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ صاحبان کا حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو پیش کرنا استدلال کے طریق برہانی اور جدلی دونوں کے خلاف ہیں۔

برہانی استدلال کے تو اس لیے کہ جب وہ لوگ ان کو مومن ہی تسلیم نہیں کرتے اور ان کی تفاسیر کو اللہ تعالیٰ پر جراءت اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء قرار دیتے ہیں تو پھر ان کے اقوال کو دلیل بنانے کے کیا معنی؟ اور جدلی طریق استدلال کے اس لیے خلاف ہے کہ ہمارے لیے حضرت عبد اللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام جن کی طرف منسوب روایات کو اہل تشیع پیش کرتے ہیں وہ اپنی تمام تر عظمت کے باوجود عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علم و حکمت میں برابر نہیں علی الخصوص جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے متعہ کی حرمت نقل فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام کی اکثریت عظیم حتی کہ حضرت علی المرتضیٰ

شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس حکم میں ان کے ساتھ متحد و متفق ہیں۔ جن کے عبد اللہ بن عباس سے علم میں زائد ہونے کا شیعہ برادری کو بھی اعتراف ہے، تو پھر اہل السنت و الجماعت کے خلاف ان کے ذاتی خیال اور استنباط کو پیش کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہرحال مقدم ہے اور اس میں کسی مدعی اسلام کا اختلاف بھی نہیں۔

پھر لطف یہ ہے کہ وہ بلا ضرورت و اضطرار اس کو جائز تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اس صورت میں جب ایسی مجبوری در پیش ہو جیسے بھوکے شخص کے لئے مردار اور خنزیر کھانے کی اور اس قول سے بھی ان کا رجوع منقول ہے۔ چلو رجوع میں اتفاق نہ سہی تعارض اقوال ہی سہی۔ تاہم آخر تک اس نظریہ پر قائم رہنا یقینی طور پر تو ثابت نہ ہو تو ایسی صورت میں شیعہ برادری کے لئے اس قول کا سہارا لینا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بلکہ اس سے بھی زیادہ ناقص اور ناکافی سہارا لینے والی بات ہے۔

متعہ کی ممانعت ُکتب شیعہ سے

۱۔ عن المفضل قال سمعت ابا عبد اللّٰہ علیہ السلام یقول فی المتعۃ دعوھا اما یستحی احدکم ان یری فی موضع العورۃ فیحمل ذلک علی صالحی اخوانہ واصحابہ۔

مفضل سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ اسے چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میں سے ایک شخص عورت کی شرم گاہ کو دیکھے اور پھر اس کا اپنے نیک بھائیوں اور ساتھیوں کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعہ کی ترغیب دے۔ (استبصار ج ۳ ص ۷۹ ' تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

۲۔ عن حفص بن البختری عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام فی الرجل یتزوج البکر متعۃ قال یکرہ للعیب علی اھلھا۔

حفص بن بختری سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس شخص کے متعلق مروی ہے جو کہ باکرہ عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ناپسندیدہ ' کیونکہ یہ اس کے اعزہ و اقارب کے لئے عار اور عیب ہے۔ (استبصار ج ۳ ص ۷۹ ' تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

۳۔ عن ابی الحسن عن علی عن بعض اصحابنا

یرفعہ الی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال لا تمتع بالمؤمنۃ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ' مومنہ کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کیونکہ متعہ کی وجہ سے تم اس کو ذلیل و خوار اور بے عزت و بے آبرو کرو گے۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳ ' استبصار ج ۳ ص ۷۷)

۴۔ عن زید بن علی عن آباءہ علیہ السلام عن علی علیہ السلام قال حرم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ۔

(استبصار ج ۳ ص ۷۷ ' تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

حضرت زید بن زین العابدین نے اپنے آباء کے واسطہ سے حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پالتو گدھوں اور نکاح متعہ کو حرام قرار دیا۔

ف: ان روایات سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آئمہ کرام کی زبانی متعہ کی حرمت و کراہت اور اس کا مومنات اور ان کے اہل و اقارب کے لئے موجب ننگ و عار اور باعث ذلت و خواری ہونا ثابت ہو گیا اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں کہ تذلیل مومن و مومنہ حرام اور سخت مکروہ و ناپسندیدہ امر ہے لہٰذا متعہ بھی حرام اور ناپسندیدہ فعل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مضمون کی روایت کتب اہل السنت میں موجود ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی متعہ کا بعینہ زنا ہونا منقول ہے۔ لہٰذا شیعہ اور سنی کتب کی یہ روایات متعہ کی حرمت و ناپسندیدگی پر متفق ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے

الزموا السواد الاعظم فان ید اللّٰہ علی الجماعۃ وایاکم

والفرقة فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب۔ (نہج البلاغہ مصری ج ۱ ص ۲۹۸)

سواد اعظم اور جماعت عظمیٰ کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دست شفقت و عنایت جماعت پر ہے۔ اور افتراق و شذوذ سے دور رہو کیونکہ جماعت سے الگ ہونے والا انسان شیطان کا لقمہ ہے جس طرح ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑ بھیڑیوں کا لقمہ بن جاتی ہے اور امر واقعہ بھی یہی ہے اور شیعہ کو اس کا اعتراف بھی ہے کہ سواد اعظم اہل السنت والجماعت ہی ہیں اور یہی سواد اعظم رہے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری کہتا ہے۔

فقیر گفت اہل سنت ہمیشہ سواد اعظم بودہ اند (مجالس المومنین ج ۱ ص ۵۷۲)

اور دوسرے مقام پر کہا:

حضرت امیر در ایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابو بکر و عمر را معتقد اند و ایشا نرا برحق ے دانند قدرت بر آں نداشت کہ کارے کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشاں داشتہ باشد (مجالس المومنین ج ۱، ص ۵۴)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے ایام خلافت میں یہ مشاہدہ کیا کہ اکثر لوگ اور جمہور اہل اسلام ابو بکر و عمر کے حسن سیرت کے معتقد و معترف ہیں۔ اور ان کو برحق خلیفہ سمجھتے ہیں تو آپ میں اس امر کی قدرت اور سکت نہ رہی کہ ایسا کام کریں جو ان کی خلافت کے ناحق اور فاسد ہونے پر دلالت کرے اور ایسے ہی مضامین، شافی و تلخیص شافی اور تنزیہہ الانبیاء میں موجود ہیں۔ لہٰذا یہ حقیقت دوپہر کے آفتاب کی طرح بے غبار ہو گئی کہ آپ نے اہل السنہ سے ہی وابستہ رہنے کو لازم فرمایا اور ان سے علیحدگی کو شیطان کا لقمہ بننے سے تعبیر کیا اور اہل السنہ کا مذہب، حرمت متعہ

ہے۔ اور یہ احادیث و روایات جو شیعی مستند کتب حدیث میں منقول ہیں اور آئمہ کرام کی منشاء و مرضی کے مطابق اور اس کا خلاف سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساءت مصیراً۔

شیعی تاویلات اور ان کی لغویت

شیعی محدثین نے ان روایات کی عجیب و غریب اور بے سروپا توجیہات و تاویلات کی ہیں، عقل و خرد کا منہ چڑایا ہے اور متعہ کی اباحت ثابت کرنے کے شوق میں آئمہ کرام کی عزت و آبرو اور استقلال و استقامت کو پامال کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عظیم افتراء اور بہتان طرازی سے کام لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان و افتراء۔

چوتھی روایت جس میں حضرت زید، حضرت زین العابدین، حضرت امام حسین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سند سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پالتو گدھوں اور نکاح متعہ کو حرام ٹھہرانا مروی و منقول ہے۔ اس کے متعلق شیعہ کے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے کہا:

فالوجه فی هذا الخبران نحملها علی التقیة لانها موافقة لمذهب العامة۔ اس روایت کی توجیہ یہ ہے کہ ہم اس کو تقیہ پر محمول کریں کیونکہ یہ جمہور اہل اسلام یعنی اہل السنت کے موافق ہے

(استبصار جلد ثالث ص ۷۷، و کذا فی تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱)

سبحانک هذا بهتان عظیم .... شیر خدا رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد امجاد نے سینوں کے ڈر سے یا ان کی دلجوئی کے لئے حرام کہہ دیا اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور بہتان سے کام لیا۔ اس سے بڑا ظلم اور تجاوز ان مقدس ہستیوں پر کیا ہو سکتا ہے کہ ان کو سینوں کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ان کی ہمدردیاں اور اعانت و تائید حاصل کرنے کے لئے خدا و مصطفیٰ پر افتراء پردازی اور بیان بازی کا مرتکب اور اسلام کا حلیہ مسخ کرنے والا تسلیم کر لیا جائے۔ حالانکہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ بار بار اپنے خطابات میں ڈر اور خوف اور مداہنت فی الدین کے اتہامات کی نفی فرماتے رہے ہیں اور کیوں نہ ہو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب ہو اور برحق نائب رسول ہوں اور دین کے معاملہ میں کسی ضعف و ناتوانی اور مداہنت وغیرہ کا مظاہرہ کریں یہ کیونکر ممکن ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں ان کا عمل بھی اس توہم کو بیخ و بن سے اکھیڑنے والا ہے ۔۔ ۔ سرداد نہ داد دست در

دست یزید

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کیا عام اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام نہیں ہے

تیسری روایت کے متعلق ابو جعفر طوسی نے ایک توجیہ و تاویل یہ ذکر ہے کہ متعہ اس عورت کے ساتھ ممنوع ہے جو شریف خاندان کی ہو کیونکہ اسکے ساتھ متعہ کرنے سے اسکے اہل و اقارب کو عار لاحق ہو گی اور خود اسے ذلت و حقارت سے دو چار ہونا پڑے گا اگرچہ فی نفسہ عقد متعہ ممنوع اور حرام

نہیں ہے۔

یحتمل ان یکون المراد به اذا کانت المرءة من اهل بیت الشرف فانه لا ینبغی التمتع بها لمایلحق اهلها فی ذلک من العار ویصیبها هی من الذل و ان لم یکن محظورا۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مطلق مومنہ کا ذکر کیا ہے اس میں کسی خاندان کی تخصیص نہیں فرمائی اور نصوص کتاب و سنت کو اپنے ظاہر پر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور عام ہوں تو ان کا عموم پر رکھنا لازم ہوتا ہے لہٰذا یہ تاویل بالکل بے محل اور بے جواز ہے نیز مشتق پر حکم ہو تو مبداء اشتقاق علت حکم ہوتا ہے لہٰذا یہاں پر مومنہ کا ایمان اس ممنوعیت اور حرمت کی علت ہے نہ خاندانی برتری۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ عوام اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام میں نہیں ہے کیا اسلام ان کی عزت و حرمت کو پامال کرنے کی اجازت دیتا ہے پھر اگر متعہ کرنے والا بھی شریف خاندان کا فرد ہو تو کیا اس کو بھی متعہ کرنے عار سے لاحق ہوگی یا نہیں؟ لامحالہ پھر شرفاء کے لیے مطلقاً اس کو بوجہ عار ہونے کے ممنوع اور حرام تسلیم کرنا پڑے گا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر متعہ کرنے والے مرد اور عورت کا تعلق شریف خاندان سے ہو تو نکاح دوام ان کے لئے عار نہیں مگر متعہ عار اور عیب بن گیا اور موجب ذلت و حقارت تو مہرنیمروز کی طرح واضح ہوگیا کہ متعہ شیعہ کے نزدیک نکاح کی مانند نہیں ہے۔ اور یہ فعل کمینے اور رذیل لوگوں سے سرزد ہو تو ہو شرفاء کے لئے باعث ننگ و شرم ہے اور شرافت کے خلاف مگر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عداوت اور دشمنی ان کے لئے اس اعتراف سے مانع ہے ۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ : حجدوا بھار استیقنتھا انفسھم

اور یہ حقیقت بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام میں عزت و کرامت کا دار و مدار نسب پر نہیں بلکہ تقوی پر ہے قال اللّٰہ تعالیٰ : ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم تو ثابت ہو گیا کہ فعل کسی متقی اور دیندار کے لئے روا نہیں ہے بلکہ اوباش اور رذیل لوگوں کا کام ہی ہو سکتا ہے الغرض شیخ الطائفہ کی یہ توجیہہ بھی متعہ کو شرفاء اور دیندار لوگوں کے لئے جائز نہ بنا سکی تو اس کے ذریعے حسنی حسینی اور مرتضوی و مصطفوی درجات تک رسائی کا کیا امکان ہو سکتا ہے ۔

ابو جعفر نے یہی توجیہ اس روایت کی یہ بیان کی ہے :

ھذا حدیث مقطوع الاسناد شاذۃ و یحتمل ان یکون المراد بہ اذا کانت المرءۃ ۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳)

یہ حدیث شاذہ ہے اس کی اسناد منقطع ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حکم اس مومنہ کے متعلق ہو جو شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہو اس کے ساتھ متعہ جائز نہیں ہے کیونکہ بوجہ متعہ اس کے اہل خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے اور اس کو بھی ذلت و رسوائی لاحق ہو گی اور یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہو گا بغیر اس کے کہ ممنوع ہو ۔

اقول : پہلا اعتراض ساقط الاعتبار ہے کیونکہ متعدد روایات متصل الاسناد اسی مضمون پر مشتمل امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے شیعہ صاحبان کی صحاح میں منقول ہیں منجملہ ان کے حفص بن بختری کی روایت ہے کہ امام

صاحب سے باکرہ کے ساتھ عقد متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا : یکرہ للعیب علی اھلھا .... مکروہ ہے کیونکہ اس سے اس کے اہل خانہ کو عار و عیب لاحق ہوتا ہے ۔

(تہذیب ج ۷ ص ۲۵۵ ' استبصار ج ۳ ص ۷۹ ۔)

اور اسی طرح ابو سعید قماط کی روایت کہ میں نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا

جاریۃ بکر بین ابویھا تدعونی الی نفسھا سرا من ابویھا افافعل ذلک ؟ قال نعم واتق موضع الفرج قال قلت فان رضیت بذلک قال وان رضیت بذلک فانہ عار علی الابکار ۔ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۴)

والدین کے ہاں موجود کنواری لڑکی مجھے خفیہ طور پر اپنی طرف بلاتی ہے اپنے والدین سے چوری چھپے تو کیا میں اس کی دعوت قبول کر لوں ؟ آپ نے فرمایا ہاں اور اس کے فرج والی جگہ سے بچنا یعنی جماع نہ کرنا ۔ میں نے عرض کیا تو اگر وہ راضی ہو جائے پھر بھی ؟ فرمایا اگرچہ راضی ہو جائے کیونکہ ان کے ساتھ مباشرت (بطور متعہ) ان کے لئے عار اور عیب ہے ۔

ان دونوں متصل روایات سے باکرہ کے ساتھ بطور مباشرت کا اس کے لئے موجب ننگ و عار ہونا ثابت ہو گیا ۔ اور اس خاندان کے لئے بھی لہٰذا اس کو شاذ اور مقطوع الاسناد کہہ کر گلو خلاصی کرانی ممکن نہیں جب کہ خود ابو جعفر طوسی صاحب نے مکروہ ہونے والے قول کی تائید میں حفص بن البحتری والی روایت " یکرہ للعیب علی اھلھا " کو پیش کیا ہے ۔ تو اگر یہ روایت بھی شاذ اور ناقابل اعتبار ہے تو اس سے استشہاد کا کیا معنی ؟ جب ثابت

ہو گیا کہ متعہ موجب ذلت ہے تو لا تمتع بالمومنۃ والی نہی اور ممنوعیت بھی ثابت ہوگئی اور تذلیل مومن حرام۔ لہٰذا اس کا موجب بھی حرام ہوگا اور تہذیب الاحکام والی روایت واتق موضع الفرج سے جماع سے اجتناب کا لزوم ثابت ہوگیا کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ نہی، حرمت پر دلالت کرتی ہے اور امر وجوب پر۔ نیز کراہت تحریمی بھی ہوتی ہے اور تنزیہی بھی اور جب ایک امر حلت و حرمت کے درمیان دائر ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہٰذا اس کو مکروہ تحریمی قرار دینا ہی لازم ٹھہرا نہ کہ مکروہ تنزیہہ تو ان قواعد اور اصول کی رو سے شیعہ صاحبان کے لیے حرمت تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کراہت تحریمی تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ہے جبکہ مکروہ تحریمی بھی حرام کے حکم میں ہوتا ہے فرق صرف انکار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ حرام کا منکر کافر ہو جائے گا اور مکروہ تحریمی کو حلال ماننے والا کافر نہیں کہلائے گا مگر عمل کی صورت میں فاسق و فاجر دونوں ہوں گے۔

ثواب متعہ والی روایات کا بطلان

ف: ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد متعہ کے ثواب اور درجات پر مشتمل روایات کا بطلان واضح ہو گیا کیونکہ حرام یا مکروہ تحریمی پر اصرار گناہ میں مستغرق ہونے کا موجب ہے اور فسق و فجور کی پستیوں میں اور اتھاہ گہرائیوں میں گرنے کا نہ کہ مدارج اور مراتب عالیہ پر فائز ہونے کا۔ فتامل جدا

ممنوعیت متعہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی

غلط بیانی

پہلی روایت جو کہ مفضل نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کی ہے۔ یعنی متعہ کو چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میں سے کوئی شخص ایک عورت کی شرمگاہ کی جگہ دیکھے پھر اسے اپنے بھائیوں اور احباب کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعہ کی ترغیب دے علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا:

اصل بات یوں ہے (جو اصل کتاب میں موجود ہے) کہ کچھ حضرات موسم حج میں مکہ جا کر متعہ شروع کر دیتے تھے ایسے ہی ایک شخص کو امام نے سرزنش کی کہ ایسے موقع و محل پر متعہ کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع و محل پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بد تمہارے دوسرے نیک بھائیوں پر بھی پڑے یعنی لوگ یہ کہیں کہ یہ لوگ یہاں حج کرنے نہیں آتے بلکہ متعہ کرنے آتے ہیں۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۴، ۳۰۳)

والجواب بتوفیق الوہاب: عربی عبارت قارئین کرام بار بار ملاحظہ فرمالیں اور اس میں کہیں حج کا اور مکہ مکرمہ کا تذکرہ دیکھیں تو ہمیں مطلع فرمادیں۔ اور اگر کہیں کوئی ایسا لفظ نہ آئے اور یقیناً نظر نہیں آئے گا اور نہ آسکتا ہے۔ تو پھر آیت معلومہ بے شک نہ پڑھیں مگر اس چوری اور سینہ زوری سے نفرت کا اظہار ضرور کریں اور اس امر کا یقین کرلیں کہ شیعہ برادری کے پاس اس روایت کا کوئی جواب نہیں ورنہ اس قدر صریح جھوٹ بولنے پر مجبور نہ ہوتے۔ مزید تحقیق کے لئے درج ذیل امور پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں۔

۱۔ اس باب کا عنوان ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی نے یوں قائم کیا ہے:

باب انه یجب ان یکف عنها من کان مستغنیًا عنها۔

جو شخص متعہ سے مستغنی ہو اس پر متعہ سے اجتناب اور دور رہنا واجب ہے کیا اس میں مکہ مکرمہ اور حج کے موقع کی پخ لگ سکتی ہے ؟

۲۔ اس باب میں کل چار روایات ہیں پہلی میں علی بن یقطین نے امام ابو الحسن موسیٰ کاظم سے متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔

دوسری روایت میں فتح بن یزید نے امام ابو الحسن سے متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

ھی حلال مباح مطلقا لمن لم یغنه الله بالتزویج.....

یعنی یہ حلال ہے اور مباح مطلق ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے نکاح دائمی کے ذریعے سے مستغنی نہیں کیا اور اگر مستغنی ہو تو صرف دوران سفر مباح ہے جبکہ بیوی سے غائب ہو۔

تیسری روایت محمد بن حسن بن شمعون سے ہے کہ حضرت ابو الحسن نے اپنے بعض موالی کی طرف یہ فرمان تحریر کیا "لاتلحوا علی المتعة" کہ متعہ پر بہت اصرار نہ کرو بلکہ صرف سنت قائم کرنے پر اکتفا کرو اور مفصل روایت بعد میں ذکر کی جائے گی۔

چوتھی روایت مفضل والی ہے کہ انہوں نے متعہ چھوڑنے کا حکم دیا اور سرزنش فرمائی پورے باب اور اس کی تمام تر روایات میں جس چیز کا نام و نشان تک نہ ہو اس کے متعلق یہ دعوی کہ اصل بات یوں ہے نہ وہ جو اصل کتاب میں ہے کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ اور بے سروپا تاویل ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہے۔

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

۳۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں وہ لوگ ایسا فعل کرتے تھے یا اس سے آگے پیچھے' حالت احرام میں ہو متعہ ہو یا نکاح دائم میں جماع ہر دو مفسد حج ہوئے پھر متعہ کی کیا تخصیص ؟ اور اس سے آگے پیچھے جس طرح زوجہ سے مباشرت جائز' شیعی شریعت میں متعہ بھی جائز بلکہ متعہ زیادہ کار ثواب اور موجب ترقی درجات پھر اس سے منع کرنے کا کیا مطلب ؟

۴۔ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بد تمہارے دوسرے نیک بھائیوں پر بھی پڑے۔

ڈھکو صاحب اول تو جب متعہ شروع ہوتا ہے تو فرشتے پہرہ پر ہوتے ہیں تو اس وقت کسی سنی غریب کی نظریں کب پڑنے دیتے ہیں جس طرح ثواب متعہ کی روایات میں عرض کر چکے ہیں

دوم صرف متعہ علانیہ ممنوع نہیں زوجہ کے ساتھ علانیہ ہم بستری بھی منع ہے تو پھر بھی وجہ تفریق و تخصیص متعہ کی موجود نہیں اس صورت میں تو صرف اتنا فرمانا چاہیے تھا۔ بیٹو ! بس ذرا پردہ سے اور مخصوص مقامات پر داد عیش دے لیا کرو سر عام نہیں۔

سوم متعہ کوئی کرے اور اس کا اثر دوسرے بھائیوں پر پڑے آخر اس کا کون عقل مند تصور کر سکتا ہے جن کو حالت متعہ پر دیکھا گیا انہیں کے متعلق کہا جائے گا نہ کہ دوسروں کے متعلق۔ پھر اس میں اثر بد والی کون سی بات ہے بلکہ ایک عظیم المرتبت رکن اسلام کی ایسے عظیم اجتماع میں رسم نقاب

کشائی ادا ہو رہی ہے تاکہ پورے عالم اسلام میں جلد از جلد پھیل سکے اور ہر کوئی یقین کرے کہ ایسی مقدس جگہ یہ طریقہ جاری ہے تو اسے حرام کون کہہ سکتا ہے ؟

چہارم ڈھکو صاحب اپنے دھرم سے کہیے جس میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس دور میں اس فعل کے جواز کا زبانی علانیہ فتوی بھی دیا جا سکتا تھا؟

جب نہیں اور بالکل نہیں تو موسم حج میں کرنا اور پھر بھائیوں پر اثر بد مترتب ہونا چہ معنی دارد؟ بلکہ انہوں نے اپنی طرف نسبت کے ڈر سے ایسے دلدادگان متعہ پر مدینہ میں ہوتے ہوئے متعہ حرام ٹھہرا دیا کہ اگر تم پکڑے گئے تو لوگ کہیں گے کہ یہ اصحاب جعفر ہیں اور اس طرح تمہارا فعل میری مخبری کا موجب بنے گا کہ وہ ایسے فتوے دیتے ہوں گے۔

پنجم جن کے ساتھ شیعہ صاحبان متعہ کرتے تھے وہ مکہ میں رہتی تھیں یا اپنے ساتھ لے جاتے تھے پہلی صورت تو ناممکن کیونکہ اہل مکہ اس نظریہ کے خلاف تھے اور پتہ چلنے پر ان کو سنگین سزا دیتے نہ صرف یہ طعنہ کہ یہ متعہ کرنے آتے ہیں اور بس۔ اور دوسری صورت میں کسی کو پتہ ہی کیسے چل سکتا تھا کہ یہ دائمی نکاح والی مومنہ ہے یا وقتی گزر بسر کرنے والی اور سفر کو خوشگوار رکھنے کے لئے تن بخشی کرنے والی۔

الغرض یہ توجیہہ و تاویل سرا سر لغو و باطل نہ کتاب سے اس کا کوئی تعلق اور نہ ہی حقائق و واقعات سے بلکہ محض جواب سے عاجزی کو چھپانے کی ایک ناکام کوشش اور وہ بھی خوف خدا و خوف خلق سے عاری اور بے نیاز ہو کر اور اپنے عوام کالانعام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر صرف اور

صرف عیاری اور مکاری سے کام لینے کی ناپاک جدوجہد تاکہ وہ فرض کر لیں کہ ہمارے مجتہد العصر نے جواب کا حق ادا کر دیا ہے۔

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لاجواب ہونا

شیعہ صاحبان نے ایک طرف تو آئمہ کرام کے حق میں قدم قدم پر تقیہ اور اخفاء حق کا دعوی کیا اور دوسری طرف آئمہ کرام کو تقیہ کے پردہ میں چھپے متنازعہ مسائل پر مناظرے کرتے اور پھر لاجواب ہوتے بھی دکھا گیا ہے چنانچہ شیعہ کے محدث اول علامہ کلینی نے فروع کافی میں نقل کیا ہے کہ:

۵۔ عبد اللہ بن عمر لیثی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا ہے اور زبان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اسے حلال ٹھہرایا ہے لہذا یہ قیامت تک کے لئے حلال اور مباح ہے۔ تو عبد اللہ لیثی نے کہا آپ جیسا شخص یہ فتوی دے رہا ہے حالانکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اسے حرام ٹھہرایا ہے آپ نے کہا اگرچہ عمر بن الخطاب نے حرام ٹھہرایا ہے میں تو اسے حلال سمجھتا ہوں۔

عبد اللہ نے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تم ان کے حرام قرار دیئے ہوئے فعل کو حلال مت ٹھہراؤ تو امام موصوف نے فرمایا:

فانت علی قول صاحبک و انا علی قول رسول اللہ فهلم الا عنک فان الاولی ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ان الباطل ما قال صاحبک

تو تم اپنے صاحب کے قول پر قائم رہو اور میں رسول اللہ ﷺ کے قول پر کار بند ہوں آؤ میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں کیونکہ اولیٰ و انسب وہی ہے جو رسول خدا ﷺ نے فرمایا اور باطل وہ ہے جو تیرے صاحب نے کہا یہ سن کر عبد اللہ لیثی نے کہا:

ایسرک ان نساءک و بناتک و اخواتک و بنات عمک یفعلن فاعرض عنہ ابو جعفر علیہ السلام حین ذکر نساءہ و بنات عمہ۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۰ 'تہذیب الاحکام لابی جعفر طوسی ج ۷ ص ۲۵۰)

کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہاری عورتیں ' بچیاں ' بہنیں اور بھتیجیاں یہ فعل کریں ۔ تو امام ابو جعفر محمد باقر نے عبد اللہ لیثی سے منہ پھیر لیا جبکہ اس نے آپ کی عورتوں اور بھتیجیوں کا ذکر کیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔

دریافت طلب امر

اگر واقعی متعہ کرنے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور ایک مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسین کا مرتبہ ' دو مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسن کا مرتبہ ' تین مرتبہ متعہ کرنے سے حضرت امیر المومنین علی کا مرتبہ ' اور چار مرتبہ کرنے سے امام الرسل سید الانبیاء علیہ و علیہم السلام کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے نیز جس نے متعہ نہیں کیا ہو گا روز قیامت اس کے ناک اور کان کٹے ہوں گے وغیرہ وغیرہ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرفاء کی بہنوں ' بیٹیوں وغیرہ کو ان درجات کی ضرورت نہیں ہے ۔ اور کیا وہ متعہ سے نفرت و کراہت کا اظہار کرنے پر ان وعیدات اور تشدیدات اور لعنت ملامت کا نشانہ نہیں بنیں

گے جو متعہ سے نفرت کرنے والوں کے متعلق وارد ہیں لہذا بالکل روشن اور آشکار ہو گیا کہ امام موصوف نے علی تقدیر صحۃ الروایت خاموشی اختیار کی اور صرف اور صرف اس لئے اس سوال کا جواب ان کے پاس نہیں تھا کیونکہ جو چیز اپنے لئے پسند نہ ہو از روئے شرع شریف دوسرے کے لئے بھی اسے پسند نہ کرنا چاہیے ۔ آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب

شیعی محدث العصر علامہ ڈھکو صاحب نے اس روایت کے جواب میں بہت پیچ و تاب کھائے مگر بات بنتی نظر نہ آئی ۔ ڈھکو صاحب لکھتے ہیں جب اس (عبد اللہ) نے اپنی خارجیت کا اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام کی بنات اخوات کا ذکر کیا تو امام نے بموجب ارشاد ربانی و اعرض عن الجاهلین یعنی جاہلوں سے روگردانی کرو ' اس سے روگردانی کر لی (تا) ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا ۔ کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے اور اس کا کرنا اور ۔ تا ۔ اگر مثال درکار ہے کہ مرد کے لئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم ' تو مثال پیش خدمت ہے ۔ کتب اہل السنت سے ثابت ہے کہ ختنہ لڑکے اور لڑکی کے لئے یکساں سنت ہے مگر عوام تو کجا خواص بلکہ خود علماء اہل السنتہ لڑکی کے نام سے گھبراتے ہیں اور لڑکیاں شرم اور عار محسوس کرتی ہیں ۔ (تجلیات ص ۳۰۳)

اقول: یہ سارا کلام شاعری اور لفاظی ہیرا پھیری اور چکر بازی تو کہلا سکتا ہے مگر اس کو جواب کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا تا بہ جواب صواب چہ

رسد ؟

ا: عبدا اللہ لیثی کے اس جواب کو " اے امام ابو جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہاری بنات و اخوات اور چچا زاد متعہ کریں " خارجیت کا اظہار اور جہالت قرار دے کر' جواب جاہلاں باشد خاموشی .... پر اکتفا کیا گیا۔ مگر عبد اللہ لیثی کا مقصد تو صرف اور صرف ایک تھا۔

آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند

اگر متعہ کرنا موجب عار نہیں تو اس پر برہمی کیوں ؟ اور موجب عار ہے تو دوسروں کے لئے اس پر اصرار کیوں ؟ بلکہ نہ کرنے کی صورت میں وعیدات اور انذاز کیوں ؟ اور کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے حسنین کریمین ' علی مرتضیٰ اور سید الانبیاء کے ساتھ درجات میں اشتراک اور مساوات کا اعلان و اظہار کیوں ؟

ب۔ عبد اللہ لیثی نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اپنی بنات و اخوات کو متعہ کا حکم دیں اور نہ روپے کمانے کی بات کی تھی لہذا ڈھکو صاحب کا اس ضمن میں نکاح حق مہر اور طلاق کے جواز کے فتوی اور سائل کے اس رد عمل کا ذکر کیا کہ پھر تم اپنی بیٹیوں کو کہو کہ اس طرح روپے کمائیں تو کیا مولوی صاحب کو خفگی نہیں آئے گی ؟ بالکل بے رابطہ ' بے جوڑ اور بے موقع و محل تمثیل ہے کیونکہ اس کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں فرماتے وہ دوسروں کے لئے پسند نہیں کرنی چاہیے۔

ج۔ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے کرنا اور۔ مگر آپ نے تو آئمہ کرام کی زبانی یہ حکم نقل کر رکھا ہے کہ ہاشمیات کے ساتھ متعہ کرو۔ پھر عبد اللہ لیثی کے جواب میں ازراہ غیرت خفگی کا اظہار کیا معنی ؟ اگر ہاشمیات کے ساتھ متعہ کو آپ نے جائز کر دیا تھا تو اسے بھی فرما دیتے میرا فتوی جواز کا ہے اور اگر یہ فتوی غیرت اور عزت نفس کے خلاف ہے تو پھر شیعہ نے یہ فتوی نقل کر کے امام محمد باقر کی غیرت اور عزت پر حملہ کیا ہے اور بدترین گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے۔

عن منصور الصیقل عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام فتمتع بالھاشمیة۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۷۱)

منصور صیقل نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہاشمیہ کے ساتھ متعہ کرو۔ کیا ہاشمیہ عورت رشتے میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی ؟ اور اشراف کے ساتھ متعہ کے مکروہ اور ناجائز ہونے کی صورت میں ہاشمیہ کو یہ حکم شامل نہیں تھا ؟ یا اپنی بے غیرتی یا خارجیت کا اقرار کرو اور یا پھر عبد اللہ لیثی کے سوال کا صحیح جواب دو۔ یا مان لو کہ دلدادگان متعہ نے آئمہ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا ہے۔

د۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں اگر مثال درکار ہے کہ مرد کے لیے باعث ثواب اور عورت کے لیے باعث شرم...الخ مگر افسوس تو یہ ہے کہ علامہ صاحب نشہ میں سب کچھ اگلتے جا رہے ہیں انہیں نظیر و مثال کے فرق سے قطع نظر اس جگہ ختنہ کا حوالہ دینے کی کیا گنجائش تھی نہ لڑکے کا ختنہ لڑکی کے ختنہ پر موقوف نہ لڑکی کا ختنہ لڑکے کے ختنہ پر موقوف۔ مگر متعہ مرد کا عورت کے بغیر اور متعہ عورت کا مرد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

کیا علامہ صاحب اور ان کے مردے اور زندہ ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ مرد متعہ کا ثواب کما لے مگر عورت کو استعمال نہ کرے لہذا اگر عورت

کے لیے موجب شرم ہے تو لا محالہ مرد کے لیے بھی موجب شرم ہے علاوہ ازیں جو ثواب کی روایات گھڑی ہیں ان میں بھی مرد اور عورت برابر کے حصہ دار ہیں پھر عورتوں کے لیے اسے باعث شرم قرار دینا ان سب روایات کو لغو اور بے ہودہ قرار دینے کے برابر ہے الیس فیکم رجل رشید؟

ہ۔ نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح دوام اور متعہ اگر یکساں حلال اور جائز ہیں تو پھر دائمی نکاح بھی مردوں کے لیے کار ثواب اور عورتوں کے لیے باعث شرم اور عار نہیں ہونا چاہیے اور اگر دائمی نکاح میں شرم اور عار نہ عورتوں کے لیے ہو نہ ان کے اولیاء اور سرپرستوں کے لیے اسی لیے ان سے ہی رشتہ طلب کیا جاتا ہو اور وہ شرم وحیا کے تقاضوں کے عین مطابق ہو تو آخر متعہ میں عورتوں کے لیے شرم اور عار کا موجب کون سا ہے؟ اگر کسی کو کہا جائے خواہ کتنا بڑا پاک باز کیوں نہ ہو اور اعلی خاندان کا فرد کہ تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری بنات واخوات شادی کر لیں اور نکاح دوام تو کیا وہ اس پر ناراض ہو جائے گا؟

معلوم ہوتا ہے کہ دل گواہی دیتا ہے کہ متعہ رذیل فعل ہے اور روح اسلام کے خلاف اور مقاصد نکاح کے معاکس اور منافی۔ مگر صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض و عناد' شیعہ کو اس کی حرمت کے اقرار سے مانع ہے۔

و۔ یہ بات بھی سراسر غلط ہے اور واقعات و حقائق کے بالکل خلاف کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے طور پر متعہ کو حرام ٹھہرایا بلکہ ہم خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعدد صحیح روایات سے ثابت کر چکے ہیں کہ خود سرور عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام فرمایا۔ لہذا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کا دعوی کیونکر کر سکتے تھے اور خود شیعی کتب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام ٹھہرایا تھا اگرچہ اس کو تقیہ پر محمول کیا گیا لیکن یہ تو ثابت ہو گیا کہ برملا حکم تو حرمت کا ہی دیتے رہے اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ سرچشمہ ہدایت کی طرف سے۔

اگر محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جرات سے کام لے سکتے تھے اور مباہلہ کے لئے آمادہ و تیار تھے تو ابو الائمہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اپنے دور خلافت میں کیوں جائز قرار نہ دے سکے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مباہلہ کا حوصلہ انہیں کیوں نہ ہوا؟

اگر یہ روایت درست ہے تو تقیہ کے دعوی غلط ہیں اور وہ صحیح ہیں تو یہ روایات غلط ہیں اور محض افتراء۔

الغرض علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب اور بے چینی اس امر کی غماز ہی نہیں بلکہ بین دلیل ہے کہ شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے اور شیعہ کو امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عبد اللہ لیثی کے سامنے لاجواب ہونا تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں یا حکایت کو بے ہودہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے تحب لاخیک ما تحب لنفسک تقاضا ایمان یہ ہے کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے یا بالفاظ دیگر۔

آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند

کثرت متعہ کی ممانعت

ایک طرف شیعہ صاحبان نے ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا ہے اور اسے بھی آئمہ کرام کی طرف منسوب کر دیا ہے اور دوسری طرف کثرت متعہ سے منع بھی انہیں آئمہ سے نقل کر دی ہے روایت ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ عن محمد بن الحسن بن شمعون قال کتب ابو الحسن علیه السلام الٰی بعض موالیه: لا تلحوا علی المتعة انما علیکم اقامة السنة۔

محمد بن حسن بن شمعون کہتا ہے کہ امام ابو الحسن علیہ السلام نے اپنے بعض موالی کی طرف لکھا کہ متعہ پر اصرار نہ کرو اور اس میں زیادہ اشتغال و انہماک سے کام نہ لو بلکہ تم پر صرف سنت قائم کرنا لازم ہے۔ لہٰذا اس میں دلچسپی اور انہماک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی حرائر اور بیویوں سے منہ ہی نہ موڑ لینا ورنہ وہ کفر کی اور دین سے بیزاری و برات کی مرتکب ہو جائیں گی اور متعہ کا حکم دینے والے کے خلاف فریادی بن جائیں گی اور (یہ معلوم کر کے کہ متعہ کو حلال ٹھہرا کر ان کے ساتھ ہونے والی اس زیادتی اور بے داد کا دروازہ ہم نے کھولا ہے تو) وہ ہم پر لعنت بھیجنے لگیں گی۔

لیکن باز آئے کون؟ مگر سوال یہ ہے کہ جب ہر دن نئی نویلی دلہن ملے اور صرف ایک مٹھی گندم بلکہ مسواک پیش کر دینے پر بھی یہ شادی انجام پذیر ہو سکے اور اس کے بعد نان و نفقہ اور رہائش، بستر اور لباس وغیرہ کی مکمل چھٹی ہو تو پھر ساری زندگی ایک عورت کے ساتھ مقید اور پابند رہنا اور اس کے بھاری بھرکم اخراجات برداشت کرنا کون گوارا کر سکتا ہے؟

زنے نو کن اے خواجہ ہر نوبہار

کہ تقویم پارینہ ناید بکار

اگر منع ہی کرنا تھا تو پھر یہ چسکا کیوں ڈالنا تھا اور یہ دروازہ کھولنا ہی کیوں تھا؟ علی تقدیر صحة الروایة بھی امام کا یہ فرمان سن کر متعہ کا ہر شیدائی اور دلدادہ یہی کہتا ہوگا۔

اب تو نہ روک اے ولی عادت سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمہ تر کھلائے کیوں

علاوہ ازیں اگر سنت قائم کرنے تک اس کا جواز محدود تھا تو ہزار ہزار عورت سے متعہ کو جائز کیوں رکھا؟ شاید شیعی شریعت میں الحاح و اصرار اور اشتغال و انہماک ہزار سے اوپر شروع ہوتا ہوگا اور صرف اس صورت میں ہی زوجات کو فریاد کی ضرورت پیش آئی ہوگی لیکن اس کے برعکس علیم و حکیم خدا نے تو صرف چار تک کی اجازت دیتے وقت ساتھ ہی فرمادیا کہ اگر عدل و انصاف نہ کر سکو تو پھر صرف ایک پر اکتفا کرو" فان خفتم الا تعدلوا فواحدة۔" بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ تم عدل و مساوات کی کوشش کرو تو بھی کما حقہ عدل و انصاف نہ کر سکو گے" ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین الازواج ولو حرصتم"

لہٰذا اس روایت نے ان تمام روایات کا صفایا کر دیا جن میں متعہ والی عورتوں میں حدود و قیود ختم کر دی گئی تھیں اور ستر ستر بلکہ ہزار ہزار سے متعہ کو روا رکھا گیا تھا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعہ کو حرام قرار دینا

۷ - عن عمار قال ابو عبد الله علیه السلام ولسلیمان بن خالد قد حرمت علیکما المتعة من قبلی ما دمتما بالمدینة لانکما تکثران الدخول علی و اخاف ان توخذا فیقال هولاء اصحاب جعفر۔

(فروغ کافی جلد ثانی ص ۱۹۸)

عمار سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اور سلیمان بن خالد کو فرمایا کہ میں اپنی طرف سے تم پر متعہ حرام قرار دیتا ہوں جب تک تم مدینہ منورہ میں ہو کیونکہ تم بہت زیادہ میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہو اور مجھے خطرہ ہے کہ تم متعہ کرتے ہوئے پکڑے جاؤ گے ۔ پس کہا جائے گا یہ امام جعفر صادق کے ساتھی اور ان کے متعلقین و معتقدین ہیں (جو اس فعل شنیع اور امر قبیح کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں شرم اور عار محسوس نہیں ہوتی ۔)

اس روایت میں کئی امور غور طلب ہیں ۔

۱۔ امام جعفر صادق نے حلال کو حرام کیوں ٹھہرایا کیا متعہ کی حرامت کسی وقت اور مکان کی پابند تھی اگر نہیں اور اہل تشیع کے نزدیک قطعاً اس طرح نہیں ورنہ مدینہ رسول ﷺ میں اور آئمہ معصومین کی خدمت میں حاضری کے وقت ان مخلصین کو قطعاً متعہ کرنیکی نہ سوجھتی اور نہ امام عالی مقام کو منع کرنے کی ضرورت پیش آتی لہذا قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ شیعہ لوگ قطعاً متعہ کو ہر زمانہ اور ہر مقام میں جائز سمجھتے تھے لیکن امام عالی مقام نے ان پر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اس کو حرام ٹھہرا دیا تو امام جعفر صادق بھی خدا تعالیٰ کے حلال کو حرام ٹھرانے کے مرتکب ہو گئے لہذا حضرت

امیر المومنین عمر بن خطاب پر اعتراض کا کوئی موقعہ و محل نہ رہا

۲۔ امام موصوف نے صرف اپنی ذات پر سے یہ عار دور کرنے کے لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ امام جعفر صادق کے متعلقین متعہ کرتے ہیں اس کو حرام ٹھہرا دیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مومنین سے اس عار کو دور کرنے کے لئے کہ وہ شہوت کے پتلے ہیں اور یہاں جاتے ہیں شہوت رانی کے درپے ہو جاتے ہیں اور مومنات کو اس اجرت والی عار اور بکاؤ مال ہونے کی ذلت اور عار بچانے کے لئے اس فعل کو حرام ٹھہرایا لہذا اس صورت میں الٹا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اقدام زیادہ وقیع اور مستحسن ہوگیا۔

۳۔ اگر امام موصوف کے نزدیک واقعی یہ فعل یعنی متعہ اتنا بابرکت تھا اور موجب درجات عالیہ تو اس کو منع کرنا خیر کثیر میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے اور اپنے مخلصین کو محروم کرنے کا موجب ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قبیح سمجھا لہذا منع کر دیا مگر امام موصوف نے جائز و حلال بلکہ کار ثواب بھی سمجھا اور حرام بھی کر دیا تو کیا یہ حکم قرین قیاس ہو سکتا ہے ؟ قطعاً نہیں ۔

روایات کی صحت کا معیار

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ شیعی کتب میں متعہ کی حلت بلکہ اس کار ثواب کا موجب ہونے اور درجات عالیہ کا کفیل ہونے کے متعلق ان گنت روایات موجود ہیں مگر سوال یہ ہے کہ جب دونوں قسم کی روایات موجود ہوں تو ترجیح کس کو ہوگی ؟ اس معاملہ میں ہم آئمہ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۷۵ پر رقمطراز ہے

روی عن النبی ﷺ وعن الائمة علیهم السلام انهم قالوا اذا جاءکم منا حدیث فاعرضوه علی کتاب اللّٰه فما وافق کتاب اللّٰه فخذوه و ما خالفه فاطرحوه او ردوه علینا۔ (وکذا فی الاستبصار ج ۲ ص ۸۵)

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے اور آئمہ کرام سے کہ جب تمہیں ہماری طرف سے کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو اس کے موافق ہو اس کو مضبوطی سے تھامو اور جو اس کے خلاف ہو اس کو پھینک دو۔ لہٰذا اس ضابطہ اور قاعدہ کی رو سے صحیح اور قابل اعتماد وہی روایات ہو سکتی ہیں جن میں متعہ کی حرمت بیان کی گئی ہے کیونکہ قرآن حکیم کے مطابق وہی ہیں ۔ اور جن میں متعہ کی حلت بیان کی گئی ہے اور اس کا عظیم اجر و ثواب ' وہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہیں ۔ لہٰذا ناقابل اعتبار ہیں ۔

تنبیہ: نیز یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب کی کتب میں ہر قسم کی روایات موجود ہیں ۔ اور ان میں تصحیح و تضعیف اور جرح و تعدیل کی گنجائش ہے اور اس لئے انہوں نے بھی اسماء الرجال کی کتب وضع کی ہیں تو پھر اہل السنت پر محض ان کی کتابوں میں کوئی روایت موجود ہونے سے الزامی کارروائی کا کیا جواز ہے ؟ آخر انہیں بھی تو جرح و تعدیل کا حق حاصل ہے ۔ اور ان کے نزدیک بھی تصحیح و تضعیف کا ایک معیار ہے لہٰذا جو اس پر پوری نہ اترے گی وہ ان کے نزدیک قابل قبول نہ ہو گی ۔ بلکہ درحقیقت ان اصول و قواعد میں اہل السنت امام و پیشوا ہیں اور اہل تشیع ان کے مقلد اور پیرو کار ہیں۔ چنانچہ ابو الحسن بن محمد الشعرانی مقدمہ تفسیر منہج الصادقین میں اس حقیقت کا خود اعتراف کرتا ہے ۔

خود اہل حدیث کہ این اعتراض ازناحیت ایشاں است اکثر اصطلاحات خویش را از عامہ گرفتہ اند مانند حدیث مسلسل و مسند و مرفوع و مقطوع و مدرجہ و مناولہ و وجادہ و در اخبار اہل بیت ایں اصطلاحات نیامدہ است الا آنکہ چوں محدثین ما کتب درایت اہل سنت را خواندند' روش آنانرا پسندیدند و اصطلاحات آنہا را مناسب یافتند پذیرفتند۔ (مقدمہ منہج ص ۲۶)

ترجمہ: وہ شیعی محدثین جن کو اہل السنت کے تفسیری اقوال نقل کرنے کی وجہ سے شیعی مفسرین پر اعتراض ہے ۔ خود انہوں نے اپنی اکثر اصطلاحات اہل السنہ سے اخذ کی ہیں مثلاً حدیث مسلسل اور مسند ' مرفوع اور مقطوع ' مدرجہ اور مناولہ وجادہ وغیرہ حالانکہ اہل بیت کے مرویات اخبار میں ان اصطلاحات کا نام و نشان نہیں ملتا لیکن جب ہمارے محدثین نے اہل سنت کی کتب درایت (اصول و قواعد) کا مطالعہ کیا اور ان کی روش اور طرز ان کو پسند آئی اور ان کی اصطلاحات ان کو مناسب معلوم ہوئیں تو انہوں نے بھی ان کو اپنا لیا۔

الغرض جب شیعہ صاحبان کے نزدیک روایات کی درجہ بندی اور ان میں بعض کی بعض پر ترجیح اور بعض کا رد و قدح امر مسلم ہے تو اہل السنت جو ان قواعد و ضوابط کے موجد ہیں ان کو یہ حق کیوں نہیں دیا جاتا؟

عند الشیعہ روایات کی کثرت و قلت معیار حق نہیں

رہا یہ عذر کہ متعہ کی حلت پر دلالت کرنے والی روایات مشہور و مستفیض ہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی اخبار احاد کے قبیل سے ہیں تو یہ عذر

قابل قبول نہیں ۔ کیونکہ بقول علامہ نوری طبرسی صاحب فصل الخطاب، قرآن مجید کی تحریف پر دلالت کرنے والی روایات مستفیض و مشہور ہیں ۔ بلکہ متواتر جن کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے ۔ جو قرآن مجید میں ہر قسم کے نقص پر دلالت کرتی ہیں لیکن شیعی علماء شیخ صدوق علم الہدیٰ سید مرتضیٰ اور طبرسی نے ان کو غلط اور ناقابل اعتبار قرار دے دیا اور قرآن مجید کو کامل و مکمل، تحریف سے منزہ و مبرا اور ہر قسم کے نقص سے پاک اور مقدس تسلیم کر لیا جس سے صاف ظاہر کہ یہاں قلت و کثرت اور خبر واحد یا متواتر کا قطعاً کوئی لحاظ نہیں ہے بس طبیعت جس کی طرف مائل ہو جائے اور دل کو بھا جائے ۔

متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلاً ناجائز ہونے کا ثبوت

اگر کوئی عقل مند خواہشات نفس کے جال سے آزاد ہو کر اور اپنی نفسانی ہوس سے مجرد ہو کر اس عقد فاسد کے مفاسد میں غور و فکر کرے تو قطعاً اسکے حلال اور جائز ہونے کا قول نہیں کر سکے گا۔

۱۔ اولاد کا ضائع ہونا اور تعلیم و تربیت اور تہذیب و شائستگی سے عاری ہونا متعہ میں لازمی امر ہے کیونکہ ایک جہاں گشت آدمی جہاں گیا اس نے متعہ کر لیا اور دو تین دن رہنے کے بعد دوسری اور تیسری جگہ چلتا رہا اگر ہر جگہ اولاد پیدا ہو گئی ہو اور اس سے دور رہ کر پرورش پائے تو ہر جگہ اس کا جانا مشکل اور سب کا اس کے پاس جمع ہونا مشکل ۔ لہٰذا وہ اولاد زنا کی طرح بے کسی کی حالت میں وقت گزارے گی اور اخلاقی لحاظ سے بھی تہی دامن ہو گی ۔

۲۔ اگر مختلف علاقوں میں متمتع کی بچیاں متولد ہوں تو ذلت و رسوائی حد سے بڑھ جائے گی کیونکہ کفو میں ان کے نکاح کی صورت ہی کوئی نہ ہو سکے گی اور نہ ہی ان کی عزت و آبرو کا تحفظ کیونکہ والدہ بھی نت نئے متعوں کے درپے رہے گی کس کس کے پتے یاد رکھے گی اور کس کس کو اولاد کی اطلاع بہم پہنچائے گی پھر وہ فصلی خاوند بھی کہاں سے کہاں جا چکا ہو گا۔

۳۔ اگر یہ شخص جگہ جگہ متعہ کرتا چلا گیا، اولاد پیدا ہوتی گئی تو میراث کا معاملہ بالکل الجھ کر رہ جائے گا وراثت بھی تقسیم ہونے سے رہی کیونکہ کیا پتہ اولاد کہاں کہاں پھیلی ہے پھر لڑکے کتنے ہیں اور لڑکیاں کتنی ؟ نیز اولاد کی وراثت کا معاملہ بھی الجھ جائے گا کہ باپ کدھر ہے ؟ اور دوسرے بہن بھائی کتنے اور کہاں کہاں ؟ کیونکہ متعہ تو ہزار ہزار عورت سے ہو سکتا ہے اور ایک

دن یا ایک رات کے لیے بھی بلکہ ایک دفعہ جماع اور قضاء شہوت کے لیے بھی تو اتنا طویل حساب کتاب رکھنا بہت ہی مشکل اور ناممکن ہوگا بلکہ ان اعداد و شمار کے لئے تو بہت ہی وسیع محکمہ درکار ہوگا۔

۴۔ اگر سفر طویل ترین ہو اور ہر جگہ پڑاؤ ڈالتے وقت متعہ کا کاروبار جاری رہے اور متمتعہ عورت سے بچیوں کا تولد ہوتا رہے تو جب دس گیارہ سال بعد ادھر گزر ہو تو عین ممکن ہے کہ یہ باپ جس نے اس عرصے میں بیٹی کی شکل ہی نہیں دیکھی اس سے متعہ کر بیٹھے کیونکہ وہ متمتعہ عورت تو ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ کے بعد دوسری جگہ پھر تیسری جگہ متعہ کرنے میں لگی ہوگی اور اس عقد میں گواہ نہ اعلان تشہیر اور مکان اور رہائش گاہ کی پابندی اور مکان وغیرہ تو اس متمتع کا وہاں پر تھا نہیں جس میں بچی کی سکونت کا انتظام ہوتا اور مکان میں رہائش سے کچھ اندازہ لگ سکتا تو آخر اس ظلم سے بچنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

۵۔ متمتع کا بھائی یا بیٹا بھی اس سفر پر روانہ ہوا اور ان بچیوں کے ساتھ متعہ کرتا چلا گیا کیونکہ کوئی کہاں تک جملہ قرابت داروں اور متمتعات کی تعداد یاد رکھے وہ تو ہزاروں کے ساتھ جائز ہے تو اس قباحت سے بچنے کی آخر کیا صورت ہو سکتی ہے؟

۶۔ اگر ایک آدمی اس سفر میں ان عورتوں کے ساتھ متعہ کرتا جائے جو انہی سے پہلے شخص سے متولد ہوئیں تو چالیس پچاس بہنوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے عدت کے اندر عقد متعہ لازم آ جائے گا جو انتہائی قبیح ہے اور جرم عظیم۔

۷۔ عقد متعہ میں ایک گواہ کی بھی ضرورت نہیں چوری چھپے عقد ہو

گیا ماں باپ نے ایام متعہ میں دوسری جگہ نکاح اور رخصتی کر دی لڑکی اور لڑکا اظہار بھی نہیں کر سکتے (کیونکہ وہ خفیہ کاروبار تھا) تو اب دو عقد بیک وقت مجتمع ہو گئے اور اگر متمتع نے مدت متعہ کے بقایا دن معاف کر دیئے اور اس طرح خدا خوفی کا مظاہرہ کر بھی دیا تو کم از کم متعہ کی عدت میں دوسرا عقد لازم آ گیا اور یہ بھی مطلقاً ناجائز ہے۔

۸۔ عقد متعہ خفیہ ہو گیا علوق ٹھہر گیا مرد تو چند دن کے بعد فارغ اب لڑکی اس حمل کے ساتھ کیا کرے اور اس لڑکی کا معاشرہ میں کیا مقام ہو گیا بتائے تو کیا بتائے اور چپ رہے تو کیسے اگر کہے بھی سہی کہ یہ متعہ مقدسہ کا کرشمہ ہے زنا کا نہیں تو کون اعتبار کرے گا؟

۹۔ چلو خفیہ والی بات چھوڑیئے عقد متعہ میں گواہ رکھے گئے لیکن حمل ٹھہرنے پر وہ شخص انکار کر دے کہ یہ حمل میرا نہیں اس کو کون ثابت کر سکتا ہے کہ یہ اس کا ہے۔ نکاح میں لعان والی صورت موجود ہے مگر متعہ میں تکلیف لعان بھی نہیں تو بلا حیل و حجت وہ متقی شخص فارغ البال ہو گیا اور یہ وبال صرف اس متعہ کی شائق لڑکی کے سر رہ گیا کہ اس مولود کی پرورش بھی کرے اور زنا کار ہونے کی تہمت بھی برداشت کرے اور فصلی خاوند فقط قسم اٹھانے کا پابند بھی نہ ہو۔ ہائے مومنات کی بدقسمتی واہ رے مومنین کی بہار عیش ونشاط۔

۱۰۔ متعہ کو جائز رکھنے والے تو ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہے ہیں حمل کا خرچہ فصلی خاوند کے ذمے نہیں۔ زنے کہ صیغہ شدہ اگرچہ آبستن شود حق خرجے ندارد۔ (توضیح المسائل ص ۴۵۵)

متعہ میں نان و نفقہ اور رہائش کا بندوست عورت کے اپنے سپرد ہوتا ہے

مرد صرف متعہ کی اجرت دیتا ہے آخر وہ عورت اپنی ضروریات کا انتظام کیسے کرے گی اور دوران عدت جو اس متمتع کی پابند ہو گی اپنے خرچ کا بندوبست کیسے کرے گی لازماً مزدوری وغیرہ کرے گی جو اس متعہ کرنے والے مرد کی عزت نفس کے خلاف ہے اور یا بازاری عورتوں کی طرح روز و شب کئی لوگوں سے رابطہ رکھے گی جس سے عصمت فروشی کا وسیع دھندا شروع ہو جائے گا کیا اسلام اس کی اجازت دے سکتا ہے؟

۱۱۔ جو عورت دو تین مرتبہ متعہ کر بیٹھے گی اور اولاد متعہ کو بھی جنم دے لے گی فصلی خاوند تو حاجت پوری کر کے گئے اب اس کا مستقبل کیا ہو گا؟ دائمی نکاح کے لئے تو اس کو کوئی شاذ و نادر ہی قبول کرے گا لازماً اس کو زندگی بھر اس متعہ پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں اس کے والدین کا معاشرہ میں کیا مقام ہو گا جن کا ہر ڈیڑھ دو ماہ بعد نیا داماد بن رہا ہو گا اور کرایہ کی ٹیکسی کی طرح ان کی بیٹی کو استعمال کر کے رفو چکر ہوتا رہے گا! اور ان کی اس بچی کا مستقبل کیا ہو گا؟ جو اجرت دینے والے کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کئے بیٹھی ہو گی۔

۱۲۔ متمتعہ عورت پر عدت وفات لازم ہے اور وراثت میں حصہ نہیں ہے تو چار ماہ دس دن آخر کس طرح اخراجات نکالے گی؟ اور کون اس کا پرسان حال ہو گا؟ جب خاوند کے دکھ میں دوسرے پس ماندگان کے ساتھ اس کی شرکت لازم ہے تو آخر اس کو ترکہ میں سے حصہ دے کر دوسری بیویوں کا ہم پلہ کیوں نہیں بنایا جاتا؟ بیوی ہے تو دونوں حقوق میں برابر ہوتی اور نہیں تھی تو عدت وفات سے پابندی سے رہائی پاتی اور اپنی گزران کا فکر کرتی کیا یہ اس پر ظلم و زیادتی نہیں اور اسلام اس کا روادار ہو سکتا ہے؟

لمحہ فکریہ!

کیا ہے کوئی اپنی بہن اور بیٹی کی عزت کا پاسبان جو اس قسم کے گھناؤنے اور گندے فعل کو جائز رکھے اور الٹا اسے کار ثواب قرار دے بلکہ عین ایمان سمجھے اور اس کو اخروی فلاح و نجات کا دار و مدار قرار دے۔ کیا وہ نبی الانبیاء اور آخر الزمان پیغمبر جو مکارم اخلاق کی تکمیل و تتمیم کے لئے مبعوث ہوئے اور انسانیت کو علمی اور فکری و نظری بلندیوں پر فائز المرام کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ان کی شریعت و ملت میں خسیس اور غلیظ نظریات و اعمال داخل ہو سکتے ہیں؟

العیاذ باللّٰہ ثم العیاذ باللّٰہ

متعہ کا بطلان ازروئے عقل

متعہ ذلت و رسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل

دلدادگان متعہ نے اس کے جواز پر انوکھا اور چونکا دینے والا استدلال یہ پیش کیا ہے کہ متعہ کی حرمت روایت پر مبنی ہے اور اس کا جواز درایت پر مبنی ہے اور درایت و قیاس اور دلالت عقل۔ روایات و اخبار اور دلائل نقلیہ پر مقدم ہے جیسے کہ علامہ کاشانی نے منہج جلد دوم ص ۴۸۶ پر کہا:

مشروعیت آں درایت است و نسخ آں روایت وما طرح نمی کنم درایت را بروایت۔

اسی طرح صاحب برہان المتعہ ابو القاسم بن الحسین النقی الرضوی نے

سید مرتضیٰ علم الہدی کی کتاب انتصار سے اور علامہ ابو الفتوح کی تفسیر روض الجنان سے اور ابن ادریس کی کتاب السرائر سے نقل کیا:

آنچہ بہ برہان عقل و نقل ثابت است اینست کہ کل منفعتہ لا ضرر فیھا فی عاجل۔

ولا آجل فھی مباحۃ بضرورۃ العقل وھذہ صفۃ نکاح المتعۃ فیجب اباحۃ بضرورۃ العقل (ص ۸)

یعنی جو قدر عقلی اور نقلی براہین اور ادلہ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایسی منفعت جس میں نہ دنیا میں ضرر ہو اور نہ آخرت میں تو وہ بتقضائے عقل مباح اور جائز ہونی ضروری ہے اور عقد متعہ میں بھی دنیا اور آخرت کے لحاظ سے کوئی ضرر نہیں ہے لہذا ضرورت عقلیہ کے تحت اس کا مباح اور جائز ہونا واجب و لازم آتا ہے۔

الغرض ان حوالہ جات سے یہ بات مہر نیمروز کی طرح عیاں ہو گئی کہ متعہ کی اباحت پر اصل اور بنیادی دلیل شیعی علماء کے نزدیک ان کی درایت اور قیاس عقل ہے اور دوسرے دلائل محض تائید و تقویت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ ورنہ نقلی دلائل کی صرف اس قدر اہمیت ہے کہ عقل کی تائید کریں تو بہتر ورنہ ان کو رد کر دیا جائے گا اور عقل کہتی ہے کہ متعہ منفعت خالصہ ہے اور اس میں نہ دنیوی ضرر اور نہ اخروی۔ لہذا مباح اور حلال ہے

والجواب السدید و منہ التوفیق و التسدید

یہ استدلال بوجوہ باطل اور لغو ہے۔

اول: اگر احکام کا دار و مدار عقل پر ہوتا تو پھر رسل کرام کو بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور ان کو صرف اور صرف اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ یہ

عذر ختم ہو جائے کہ ہمیں صحیح اور باطل عقائد میں درست اور ناجائز اعمال میں امتیاز معلوم نہیں تھا۔ قال اللہ تعالیٰ:

لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل۔

تاکہ رسولوں کی آمد کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر اور بہانہ نہ مل سکے لہذا عقل انسانی مدار احکام نہیں ہو سکتا اور جتنے اختلاف مذاہب کفار و مشرکین وغیرہ میں موجود ہیں وہ سب عقل کی پیداوار ہیں اور بت پرست بھی عقل رکھتے ہیں اور ان کی عقل بھی اس پرستش کو جائز بلکہ ضروری بتلاتا ہے تو کیا علماء شیعہ ان کے تقاضائے عقل کو جائز رکھیں گے؟ بلکہ عقل کو شریعت کے تابع کرنا ضروری ہے اور اسے غلام رسالت رہنا لازم ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ

دوم: علماء شیعہ نے اس قاعدہ اور ضابطہ میں صرف اپنا لحاظ رکھا اور اپنی ممتوعات عورتوں کا خیال نہیں رکھا۔ ان کے لئے تو سراسر منفعت ہے کہ نہ رہائش کا بوجھ نہ لباس اور نان و نفقہ کا، نہ وراثت سے حصہ بانٹنے کا خطرہ اور نہ ہی اولاد کا بوجھ۔ بلکہ جب چاہا انکار کر دیا کہ یہ میری اولاد ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسے کہ مفصل طور پر یہ احکام دوسری جگہ بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن متمتعہ عورتوں کے لئے سراسر نقصان ہے اور وہ منکوحہ عورتوں کے حقوق سے کلیۃً محروم ہو جاتی ہیں۔ اور صرف چند صاحب غرض اور اوباش لوگوں کی ہوس نفس کا نشانہ بن کر رہ جاتی ہیں لہذا جب ان کے لئے دنیوی لحاظ سے خسارہ ہی خسارہ ہے تو ازروئے عقل ان کا متعہ حرام ٹھہرا لہذا دلائل عقل متعارض ہو گئے۔ اندریں صورت اس کے مباح اور جائز ہونے کو

ضرورت عقل قرار دینا تو کور مغز ہونے کی دلیل ہے ۔ اس لئے ابو الحسن شعرانی نے ایسی عورتوں کو رشیدہ اور صاحب عقل ماننے سے انکار کر دیا جو اس عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی ہو جاتی ہیں ۔

متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیعہ کتب میں دس سال کی لڑکی بغیر اذن ولی کے متعہ کر سکتی ہے ۔ مگر ابو الحسن شعرانی نے اس کو زنا قرار دیا اور ان روایات کو موضوع اور من گھڑت ۔ مگر جب یہ اشکال سامنے آیا کہ شیعی فقہاء و مجتہدین نے بھی دس سالہ لڑکی کو خود مختار قرار دیا ہے اور وہ روایات ان فتاوی کے عین مطابق ہیں تو ان کو موضوع کیونکر کہا جا سکتا ہے ؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے شعرانی صاحب نے کہا:

آنہا کہ جائز دا شتند شرط کر دند دختر رشیدہ باشد یعنی مصالح و مفاسد خویش را تشخیص دہد و دخترے کہ چنیں باشد ہرگز راضی .عقد انقطاعی نمے شود و سرمایہ آبروئے خویش را بباد نمے دہد و ہمیں عمل کاشف رشد نبودن اوست

(مقدمہ منہج ص ۳۲)

جن فقہاء و مجتہدین نے دس سالہ لڑکی کے لئے بغیر والدین اور دیگر اولیاء کی اجازت کے عقد متعہ کو جائز رکھا ہے ۔ انہوں نے اس شرط پر جائز رکھا ہے کہ وہ رشیدہ ہو یعنی اپنے نفع و نقصان کو سمجھ سکتی ہو اور موجبات نفع و نقصان میں تمیز کر سکتی ہو اور جس لڑکی میں یہ استعداد ہو گی اور اس قدر شعور ہو گا وہ ہرگز ہرگز عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی نہیں ہو گی اور اپنی عزت و آبرو کے سرمایہ کو برباد نہیں کرے گی اور جو لڑکی ایسا عقد کرتی ہے تو اس کے بد تمیز اور بے شعور ہونے پر یہی کافی و وافی دلیل ہے ۔

قابل غور امر یہ ہے کہ جب باشعور اور صاحب عقل و فہم لڑکی ایسے عقد پر رضا مند نہیں ہو سکتی اور جو رضا مند ہو جائے اس کے عقل و فہم اور

شعور و تمیز سے عاری اور خالی ہونے پر مزید دلیل کی ضرورت ہی نہیں تو پھر ان بڑی بی صاحبہ میں عقل و شعور اور فہم و تدبر نام کی کوئی شئے ہو سکتی ہے ؟ جن کی ساری زندگی ہی ہوس ناک لوگوں کی ہوس رانی میں گزر جائے اور وہ اولیاء اور سرپرست کیونکر صاحب فہم و ادراک اور ارباب فکر و نظر سمجھے جا سکتے ہیں ۔ جو اپنی بہنوں بچیوں کو اس طرح کے عقد کی اجازت دیں گے لہٰذا یہ کاروابار سراسر خلاف عقل و درایت ہے ۔

لمحہ فکریہ

اس سوال کا ابو الحسن شعرانی پر جواب دینا ابھی ادھار ہے کہ جب ایسے عقد پر رضا مندی عقل و فہم سے عاری اور غیر رشید ہونے کی دلیل ہے تو فقہاء اور مجتہدین شیعہ نے کون سی رشیدہ بی بی کے لئے اس عقد متعہ کو جائز رکھا تھا ؟ ظاہر ہے جو رشیدہ ہو گی وہ اس پر راضی نہیں ہو گی اور جو راضی ہے وہ رشیدہ نہیں تو بقول شعرانی صاحب کے " نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی " کیا جو فعل دس گیارہ سالہ لڑکیوں کے لئے بے عقل اور بے شعور ہونے کی دلیل ہے ۔ وہ عمر رسیدہ بزرگ عورتوں کے لئے عقل مندی اور دانائی کی دلیل ہو سکتا ہے ؟ قطعاً نہیں ۔

نیز جن محدثین نے ایسی روایات نقل کیں بلکہ تیار کیں اور آئمہ کرام کی طرف منسوب کیں اور درجات و مراتب بیان کرتے ہوئے متعہ کرنے والے کو انبیاء کرام اور آئمہ عظام سے بھی بڑھا دیا ۔ ان کے اندر عقل و تمیز اور نظر و فکر اور ادراک و شعور تسلیم کرنے کا کوئی جواز ہو سکتا ہے ؟

سوم : عقل اس امر کو مستحسن اور جائز و مباح قرار دے گی جو دنیا کی طرح آخرت میں بھی مضر اور موجب عذاب و عقاب نہ ہو لیکن آخرت کے معاملات کا فیصلہ تو عقل کر ہی نہیں سکتی کیونکہ اسے اس کا کما حقہ ادراک ہی نہیں تو پھر متعہ کی اباحت والا حکم امر محال پر موقوف ہو گیا ۔

یعنی اخروی مضرت اور نقصان عقل کو متعہ میں معلوم نہ ہو تو حلال ہے اور مضر سمجھے تو حرام اور اخروی مضرت اور نقصان اسے معلوم نہیں لہٰذا متعہ کی اباحت و حرمت بھی اس کو معلوم نہیں ہو سکتی تو اس کو از روئے عقل واجب الاباحت قرار دینا اور اس کے جواز کو واضح اور روشن بدیہی امر قرار دینا احمقوں کی جنت میں بسنے والوں کا ہی کام ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا خود تراشیدہ دلیل ہی شیعہ کے خلاف ہے ۔

چہارم : جن لوگوں نے محارم کے ساتھ نکاح جائز رکھا اور مردوں کے ساتھ لواطت کو جائز رکھا جیسے اسماعیلی' بشیری اور نصیری شیعہ ۔

انہوں نے بھی اسی درایت کا سہارا لیا کہ یہ منفعت خالصہ ہے اور عند العقل اس میں کوئی مضر پہلو نہیں ہے لہٰذا یہ امور مباح و حلال ہیں ۔ تو اثنا عشریہ شیعہ اپنے ان بھائیوں کی اس درایت کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں ۔ لہٰذا انہیں ان امور کو جائز رکھنا لازم اور واجب ٹھہرا اور اگر ان شیعہ کی درایت اثنا عشری شیعہ کے نزدیک غلط ہے کیونکہ محارم کے ساتھ نکاح کو اور مردوں کے ساتھ لواطت کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے ۔ لہٰذا یہ فعل آخرت میں موجب عذاب و عقاب ہے ۔ تو ہمارے نزدیک عقد متعہ چونکہ ممنوع حرام ہے لہٰذا اس کا ارتکاب آخرت میں مضر اور نقصان دہ ہے ۔ لہٰذا از روئے عقل و درایت اس کو حلال ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ۔ اور

اثنا عشریہ شیعہ کی یہ درایت سراسر باطل ہے اور ناقابل التفات و اعتبار بلکہ بقول ابو الحسن شعرانی بدتمیزی اور بے عقلی کی روشن اور عیاں اور آشکار دلیل ہے۔

پنجم: آئمہ کرام سے منقول و مروی ہے کہ متعہ مومنین عورت کے لئے موجب ذلت ہے لہٰذا ان کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کنواری بچیوں کے لئے موجب عار اور ننگ ہے اور ان کے خویش و اقارب کے لئے بھی لہٰذا مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے۔ جیسے کہ مفصل بیان ان کا گزر چکا تو اس میں بھی عقلی قباحت کا بیان ہے نہ کہ شرعی قباحت کا۔ ورنہ فرماتے اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا ہے۔ جب دلیل نقلی ذکر نہیں کی بلکہ اس کا ازروئے عقل موجب ذلت و رسوائی اور باعث عار و عیب ہونا ذکر کیا ہے۔ ان کی درایت درست ہے تو اس کی اباحت کو واجب اور لازم سمجھنا غلط اور عقلی دلیل بے بنیاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو آئمہ کرام کو تقاضائے عقل سمجھنے سے عاری اور قاصر سمجھنا لازم۔ نعوذ باللہ۔ لیکن آئمہ کا فرمان یقیناً عقل سلیم کا ترجمان ہے۔ اور جو کچھ ان علماء نے ذکر کیا ہے وہ تقاضائے نفس اور مقتضائے قوائے حیوانی لہٰذا ایسی درایت کا اسلام اور شریعت مصطفوی ﷺ میں قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔

سوال: متعہ زنا سے بچنے کا ذریعہ ہے اور جو حرام سے بچنے کا ذریعہ ہو وہ واجب نہ ہو تو کم از کم اس کا استحباب تسلیم کرنا تو لازم ہے۔ اس لئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

یرحم اللّٰہ عمر ما کانت المتعۃ الا رحمۃ من اللّٰہ رحم بھا امۃ محمد ﷺ و لو لا نھیہ عنھا ما احتاج

الی الزناء الا شقی۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب پر رحم کرے متعہ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا۔ اگر عمر بن الخطاب کی طرف سے منع اور نہی نہ پائی جاتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتے مگر شقی اور بد بخت یا قلیل ترین مردم۔

(برہان ص ۹، تجلیات صداقت بحوالہ تفسیر کبیر و نہایہ ابن کثیر و در منثور)

والجواب الشافی بتوفیق اللّٰہ الکافی:

اولاً: یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ متعہ کی ممنوعیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام مجید میں ثابت اور سرور عالم ﷺ کی طرف سے بخاری شریف، مسلم شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف میں ثابت جیسے کہ آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ اس ضمن میں صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان کی جا چکی ہیں۔ لہٰذا یہ بات تو قطعاً قرین قیاس نہیں کہ صحاح ستہ کی مرفوع و متصل روایات کو چھوڑ کر صرف ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذاتی قول اختیار کر لیا جائے اور وہ بھی ان کتابوں سے جن کی صحت کا التزام ہی نہیں کیا گیا۔ یا فن حدیث سے ہی تعلق نہ رکھتی ہوں

ثانیاً: اہل سنت کے نزدیک حضرت ابن عباس اپنی تمام تر علمی عظمت اور برتری کے باوجود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتے۔ علی الخصوص جبکہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں اعلان فرما رہے ہوں کہ سرور عالم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا تھا اور اگر کوئی شخص چار گواہ ایسے پیش کر دے جو اس امر کی شہادت دیں کہ آپ نے دوبارہ اس کی اجازت دے دی تھی تو میں بھی اس کی تحریم کا حکم

واپس لے لوں گا۔ جیسے کہ ابن ماجہ شریف کے حوالے سے یہ روایت عرض کی جا چکی ہے۔ جو کہ سید عالم ﷺ کی طرف سے تحریم متعہ پر اجماع کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اس کے بعد حضرت ابن عباس کے ذاتی خیال کے ساتھ جواز متعہ پر استدلال کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتا بلکہ اس قول کی مناسب توجیہہ ہو سکے تو بہتر ورنہ اس کو نظر انداز کریں گے۔ نہ کہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کو۔ اگر یہ دلیل اس قدر اہم تھی تو آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے اسے کیوں نہ بیان فرمایا اور پوری امت پر مہربانی کیوں نہ فرما دی۔

ثالثًا: زنا سے بچانے والا وہی امر مستحب ہو سکتا ہے جو بذات خود ممنوع نہ ہو۔ اگر محارم کے ساتھ جواز نکاح میں کوئی شخص یہی دلیل پیش کر دے تو کوئی صاحب عقل اس کی صحت اور قبولیت کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے جب اس کے جواز اور اباحت میں ہی بحث و کلام ہے اور وہ خود بھی ازروئے قرآن و حدیث اور اجماع ممنوع ہے تو اس کا ارتکاب زنا کا ارتکاب ہے۔ وہ زنا سے مانع کیونکر ہو گا۔

رابعًا: بعض اوقات ایک ایسا امر اور معاملہ پیش آتا ہے جس میں مضر اور مفید دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ مفید اور کار آمد پہلو کے لحاظ سے اگر اس کا مشروع اور مباح ہونا رحمت و رافت ہے تو مضر اور نقصان دہ پہلو کے لحاظ سے اس کا حرام اور ممنوع ٹھہرایا جانا بھی سراسر رحمت و عنایت ہو گا مثلاً شراب اور جوا پہلے پہل اسلام میں ممنوع نہیں ٹھہرائے گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فیہما اثم کبیر و منافع للناس و اثمہما اکبر من نفعہما

ان دونوں میں بہت بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی اور ان کی گنہگاری ان کے منافع سے زیادہ ہے۔ مگر بایں ہمہ فوری طور پر ان کو حرام نہ کیا گیا بلکہ عرصہ بعد اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر ان کی حرمت واضح کر دی گئی۔

انما الخمر و المیسر و لانصاب و لازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم ترحمون۔

جز ایں نیست کہ شراب، جوا، تھان اور فال گیری نجس امور ہیں اور شیطانی امور۔ لہٰذا ان سے بچو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس ارشاد ربانی سے ہر مسلمان بخوبی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے مثلاً شراب کو ابتداء میں حرام نہ فرمانا بھی ظلم نہیں تھا بلکہ ارحم الراحمین کی طرف سے رحمت کا اظہار تھا اور آخر میں اس کو حرام اور نجس قرار دینا اور شیطانی عمل قرار دینا بھی ظلم نہیں بلکہ سراسر رحمت ہے۔ علی ہذا القیاس۔

احکام شرعیہ تدریجاً اور آہستہ آہستہ لاگو کئے جاتے رہے تو پہلے پہل ان کو مقید نہ ٹھہرانا بھی عین رحمت تھا اور بعد ازاں ان کے ساتھ مقید اور مکلف ٹھہرانا بھی سراسر رحمت۔ ابتدائے اسلام میں بیویوں کے متعلق چار کی تعین نہیں تھی۔ بعد ازاں ان کی آخری حد چار مقرر کر دی گئی لہٰذا دونوں پہلوؤں میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور بہتری بھی موجود ہے اور کوئی نہ کوئی تضییق و تکلیف والا پہلو بھی ہے۔ تو اگر ابتدائی حالت کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی کہے کہ اگر یہ تبدیلی نہ آتی تو فلاں منفعت اور مصلحت حاصل ہوتی تو اس کا مطلب یہ نہ ہو گا کہ آخری حالت میں مصلحت اور منفعت ہی نہیں ہے۔ یا اس کو پہلی پر فوقیت و رجحان حاصل نہیں ہے۔ مثلاً

کوئی کہے کہ عورتوں کی چار تک تحدید نہ ہوتی تو زنا کا ارتکاب کم ہوتا۔ کیونکہ امراء و روؤسا ان سے زیادہ رکھنے پر قادر ہوتے ہیں اور مزید کی رخصت نہ ہونے پر زنا کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ تو کسی حد تک بات درست ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عواقب امور کا حتمی علم یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہ حد بندی بھی سراسر رحمت و عنایت ہے اور اس میں عورتوں کے حقوق کی زیادہ نگہداشت کی گئی ہے۔ اس طرح متعہ کو کبھی اضطرار اور مجبوری کے تحت مباح کیا گیا تو بھی عین مصلحت اور بعد ازاں حرام ٹھہرایا گیا تو وہ بھی عین مصلحت اور اس میں بھی عورتوں کے حقوق کی پہلے کی نسبت زیادہ نگہداشت اور رعایت کی گئی ہے۔ لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول متعہ کی حرمت کے منافی نہیں ہے۔

خامسًا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی متعہ کا ابتداء اسلام میں مباح ہونا اور بعد ازاں اس کا منسوخ ٹھہرایا جانا ثابت ہے۔ جیسے کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے۔ تفسیر در منثور میں ابن ابی حاتم کے حوالہ سے مذکور ہے۔

كان متعة النساء فى اول الاسلام (الى) و كان يقرء فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى نسختها محصنين مسافحين و كان الاحصان بيد الرجل يمسك متى شاء و يطلق متى شاء۔

یعنی متعہ آغاز اسلام میں جائز تھا (تا) اور قول باری تعالیٰ فما استمتعتم به منهن کے بعد الی اجل مسمی پڑھا جاتا ہے۔ جس کو قول باری محصنين غير مسافحين نے منسوخ ٹھہرا دیا اور

عورت کے احصان اور عزت و آبرو کے تحفظ کا معاملہ مرد کے ہاتھ میں دے دیا گیا وہ جب تک چاہے اسے اپنے عقد نکاح میں رکھے اور جب چاہے طلاق دے دے۔

تفسیر در منثور میں بیہقی اور طبرانی کے حوالے سے حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد منقول ہے۔

كانت المتعة فى اول الاسلام و كانوا يقرؤن هذه الاية فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى (الى) حتى نزلت هذه الاية حرمت عليكم امهاتكم الاية فنسخ الاولىٰ فحرمت المتعة و تصديقها من القرآن الا على ازواجهم او ما ملكت و ما سوى هذا الفرج فهم حرام۔

متعہ ابتداء اسلام میں مباح تھا اور اہل اسلام اس آیت کی تلاوت اس طرح کیا کرتے تھے یعنی الیٰ اجل مسمی کے اضافہ کے ساتھ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ جن عورتوں کے ساتھ تم ایک مدت مقرر تک نفع اندوز ہوتے رہو تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا حرمت عليكم امهاتكم' الخ تو اس نے پہلی آیت اور قرآت کو منسوخ ٹھہرایا اور متعہ حرام ہو گیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ الا على ازواجهم و ما ملكت .... یعنی فلاح پانے والے صرف وہی مومن ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا مملوکہ لونڈیوں پر اور اس کے علاوہ تمام فرج حرام ہیں۔

ان دونوں روایتوں سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی

متعہ کو حرام کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے الیٰ اجل مسمی کی تلاوت اور اس کے حکم کو منسوخ ٹھہرایا ہے اور اس نے اس نسخ اور رفع اباحت میں مصلحت اور رحمت دیکھی۔ لہٰذا حضرت ابن عباس کی ان روایات کو نظر انداز کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور اس روایت کے ساتھ ان کی منافات بھی نہیں کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت باہتمام تام نفاذ اور عمل در آمد کرانے کے لحاظ سے ہے۔ اور اس کی ممنوعیت کا اعلان کر کے عذر اور تعلل ختم کرنے کے لحاظ سے ورنہ ایک جائز اور مباح کو حرام ٹھہرانے والے اور شریعت میں تغیر و تبدل کرنے والے شخص کے لئے دعاء رحمت کا کیا مطلب؟ حالانکہ آپ نے آغاز ہی دعا رحمت کے ساتھ کیا ہے۔

سادساً: زنا سے مانع ہونے کے لحاظ سے متعہ کا وجوب یا استحباب اس وقت ثابت ہوتا جب اس کے علاوہ دوسری صورت موجود نہ ہوتی جب نکاح دوام یا لونڈیوں کے ساتھ نکاح جیسی صورتیں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دی ہیں تو پھر اس کا استحباب وغیرہ کیسے ثابت ہو گیا۔

سابعاً: اگر متعہ صرف اس لئے مستحب ہونا لازم ہے کہ اس میں بوجھ زیادہ برداشت نہیں کرنا پڑتا تو پھر حرائر کے ساتھ نکاح دوام کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں اس کا حکم دیا جانا چاہیے تھا۔ حالانکہ اس ارحم الراحمین نے دوسروں کی لونڈیوں سے نکاح کرنے کی رخصت دی مگر متعہ کی رخصت نہ دی اور یہ رخصت بھی خوف زنا کے تحت دی اس لئے فرمایا: ذلک لمن خشی العنت منکم و ان تصبروا خیر لکم واللہ غفور رحیم اور لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی رخصت تم میں سے اس شخص کے

لئے ہے جو زحمت تجرد سے خوفزدہ ہو (اور زنا کے ارتکاب سے اندیشہ ناک ہو) اور صبر کرنا تمہارا بہت بہتر ہے (لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحمت والا ہے اس ارشاد تعالیٰ سے صاف ظاہر کہ رحمت کا اظہار اس نے صرف اس صورت میں فرمایا کہ حرہ سے نکاح کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں لونڈی کے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی۔ اگر متعہ رحمت ہوتا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا کیونکہ لونڈیوں میں نہ تو تہذیب و شائستگی اور تربیت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اولاد آزاد اور مالک حریت ہوتی ہے بلکہ لونڈی کے مولیٰ کی غلام بن جاتی ہے اور قیمت ادا کر کے باپ کو آزاد کرانا پڑتی ہے۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جس میں نکاح کرنے کی ہمت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیونکہ اس سے شہوانی طاقتوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔ لہٰذا ارحم الرحمین اور رحمۃ للعالمین ذاتوں نے جو صورت بیان فرمائی رحمت وہی ہے۔ اور سراسر مصلحت بھی وہی ہے نہ کہ ہم اپنی درایت اور دلالت عقل سے رحمتوں کے نئے باب کھولنے لگ جائیں۔

متعہ زنا خالص ہے

جب کلام مجید کی آیات بینات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اجماع صحابہ کرام اور آئمہ اہل بیت کے اتفاق سے متعہ کی منسوخیت اور اس کی حرمت ثابت ہو گئی تو اب بلا ریب و تردد ہم کہتے ہیں کہ متعہ بالکل زنا ہے۔ اور اس کا مرتکب زنا کار اور فاسق و فاجر ہے اور یہی حکم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جیسے کہ بیہقی نے نقل کیا ہے کہ آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ھی الزنا بعینہ

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۵۰)

لیکن شیعی علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب اس بات پر بہت رنجیدہ و کبیدہ بلکہ سراپا غیظ و غضب اور مجسم اشتعال بنے نظر آتے ہیں کہ متعہ کو زنا اور قبیح ترین فعل کیوں قرار دیا گیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

" تو اس کا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ نے زنا کو حلال کر دیا۔ حالانکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں مباح و حلال تھا؟" (تجلیات صداقت ص ۳۰۰)

اقول و علی توفیقہ اعول: ہماری گزارشات کے مطابق کتاب و سنت، اجماع امت اور علی الخصوص آئمہ اہل بیت کرام کے ارشادات سے اس فعل کی اباحت اور رخصت منسوخ ہو چکی اور اس کی حرمت ثابت ہو چکی تو اس کے بعد وہ یقیناً زنا ہے اور اس کا مرتکب فاسق و فاجر، اور جب تک اس کی حرمت بیان نہیں ہوئی تھی۔ تو اس کا مرتکب زنا کار نہیں تھا۔ علامہ موصوف کی منطق الٹی ہے کہ جو فعل حرام ہونے کے بعد زنا کہلاتا ہو اس کو تحریم سے پہلے بھی زنا کہنا چاہیے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر زنا کے حلال ٹھہرانے کی وجہ سے فتوی لگانا چاہیے۔ اب اس علامہ کو کون سمجھائے کہ عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کی حدود شرعیہ سے تجاوز زنا کہا جاتا ہے۔ اور قوانین و احکام شرعیہ کی مخالفت زنا ہو گی نہ کہ مخالفت و تجاوز سے قبل ہی کوئی فعل زنا بن جائے گا۔

مثلاً ہماری شریعت میں دو بہنوں کو ایک شخص اپنے عقد نکاح میں نہیں رکھ سکتا لیکن پہلی شریعتوں میں یہ صورت عقد کی مباح اور جائز تھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے عقد میں دو سگی بہنیں تھیں حضرت لیا جو یہودہ کی والدہ

تھیں اور حضرت راحیل جو کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اور موجودہ احکام میں تفاوت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

و ان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف

اور تم پر دو بہنوں کو عقد نکاح میں جمع کرنا حرام کر دیا گیا ہے مگر وہ جو گزر چکا تو اس فرمان خداوندی کے بعد ایک بہن کے ہوتے ہوئے دوسری بہن سے شادی کرنے والے اور جنسی تعلق قائم کرنے والے کو زنا کا مرتکب نہیں کہیں گے اور کیا علامہ موصوف یہاں بھی ہم پر یہی اعتراض کریں گے کہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حلال کر دیا تھا؟

نیز حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں چونکہ سوائے آپ کی اولاد کے نسل انسانی کا وجود ہی نہیں تھا تاکہ ان کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کر کے نسل انسانی کو بڑھایا جا سکتا اور اس نوع کے بقاء کا سامان کیا جا سکتا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم و حوا علیہما السلام میں باہمی ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اور اس طرح ہوتا تھا کہ ایک بطن کے لڑکے لڑکی کا دوسرے بطن کی لڑکے لڑکی کے ساتھ باہم نکاح کر دیا جاتا جیسے شیعہ کے عظیم مفسر علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اور انہی کے مورخ نے روضۃ الشہداء میں اس کی تصریح کی ہے بلکہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس طرح منقول ہے ملاحظہ ہو (انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۲۶۴ مولفہ سید نعمت اللہ الجزائری)

لیکن یہ حوالہ جات نقل کرنے کے بعد جزائری نے ڈھکو صاحب کی طرح اس پر اعتراض کر دیا کہ وہ دونوں بطن والے بہن بھائی تھے لہٰذا ان کا باہمی نکاح کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو سراسر مجوسیت ہے اور ان کا جنسی تعلق قائم رکھنا زنا کا ارتکاب کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جس کا جواب دیتے ہوئے قاضی محمد طباطبائی نے اپنے استاد کاشف الغطاء کے حوالہ سے کہا:

ان الزنا ليس الا مخالفة القوانين الشرعية والنواميس المقررة من المشرع الحكيم و حيث ان في بدء الخليقة لا يمكن التناسل الا بهذا الوضع اجازة الشرع في وقته بوجود المقتضي و عدم المانع

(ص ۲۶۴ حاشیہ انوار نعمانیہ)

یعنی زنا قوانین شرعیہ کی مخالفت کا نام ہے اور منبع حکمت سے صادر ہونے والے الہامی دائمی احکام کی خلاف ورزی کا اور ابتداء تخلیق میں توالد و تناسل کا سوائے اس وضع و طریقہ کے امکان ہی نہیں تھا۔ لہٰذا شریعت نے اس وقت میں اس عقد کے جواز و اباحت کا مقتضی اور موجب موجود ہونے کی وجہ سے اور مانع و موجب تحریم موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کو جائز رکھا اور جب یہ ضرورت پوری ہو گئی تو حفظ نسل اور احکام وراثت وغیرہ کی خاطر اس کو حرام فرما دیا لہٰذا اس کو زنا یا مجوسیت سے تعبیر کرنا سراسر غلط ہے۔ الغرض اب بہن بھائی کے عقد اور جنسی تعلق کے زنا ہونے میں کسی کو بحث اور کلام نہیں ہو سکتا۔ اور ابتداء و آغاز میں خود آئمہ کرام سے اس کا وقوع اور تحقق منقول ہے اور شیعی مفسر و مورخ اور فقہاء بھی اس کے قائل ہیں

لہٰذا علامہ ڈھکو صاحب کا متعہ کی اباحت و رخصت کے حرمت سے

بدلنے اور زنا بن جانے پر حیرت و تعجب کا اظہار بذات خود محل تعجب ہے اور سراسر گھبراہٹ اور سرگردانی کا مظاہرہ ہے۔ وگرنہ تحقیق و تدقیق کی دنیا میں ایسے توہمات قائل کے علم و تحقیق کے نہیں بلکہ عقل و فہم کے لحاظ سے مفلس و قلاش ہونے کی بین برہان ہوا کرتے ہیں۔

اس فتویٰ کی زد میں کون لوگ آتے ہیں؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ یہ فتویٰ دیکھنے سے قبل یہ دیکھنا تھا کہ اس کی زد میں کون کون بزرگ آتے ہیں۔ جوش کے ساتھ ہوش کی بھی ضرورت ہے ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔ (تجلیات ص ۳۰۰)

الجواب الصواب بتوفيق معطي السداد: تحریم سے قبل یا اس کے علم سے قبل جو بزرگ سے بزرگ تر ہستی بھی اس فعل کا ارتکاب کرے اس پر کوئی فتویٰ لگ ہی نہیں سکتا جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام جنہوں نے خود اولاد کا باہمی ازدواجی تعلق قائم فرمایا۔ کیونکہ اس وقت یہ تعلق ممنوع و حرام نہیں تھا۔ لہٰذا ان پر فتویٰ لاگو نہیں ہو سکتا۔ اس طرح ان حضرات صحابہ پر بھی جو تحریم سے قبل عقد متعہ کے مرتکب ہوئے اور بعد ازاں اگر کسی کو تحریم کا علم نہیں ہو سکا تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔ بوجہ لاعلمی کے نہ کہ اس کا وہ فعل مباح اور جائز ہو گا لہٰذا علامہ موصوف نے یہاں بھی اپنی وصیت و نصیحت کے برعکس صرف جوش کا مظاہرہ کیا۔ ہوش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ معذور سمجھا جانا اور مواخذہ نہ کیا جانا علیحدہ امر ہے اور اس فعل کا مباح اور جائز ہونا علیحدہ امر ہے۔ ایک

شخص عمداً جھوٹ بولتا ہے ۔ تو وہ لعنت کا مستحق ہے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین لیکن غلط فہمی کی بنا پر نادانستہ ایسی بات سرزد ہو جائے جو خلاف واقعہ ہو مگر اس کا گمان یہی ہے کہ جو میں نے کہا ہے واقعہ و حقیقت بھی اسی طرح ہے تو وہ لعنت کا مستحق نہیں ہو گا ۔ اور معذور سمجھا جائے گا ۔ لہٰذا علامہ موصوف نے جو کچھ کہا ہے ۔ وہ صرف شاعرانہ انداز بیان اور صرف الفاظ کا کھیل ہونے کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور تحقیق و تدقیق کی دنیا میں پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا ۔

الغرض کتاب و سنت اور آئمہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال اور عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر واضح اور عیاں ہو گیا کہ متعہ معروفہ حرام ہے اور اس کا مرتکب زنا کار ہے اور اس کی حلت و اباحت پر کوئی آیت اور حدیث دلالت نہیں کرتی اور اس ضمن میں شیعہ حضرات کے دلائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے ۔

کلمۃ التقدیم

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

امابعد

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ دین اسلام نے اللہ تعالیٰ کی امداد واعانت اور اس کے ازلی وعدہ لیظھرہ علی الدین کلہ کے تحت تمام ادیان عالم پر غلبہ اور برتری حاصل کرلی اور صرف دلائل و براہین سے اس کا مقابلہ ناممکن نہ بنایا بلکہ غازیان اسلام کی روز افزوں فتوحات سے اس کو اطراف و اکناف کے ممالک میں تمکین اور غلبہ ظاہری بھی عطافرمایا حتی کہ ایران ' عراق ' شام ' فلسطین اور مصروغیرہ سے مجوس ' یہود اور عیسائی سلطنتوں کی بیخ کنی کر کے اپنے وعدہ ازلی " و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم " کے مطابق وہاں پر دین اسلام کی حکومت قائم فرمائی اور یوں دین اسلام نظریاتی سطح پر بھی غلبہ اور تفوق سے بہرہ ور ہوا اور نظام کی حیثیت سے بھی نمایاں مقام حاصل کرنے والا مذہب قرار پایا لیکن دشمنان اسلام نے میدان کار زار میں گو غازیان اسلام کے مقابلہ و مقاتلہ کی ہمت اپنے اندر نہ پائی مگر اس کو دل وجان سے تسلیم بھی نہیں کیا تھا اور بالکل ہی سپر انداز اور

تن بتقدیر بھی نہیں ہوگئے تھے بلکہ انہوں نے محاذ بدل کر لڑنے کا فیصلہ کیا جس کے لئے تجویز یہ طے پائی کہ اسلام میں داخل ہو کر اور اہل اسلام کا بظاہر ہمنوا بن کر ان میں ملک و سلطنت اور حکمرانی اور جہانبانی کے استحقاق کے لحاظ سے جھگڑا پیدا کر دو تاکہ باہم جنگ و جدال تک نوبت آ جائے اور ہم ان کی ضربہائے شمشیر سے صرف محفوظ ہی نہ ہو جائیں بلکہ ان کے باہمی جنگ وجدال اور قتل وقتال کو دیکھیں اور بغلیں بجائیں اور خود ان کی تلواریں ان سے ہمارے بدلے لیں چنانچہ عبداللہ بن سبا یہودی نے ۳۵ھ میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہی سازش کی اور بنو امیہ اور بنو ہاشم کا ٹکراؤ پیدا کر کے اور ہزاروں مسلمانوں کو اپنی تلواروں سے تہ تیغ ہوتے دیکھ کر اور سلسلہ فتوحات کی یکسر بندش دیکھ کر گھی کے چراغ جلائے ملاحظہ ہو (تاریخ التواریخ جلد ثانی صفحہ ۵۲۴) لیکن صرف اس اقدام سے ان کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی ہوا بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس غیبی خبر کو سچا کر دیا "ان ابنی ھذا سید لعل اللّٰہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین" کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عالی ہمت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اہل اسلام کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرادے گا۔

چنانچہ آپ نے اپنی خلافت وامارت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر کے باہمی انتشار و اختلاف کا سدباب کر دیا اس لئے انہوں نے اس سازش کے ساتھ ساتھ نظریاتی اور عملی محاذ پر بھی دین اسلام کے خلاف سازش کا ناکام منصوبہ بنایا اور اہل اسلام کو غلط نظریات اور فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال و افعال کے ذریعے بے دین بنانے کی کوشش کی تاکہ اگر مسلمان کہلائیں تو بھی

حقیقت میں مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی' یہودی اور نصرانی یا مادر و پادر آزاد ہوں چنانچہ اسی مقصد کو بروئے کار لاتے ہوئے یہود و مجوس وغیرہ نے اہل اسلام میں حلول و اتحاد ' تجسیم و تشبیہ والوہیت علی و الوہیت اولاد علی ' نبوت علی و آل علی' خلافت بلافصل اور وصیت وغیرہ کے عقائد داخل کیے معرفت امام کو نماز و روزہ کی جگہ کافی قرار دے کر اعمال کی اہمیت کو ختم کر دیا بلکہ ان کو عیاش ' شہوت پرست اور آوارہ بنانے کے لئے ہزار ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا اور گواہوں کے تکلف کو بھی ختم کیا اور ساتھ ہی نان نفقہ اور سکونت مہیا کرنے کے بار گراں کو بھی معاف کر دیا اور اجرت بھی اتنی معمولی رکھی کہ ہر کس وناکس ہزاروں عورتوں کو وہ اجرت مہیا کر سکے یعنی جو یا گندم کی مٹھی ' مسواک یا پانی کا گلاس پھر اس پر بھی بس نہ کی بلکہ قوم لوط کے عمل کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مباح قرار دے دیا یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ لواطت کو مباح قرار دے دیا اور مجوس کے نظریہ تحلیل محارم کو بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسلام کا حصہ بنادیا مجوس کا عقیدہ یہ ہے کہ ماں ' بہن اور دیگر محارم انسان کے لئے حلال ہیں مگر انہوں نے تھوڑے سے ریشم کے ٹکرے کو آلہ تناسل پر لپیٹ کر ماں ' بہن اور خالہ ' پھوپھی سے مباشرت کو جائز کر دیا اسی طرح سپئیر پارٹس کے طور پر عورتوں کو استعمال کرنے کا طریقہ جاری کر دیا مثلا ایک شخص کی لونڈی ہے اور دوسرے کو ضرورت پیش آگئی تو وہ چند دن کے لئے متاع مستعار کے طور پر استعمال کر کے واپس کر دے بلکہ آقاؤں اور غلاموں میں کاروباری شراکت کے طور پر اس جنسی تعلق کو مباح کر دیا لونڈی مالک کی ہے نکاح غلام کا ہوگیا ہے مگر جب مالک کی مرضی بن جائے تو وہ بھی اس کو استعمال کر سکتا ہے وعلی ہذا

القیاس اور یہ حقیقت کسی سے بھی مخفی نہیں کہ ہر شخص طبعاً شہوانی امور کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور بالخصوص عورتوں کے معاملہ میں آزادی تو اس کو بہت مرغوب ہوتی ہے اسی لئے انگریز جن جن علاقوں پر غالب آتے رہے اور متصرف وحاکم بنے تو انہوں نے عورتوں کی آزادی کا علم بلند کیا اور مخلوط تعلیم کا سلسلہ جاری کر کے جنسی بے راہروی کو عام کر دیا جس کا تدارک اب ناممکن ہوگیا ہے وہ خود تباہ حال تھے ہی انہوں نے اہل اسلام کو بھی اس تباہی و بربادی سے دو چار کر دیا۔

الغرض ان کا یہ عمل اور طرز و طریق بھی اسی سازش کا حصہ ہے جس سے نئی نسلوں کو عملاً عیسائی ' یہودی اور مجوسی بنادیا گیا اور صرف اسلامی نام ہی مسلمان ہونے کی علامت رہ گئے ورنہ نہ نظریات اسلامی اور نہ ہی عمل و کردار اسلامی رہ گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان نظریات ' فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال کی ترویج و اشاعت کسی ایسے ہی نام سے کرنی تھی جس کو اسلام میں تقدس حاصل ہوتا اور عظمت و رفعت تو اس کے لئے اکابر اہل بیت کے نام استعمال کیے اور بالخصوص امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ۔ حالانکہ ان کا اور تمام اہل بیت کرام کا مذہب وہی تھا جو اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے اور وہی مقدس ہستیاں ان کی ان عقائد اور اعمال میں امام اور قائد تھیں اور ہیں لیکن انہوں نے مکاری اور عیاری سے ان کو ڈرپوک بزدل اور خوف و خشیت کا شکار قرار دے کر ان کے دو مذہب بنا ڈالے ایک ظاہری اور علانیہ جو جمہور اہل اسلام کے مطابق تھا جو محض جان بچانے کے لئے ظاہر کرتے تھے اور تقیہ پر مبنی تھا اور دوسرا حقیقی اور باطنی جو چند خواص کے سامنے ظاہر کرتے تھے اور لطف یہ کہ آئمہ کا بالعموم مسکن مدینہ

منورہ رہا لیکن خفیہ ذرائع سے ان کا مذہب عراق میں پھلتا پھولتا رہا کیونکہ وہ خاص اور محرم اسرار اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے اس زمانہ کے رسل و رسائل محدود تھے اور یہ مذہب و نظریہ بھی اندر ہی تقیہ اور راز داری کے انداز میں چلایا جاتا تھا۔ لہٰذا آئمہ کرام تک اطلاع پہنچتے پہنچتے بہت وقت لگ جاتا تھا اور اس دوران وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہوتے تھے اور جب آئمہ کرام ان کے حق میں فرماتے کہ یہ یہود اور مجوس کی مانند ہیں اور تثلیث کے قائلین سے بھی بد ترین ہیں اور یہ جھوٹے ' مکار اور مفتری بہتان پرداز ہیں تو یہ لوگ اس کی تاویل یہ کرتے کہ دراصل امام کو ہم سے بڑا پیار اور لگاؤ ہے مگر ہم پر جمہور اہل اسلام کی طرف سے قتل اور غیظ و غضب سے ڈرتے ہیں اس لئے اس طرح کے کلمات فرماتے ہیں گویا گالیاں نہیں بلکہ ہمارے لئے تیغ بند تعویذ اور ہماری حرز و حفاظت کی ضمانت ہیں ۔

(رجال کشی و حاشیہ)

الغرض اس طرح ان دشمنان دین اسلام نے آئمہ کرام پر بہتان اور افتراء سے کام لے کر خفیہ اور راز دارانہ انداز میں اس بے دینی کو امت میں رائج کر دیا اور شہوت کے پتلوں نے اس کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اس کو واقعی اہل بیت کرام کا مذہب و دین اور عقیدہ و نظریہ تسلیم کر لیا حاشا و کلا وہ مقدس ہستیاں ان مکروہ اور سراپا ضلالت اعمال واطوار سے اور ان کو جائز قرار دینے سے بالکل مبرا اور منزہ ہیں اور یہ صرف ان دشمنان دین اسلام کی سازشی کارروائی تھی جس کے ذریعے انہوں نے اسلام پر "خاکم بدہن" کاری ضرب لگانے کی مذموم کوشش کی ۔

قارئین کرام ! پہلے پہل ان بداعمالیوں اور شہوت رانی کے ان شیطانی

طریقوں کا مذہب شیعہ کے آئینہ میں مشاہدہ فرمائیں اور اس کے بعد اسلامی مقدس اور منزہ نظریہ ملاحظہ ہو اور خود ہی محاکمہ فرمائیں کہ آیا روح اسلام کے مطابق اور نبوی تعلیمات اور آئمہ کرام کی روش و کردار کے مطابق یہ اعمال و افعال ہیں جن کو شیعہ صاحبان نے جاری کیا ہے یا وہ جس کے اہل سنت و جماعت قائل اور معتقد ہیں۔

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت و الیہ انیب' ربنافتح بیننا و بین قومنابالحق وانت خیر الفاتحین۔

باب اول ......متعہ کے بیان میں

متعہ کافر عورتوں سے جائز ہے مگر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں

۱ - عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام لا باس ان یتمتع الرجل بالیہودیة و النصرانیة و عندہ حرة -

(استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حرہ اور آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۲ - عن ابی عبداللّٰہ علیہ السلام لا باس للرجل ان یتمتع بالمجوسیتہ- (استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مرد کے لئے مجوسی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۳ - عن محمد بن سنان عن الرضاء علیہ السلام قال سالتہ عن نکاح الیہودیتہ و النصرانیہ فقال لا باس بہ فقلت المجوسیتہ قال لا باس بہ یعنی متعة

(استبصار ص ۷۸)

محمد بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ نکاح متعہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے تو میں نے عرض کیا مجوس عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے تو آپ نے فرمایا اس مین حرج نہیں یعنی متعہ کے طور پر (نہ کہ دائمی نکاح کے

طور پر)(ملاحظہ ہو الاستبصار ج ۲ ص ۷۸)

۴۔ برہان المتعہ میں شیعہ فاضل ابو القاسم ابن الحسین لکھتا ہے

نزد اصحاب ما عقد دائم بازناں اہل کتاب ابتدائی صحیح نیست بخلاف متعہ کہ بازناں یہود و نصاری جائز است اما بازناں مجوس ترک احوط است۔

(برہان المتعہ ص ۵۴)

ہمارے علمائے اعلام کے نزدیک دائمی نکاح تو اہل کتاب یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جائز نہیں ہے البتہ متعہ کا حکم اس سے مختلف ہے وہ ان عورتوں کے ساتھ جائز ہے مگر مجوسی عورتوں کے ساتھ محتاط امر یہ ہے کہ متعہ نہ کیا جائے (مگر حرام اور ناجائز نہیں ہے)

استبصار میں ابو جعفر طوسی نے مستقبل باب قائم کیا ہے " تحریم نکاح الکوافر من سائر اصناف الکفار" یعنی ہر قسم کے کافروں کی کافرہ عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا بیان اور جن روایات میں یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے انکی توجیہ کرتے ہوئے کہا۔

الاخبار التی تضمنت جواز نکاح الیہودیات و النصرانیات فانہا تحتمل وجوہامن التاویل منہا ان یکون خرجت مخرج التقیتہ لان جمیع من خالفنا یذہبون الی جواز ذلک فیجوز ان یکون ہذہ الا خبار وردت موافقۃ لہم کما وردت نظائرھالمثل ذلک و(الی) ومنہا ان یتناول ذلک اباحۃ العقد علیہن عقد المتعۃ دون نکاح الدوام علی ما بیناہ فیمامضی۔

وہ روایات جو یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں مختلف وجوہ تاویل کا احتمال ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ ایسی روایات تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ جتنے فرقے شیعہ کے علاوہ ہیں وہ سب اس نکاح کو جائز رکھتے ہیں لہذا آئمہ اہل بیت کی روایات بھی ازروئے تقیہ عام اہل اسلام کے ساتھ ظاہری موافقت (اور در پردہ مخالفت) پر مبنی ہیں اور آخری توجیہ یہ ہے کہ ان میں نکاح سے مراد عقد متعہ ہے نہ کہ دائمی نکاح اور عقد متعہ ان عورتوں کے ساتھ جائز ہے جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ

۱۔ امام ابو الحسن رضا نے ابو محمد حسن بن الجہم سے دریافت فرمایا کہ جو شخص مسلمان بیوی کے ہوتے ہوئے نصرانی عورت کے ساتھ شادی کرے اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میں آپ پر فدا ہوں تمہارے سامنے میرا کچھ کہنا جسارت ہے آپ نے فرمایا' نہیں 'ضرور جواب دو تاکہ اس طرح تمہیں میری رائے معلوم ہوسکے چنانچہ میں نے کہا نصرانی عورت کے ساتھ نکاح قطعادرست نہیں ہے 'خواہ مسلمان بیوی موجود ہو یاغیر مسلمہ انہوں نے دریافت کیا وہ کیوں؟ تو میں نے کہا اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے " ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن " مشرک عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو' جب تک وہ ایمان نہ لائیں انہوں نے فرمایا تو اس آیت کے متعلق کیا کہتا ہے " و المحصنت من المومنات و المحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم "اہل ایمان

میں سے محصنات اور تم سے پہلے اہل کتاب کی محصنہ عورتوں کے ساتھ نکاح حلال ہے میں نے کہا یہ حکم پہلے کا ہے اور قول باری تعالی ولاتنکحوا المشرکات حتی یومن نے اس کو منسوخ کردیا ہے 'تو آپ مسکرائے (اور کوئی ردو قدح نہ فرمایا)

۲۔ زرارہ ابن اعین سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالی کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا والمحصنت من المومنات و المحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم تو آپ نے فرمایا ھی منسوخة بقوله ولا تمسکوا بعصم الکوافر یعنی یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے کہ کافر عورتوں کو عقد نکاح میں نہ روکو۔(استبصار ،ج ۲)

اور منہج الصادقین میں ہے 'متاخرون اصحاب ماحکم کردہ اند بحل کتابیات در متعہ نہ در غیر آں۔ (جلد ۱ ص ۵۰۷)

فائدہ ۔ ان روایات سے نکاح اور متعہ کا فرق اچھی طرح واضح ہوگیا کہ یہودی ،نصرانی اور مجوسی عورتوں سے نکاح ناجائز مگر متعہ جائز ۔ کیا متعہ نکاح نہیں ہے یا کفرو شرک وقتی طور پر قابل قبول ہے اور دائمی طور پر قابل قبول نہیں ؟ بلکہ قرآن مجید میں جب مطلقا مشرک عورتوں سے نکاح ممنوع ہے تو پھر وقتی اور دائمی دونوں ممنوع ہوں گے اور جب متعہ جائز رکھا گیا 'تو اس کو نکاح کہنا ازروئے قرآن غلط ہوگیا۔

متعہ ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے

۱۔ بکر بن محمد ازدی سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو الحسن الرضا سے دریافت کیا ھی من الاربع قال لا ' کیا متعہ صرف چار عورتوں سے جائز ہے ؟ تو آپ نے فرمایا ' نہیں (اس میں پابندی جائز نہیں ہے)

۲۔ زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ما یحل من المتعته ؟ قال کم شئت 'متعہ کتنی عورتوں سے جائز ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا جتنی عورتوں سے چاہے۔

۳۔ ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا ھی من الاربعة ؟ قال ' لا ولا من السبعین کیا متعہ صرف چار عورتوں کے ساتھ جائز ہے ؟ تو آپ نے فرمایا نہیں 'چار تو کیا اس میں ستر کی پابندی بھی نہیں۔

۴۔ عبید اللہ بن زرارہ اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ سے متعہ کے متعلق استفسار کیا گیا کہ صرف چار عورتوں سے ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا تزوج منهن الفا تو ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کرلے 'تفسیر منہج الصادقین ' جلد دوم ص ۴۹۶ پر مرقوم ہے در نکاح متعہ عدد زوجات نیست 'اور برہان المتعہ ص ۶۴ متعات زیادہ بےشمار عدد و بلا حصر جائز است۔ الغرض یہ شیعہ صاحبان کا حتمی اور یقینی نظریہ ہے ،جس میں کوئی اختلافی قول ذکر نہیں کیا گیا استبصار میں مستقل عنوان قائم کر کے کہا باب یجوز الجمع بین الاکثر من الاربع ملاحظہ ہو (ج ۲ ،ص ۷۹)اور (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۱) پر لکھا ہے "باب انهن من الاماء لیست من الاربع"

محمد بن مسلم امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ المتعة لیست من الاربع لا نها لا تطلق ولا ترث ولا تورث و انما هی مستاجرة و قال عدتها خمسة وار بعون لیلة متعہ میں چار کا عدد معتبر نہیں (بلکہ ہزار عورت سے ہو سکتا ہے) کیونکہ اس کو نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وہ وارث بنتی ہے اور نہ اس کے ساتھ متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے وہ تو صرف اجرت پر لی ہوئی عورت ہے اور فرمایا کہ اس کی عدت پنتالیس دن ہیں۔

لہذا یہ حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق و رحیق اس میں کمی وکوتاہی تو محرومی کی علامت ہے

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے حکم قرآنی

فائدہ ۔ یاد رہے کہ قرآن مجید میں حلال حرہ عورتوں میں سے صرف چار کے ساتھ نکاح جائز رکھا گیا ہے " فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع " جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان میں سے دو دو یا تین تین یا چار چار کے ساتھ نکاح کر لو۔

لیکن اس صورت میں بھی عدالت نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک عورت کے ساتھ نکاح کرو فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة اور پھر لونڈیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو مگر متعہ کا عقد کس قدر رنگیلا شاہی طریقہ ہے کہ بیک وقت ہزار عورت ہو تو بھی خوب تر ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ متعہ نکاح نہیں ہے یا دوسرے نکاح سے اس کا حکم

الگ ہے ؟ صورت اولی میں اس کو جائز ماننا ممکن نہیں ہے اور دوسری صورت میں وہ آیت بتلائی جائے جس سے ثابت ہو کہ حرہ عورتوں کے ساتھ متعہ بلا عدد اور بلا حصر جائز ہے هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس و الحجارة اعدت للكافرين۔

عقد متعہ میں باپ دادا کی اجازت ضروری نہیں

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے سوال کیا کہ مرد نوجوان عورت کے ساتھ متعہ کر سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں کر سکتا ہے الا ان تکون صبیة تخدع قلت اصلحک اللہ فکم الحد الذی اذا بلغت لم تخدع قال بنت عشر سنین البتہ اگر بچی ہو اور اس کو دھوکہ دیا جاسکتا ہو تو پھر (اذن ولی) کے بغیر جائز نہیں ۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ اس کے لئے عمر کی کیا حد ہے جس تک پہنچ کر دھوکہ کھانے سے بچ سکتی ہے ؟ تو آپ نے فرمایا دس سال یعنی اس عمر کو پہنچ جائے تو متعہ کے معاملہ میں تو خود مختار ہے (مگر نکاح کے معاملہ میں تو خود مختار نہیں بلکہ اذن ولی لازمی ہے)

۲۔ امام ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا جو باکرہ اور نوجوان لڑکیاں اپنے والدین کے پاس ہوتی ہیں ان کے ساتھ متعہ کرنے میں والدین کی اجازت ضروری ہے یا نہیں ؟ تو آپ نے فرمایا ة لاباس و لا اقول کما یقول هولاء الا قشاب اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور

میں نہیں کہتا جس طرح کہ یہ کور مغز کہتے ہیں۔ یعنی بلا اذن ولی متعہ کے ناجائز ہونے کا قول کرتے ہیں۔

۴۔ ایک شخص سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔

عن التمتع بالبکر اذا کانت بین ابویها بلا اذن ابویها' قال لا باس به مالم یقتض ما هنالک لتعف بذلک۔

کیا جب نوجوان لڑکی والدین کے زیر سایہ ہو تو ان کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ متعہ کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے جب تک کوئی موجب اذن کا نہ ہو کیونکہ اس طرح اس کو عفت اور پاکدامنی حاصل ہو گی۔

فائدہ: جو دس سال کی عمر سے متعہ کرنے میں مصروف ہو جائے اور بلوغت سے قبل ہی والدین اور اقربا کی اجازت سے بے نیاز ہو اس کی عفت اور پاکدامنی کو کسی طرح کا خطرہ کب لاحق ہو سکتا ہے اور خدا جانے یہ لڑکیاں کس درس گاہ کی تربیت یافتہ ہوں گی کہ اس نو عمری میں بھی کوئی ان کو دھوکہ فریب نہیں دے سکے گا کہاں ہیں غیور ماں باپ جو اس صورت حال کو دیکھ کر بھی اس مذہب کے بانیوں کی اصلیت اور حقیقی چہرہ نہ پہچان سکیں۔

عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں

۱۔ حارث بن مغیرہ سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا مایجوز فی المتعة من الشهود؟

قال رجل وامرء تان' قلت فان کره الشهود قال یجزیه رجل وانما ذلک لمکان المرءة لئلا تقول فی نفسها هذا فجور۔ متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر متعہ کرنے والا گواہوں کو ناپسند کرے تو فرمایا صرف ایک آدمی بھی کافی ہے اور اس کی ضرورت بھی صرف متعہ والی عورت کی تسلی کے لئے ہے تاکہ وہ اس کو فجور اور زنا نہ سمجھے (ورنہ اس عقد کے لئے ایک گواہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اگر متعہ کی حقیقت سے واقف ہو تو ایک گواہ کا تکلف بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

۲۔ معلی بن خنیس کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر انہیں گواہ نہ ملے تو انہوں نے کہا نہیں اس قدر گواہوں سے تو عاجز نہیں ہوسکتے' تو میں نے کہا اچھا یہ بتلایئے اگر وہ اس سے خوف محسوس کریں کہ ہمارے متعہ کا کسی کو علم ہو تو ایک آدمی کی گواہی کافی ہوسکتی ہے (جو محرم راز ہو اور افشائے راز سے گریزاں ہو) تو آپ نے فرمایا ہاں' میں نے عرض کیا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان لوگ گواہوں کے بغیر نکاح کیا کرتے تھے' تو آپ نے فرمایا نہیں قلت: ارایت ان اشفقوا ان یعلم بهم احد۔ ایجزیهم رجل واحد قال نعم قال جعلت فداک اکان المسلمون علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتزوجون بغیر بینة قال: لا۔

۳۔ زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا عن رجل تزوج متعة بغیر شهود فقال لا

که ایک عورت میرے ساتھ مکان میں رہتی تھی پھر اس نے اپنا عقد میرے ساتھ کر دیا اور میں نے اس عقد پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور سب رسل کرام کو گواہ بنایا ۔ لیکن اس کے باپ نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کر دیا تو کوئی حل بتائیں ؟

آپ نے فرمایا : دائمی نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا اور کنواری عورت کے ساتھ عقد متعہ اس طرح نہیں ہوتا بلکہ اس میں نہ اذن ولی ضروری ہے اور نہ گواہ مگر اس کو چھپا اور دم درکش اللہ تجھ پر رحم کرے (امام تو یہی دعا کر سکتے تھے اور یہی تلقین ہی ورنہ یہ تو ان بڑے بڑے گواہوں کا کام تھا کہ اس لڑکی کے باپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکتے ۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ۔

ف : نکاح دائم میں بھی ولی اور گواہوں کی شرط تقیہ پر مبنی ہے ۔ ورنہ اصل مذہب روافض کا یہی ہے کہ قطعاً کسی عقد میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے ۔ ابو جعفر طوسی کہتا ہے : الخبر خرج مخرج التقیة یدل علی ذلک ما رواہ..الخ اور برہان المتعہ میں تصریح کردی ہے ۔ اعلان وشہود نزد اصحاب ما در دائم و منقطع شرط نیست بل مستحب است مگر ترس اتہام باشد یا فتنہ دیگر مترتب میشود اعلان و شہود در آں وقت احوط است ۔ ہمارے علماء کے نزدیک نکاح دائمی اور متعہ میں اعلان اور گواہ عقد کی صحت کے لیے ضروری نہیں ہیں ، بلکہ مستحب ہیں ہاں تہمت کا اندیشہ ہو یا کسی دوسرے فتنے کا تو اس وقت اعلان کرنا اور گواہ بنانا زیادہ بہتر ہوتا ہے برہان المتعہ ص ۶۶ اور جامع عباسی ج ۲ ، ص ۱۱۷ میں ہے ۔ گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در دائم سنت است ، عقد متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں جیسے کہ نکاح

دائم میں مسنون ہے ۔

عقد متعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ

عن اسحاق بن عمار قال قلت لابی الحسن موسی علیه السلام : رجل تزوج امرء ة متعة ثم وثب علیها اهلها فزوجوها بغیر اذنها علانیة و المرء ة امرء ة صدق کیف الحیلة ؟ قال لا تمکن زوجها من نفسها حتی ینقضی شرطها وعدتها قلت ان شرطها سنة ولا یصبر لها زوجها ولا اهلها سنة ، قال فلیتق اللّٰه زوجها الاول و لیتصدق علیها بالایام فانها قد ابتلیت و الدار دار هدنة و المومنون فی تقیة ، قلت فانه تصدق علیها بایامها و انقضت عدتها فما تصنع؟ قال اذا خلا الرجل بها فلتقل هی یا هذا ان اهلی وثبوا علی فزو جونی منک بغیر امری ولم یستامرونی و انی الان قد رضیت فاستانف انت الان فتزوجنی تزویجا صحیحا فیما بینی و بینک ۔

اسحاق بن عمار کہتا ہے میں نے ابوالحسن موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا مگر عورت کے ورثاء نے اس اذن کے بغیر اس کا زبردستی دوسری جگہ علانیہ نکاح کر دیا عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی (اور اپنا عقد متعہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی) لہٰذا کوئی حیلہ بتادو ، آپ نے فرمایا : ایام متعہ پورے ہونے تک اور متعہ کی عدت گذرنے تک پچھلے خاوند کو قریب نہ آنے

دے (اور پہلے کا حق وفاداری اور حق نمک ادا کرے) میں نے عرض کیا کہ ایام متعہ جو طے ہوئے تھے وہ ہیں پورا سال ۔ اتنا عرصہ نہ دوسرا خاوند صبر کر سکتا ہے اور نہ عورت کے ولی و وارث ۔ تو آپ نے فرمایا: تو پھر پہلا خاوند خدا کا خوف کرے اور جو کچھ منفعت اٹھالی ہے اسی کو غنیمت سمجھے اور بقیہ عرصہ اس عورت کو معاف کردے کیونکہ وہ بچاری بری طرح پھنس گئی 'اور یہ ملک داراسلام نہیں ' محض دار صلح ہے اور مومن ابھی تقیہ میں ہیں (متعہ علانیہ نہیں کرسکتے اور خفیہ یاری لگانے میں اس طرح کا ابتلاء و امتحان آہی جاتا ہے) میں نے کہا اس نے بقیہ ایام تو معاف کردیئے ہیں اور عدت بھی گذر گئی ہے (کیونکہ اس کا پیر کامل تھا اور معرفت کے مقام تک واصل ہو چکا تھا) لیکن اب مسئلہ صرف اتنا رہ گیا ہے کہ پہلے جو علانیہ نکاح پڑھا گیا وہ تو ایام متعہ میں تھا 'لہٰذا کالعدم ٹھہرا اور دوبارہ پڑھنے کے لیے کہے تو پردہ اٹھتا ہے) اب وہ کیا کرے ؟ تو امام موصوف نے فرمایا: جب خاوند اس کے ساتھ خلوت کرے تو اسے کہے : اے میرے آقا و محبوب ! میرے والدین نے میرا نکاح زبردستی تیرے ساتھ کردیا تھا اور مجھ سے مشورہ نہیں لیا تھا (اور میں ڈر خوف کے مارے چپ چاپ پالکی میں بیٹھ کر سسرال آگئی) لیکن اب یہاں پہنچ کر میں راضی ہوگئی لہٰذا اب نئے سرے سے میرے ساتھ عقد نکاح کرلے اور یہ معاملہ صرف تیرے اور میرے درمیان رہے (کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے ' ورنہ والدین ناراض ہوجائیں گے کہ ہمارا نکاح پسند نہ آیا اور اپنے طور پر نئے سرے سے کیا اور ہوسکتا ہے کہ کچھ شکوک وشبہات بھی پیدا ہونے لگیں)۔

اقول انہیں ابتلاء کے ایام کو مد نظر رکھتے ہوئے 'مومنین کے لیے نکاح

دائمی میں بھی گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہ ٹھہرایا گیا تاکہ میاں بیوی ایک دوسرے پر راضی ہوجائیں اور پچھلے کیے دھرے پر پردے پڑے رہیں ماشاء اللہ اماموں نے اپنے شیعہ صاحبان کے لیے کیا کیا سہولتیں پیدا کردی ہیں ۔

نہیں: نہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں پر کیا کیا بہتان باندھے گئے ہیں

متعہ صرف عفیفہ عورتوں سے درست ہے

۱۔ ابو سارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: آیا متعہ درست ہے ؟ تو آپ نے فرمایا: بالکل حلال ہے "

فقال لی حلال ولا تتزوج الا عفیفة ان اللّٰه یقول والذین هم لفروجهم حافظون فقال لا تضع فرجک حیث لا تامن علی درهمک۔

لیکن متعہ صرف عفیفہ لڑکی سے کرنا' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مومن فلاح پانے والے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں لہٰذا اپنی شرمگاہ کو وہاں استعمال نہ کر جہاں تجھے اپنے درہم کے متعلق اطمینان نہیں ۔

عفیفہ ہونے کی سند کیا ہے

۱۔ عن میسرہ قال: قلت لابی عبداللّٰه علیه السلام: القی المراة بالفلاة التی لیس بها احد فاقول لها: هل لک زوج ؟ فتقول : لا فاتزوجها قال: نعم هی

المصدقه علی نفسها۔ میسرہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ اسلام سے عرض کیا: اگر میں ایک عورت کو ویرانے میں ملوں جہاں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور اس سے دریافت کروں: کیا تیرا خاوند ہے؟ وہ کہے میرا خاوند نہیں ہے تو کیا (اس جنگل کو منگل بنانے کے لئے اور ویرانہ کو آباد کرنے کے لئے) اس سے متعہ کرلوں (مزید تحقیق کی گنجائش ہی نہیں) آپ نے فرمایا: ہاں متعہ کرلو، اپنے متعلق جو کچھ اس نے کہا ہے اس کو سچا جاننا لازم ہے۔

۲۔ ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا انی اکون فی بعض الطرقات فاری المراۃ الحسناء ولا امن ان تکون ذات بعل او من العواھر: قال: لیس ھذا علیک انما علیک ان تصدقھا فی نفسھا

اگر میں سفر پر ہوں اور برسرراہ کسی جگہ ایک پیکر حسن وجمال پر نظر پڑے (اور دوسرا آدمی بھی وہاں کوئی نہ ہو اور بذات خود مجھے یہ اندیشہ بھی ہو کہ عورت ہو سکتاہے خاوند والی ہو یا زنا کار۔ فرمایا:۔ اس قسم کے اوہام و ظنون میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بس تجھے اس کی قسم اور اس کے قول پر یقین لازم ہے

خیمہ در ملک یقین زن کہ گماں چیزے نیست

ف: اقول اگر جھوٹی نکلی تو کیا ہوگیا؟ تو معذور ہو گا اور اس کا بقایا جو تیرے ذمہ واجب الادا ہوگا اس کو روک لینا اور کیا ہے؟ نفس وشیطان بھی راضی ہو جائیں گے اور قدرے بچت بھی حاصل ہو جائے گی

اتنی نہ بڑھاپاکی داماں کی حکایت

۱۔ محمد بن فضل کہتاہے کہ میں نے امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عورت حسین و جمیل ہو اور زنا کار بھی ہو ھل تحب للرجل ان یتمتع بھا یوما او اکثر ؟ فقال : اذا کانت مشھورۃ بالزنا فلا تتمتع منھا ولا تنکحھا۔

کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ ایک شخص اس پیکر حسن و جمال اور غارت گردین وایمان کے ساتھ صرف ایک دو دن کے لئے متعہ کرکے آتش عشق کو بجھائے؟ فرمایا: اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور و معروف ہو چکا ہے تو پھر اس سے نہ ہی متعہ کر اور نہ ہی نکاح۔ (لیکن اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور و معروف نہیں، خواہ تجھے ذاتی طور پر یقین بھی ہے کہ وہ "المراۃ الحسناء الفاجرۃ" شمع ہر محفل ہے اور سکون ہر قلب مضطرب، تو اس کے ساتھ متعہ میں حرج نہیں ہے

۲۔ زرارہ کہتا ہے کہ عمار نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا اور میں بھی اس وقت موجود تھا الرجل یتزوج الفاجرۃ متعہ قال لاباس وان کان التزویج الاخر فلیحصن بابہ۔

اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو فاجرہ زانیہ عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر دائمی نکاح ہو تو پھر اپنے دروازے کا پہرہ دے (نہ اسے نکلنے دے اور نہ کسی دوسرے کو داخل ہونے دے لیکن متعہ کی صورت میں اس پر یہ پابندی نہیں) فاعتبروا یااولی الالباب۔

بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت

شیعی محدث کبیر سید نعمت اللہ الجزائری نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت فسق وفجور سے کماتی اور خرچ کرتی تھی خاوند نے اسکو طلاق دے دی اور ایک عفیفہ کے ساتھ عقد تزویج کر لیا لیکن اس سے بھی اسی طرح کمائی کرنے کا مطالبہ کیا (چنانچہ حسب الارشاد اس نے وہی روش اختیار کرلی) تو ایک دن وہ گھر لوٹا اور بیوی نے عمدہ اور لذیذ کھانا پیش کیا تو اس نے دریافت کیا یہ کہاں سے آیا ہے ؟ تو اس عورت نے کہا: فلاں شخص آیا تھا اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لایا اور حلوہ بھی چنانچہ ہم نے کھایا 'اس کے بعد ہمبستری کی اور یہ بچ گیا تھا جو تمھاری خدمت میں پیش کر دیا ہے تو غیرت مند خاوند نے کہا:

اذاتعاطیت هذا فایاک و اخباری بتفاصیل ما یجری علیک فانی غیور۔ (انوار نعمانیہ ص ۱۵۳ 'جلد ۴)

جب ایسا کام کرے تو خبردار: مجھے ان امور کی تفصیلات سے ہرگز آگاہ نہ کرنا جو تجھ پر گزریں کیونکہ میں بہت غیرت مند ہوں۔

اگر یہی عفت اور پاکدامنی ہے اور یہی غیرت مندی ' تو پھر جو عفیف نہیں اور غیرت مند بھی نہیں ' ان کا حال کیا ہوگا......

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

نیز بعض روایات میں عفیفہ کی شرط دیکھ کر مغالطہ میں نہ رہنا چاہیے کہ واقعی یہ شرط پوری ہونی ضروری ہے اور عفیفہ کا یہاں بھی وہی معنی ہے جو عام اہل اسلام کے نزدیک لمحوظ و معتبر ہے بلکہ شیعی شریعت میں عفت کے

معنے بھی مختلف ہیں اور غیرت کے پیمانے بھی۔ بلکہ یہ محض لفظ ہی لفظ ہیں ' جن کے تحت کوئی معنی ہے ہی نہیں۔

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا

لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ

کہ مستحق کرامت گناہگارانند

متعہ کے فضائل میں مرقوم روایات سے واضح ہوتا ہے کہ متعہ کرنے والے مرد اور عورت کو اللہ تعالی بخش دیتا ہے تو پھر کس قدر زیادتی ہوگی کہ فاجرہ اور زانیہ کو اس نعمت سے محروم رکھا جائے منہج الصادقین میں مذکور ہے

اے محمد ﷺ چوں مومنے مومنہ را عقد متعہ کنداز جائے خود برنخیزد تا آنکہ حق تعالی اور رابیامرزد و مومنہ رانیز مغفور سازد۔ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ جب مومن مرد مومنہ عورت کے ساتھ عقد متعہ کرتاہے تو ابھی اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتا کہ اللہ تعالی اس کو بخش دیتاہے اور مومنہ کو بھی مغفرت و بخشش سے سرفراز فرماتا ہے (یہ تو ہے عقد متعہ کی برکت اور جب اس عقد کے تقاضے پورے کریں گے تو پھر کیا کیا درجات ومراتب ملیں گے 'وہ ہم بعد میں بتائیں گے ابھی صرف اس معاملہ میں پوری طرح غورو فکر کرلو)

ممتوعہ کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ

عن عبداللّٰه بن ابی یعفور عن ابی عبد الله علیه السلام قال سالتهعن المراة ولاادری ماحالها : ایتزوجها الرجل متعه ؟ قال : یتعرض لها فان اجابته الی الفجور فلا یفعل

(فروغ ' ص ۱۹۲ ' جلد ۲)

عبداللہ بن ابی یعفور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت کا حال معلوم نہیں ہے کہ عفیفہ ہے یا نہیں تو کیا اس کے ساتھ متعہ کر لیا جائے ؟ فرمایا: اس کو زنا کی دعوت دے اگر وہ قبول کر لے تو اس کے ساتھ متعہ نہ کرے لیکن اس کی رضامندی کے بعد امتحان لینے والا ہی

الوداع اے زہد و ایمان الوداع سجدہ سجود

کہہ بیٹھے تو پھر کیا ہوگیا؟ آیئے اس کا علاج بھی بتلائے دیتے ہیں ' اور وہ ہے گزشتہ را صلوات آئندہ را احتیاط۔

آئندہ احتیاط

عن سماعة قال سالناعن رجل ادخل جارية يتمتع بها ثم نسي ان يشترط حتى واقعها يجب عليه حد الزاني قال: لا ولكن يتمتع بها بعد النكاح و يستغفر اللّٰه مما مضى

(فروع کافی جلد ۲ ' ص ۱۹۸)

سماعہ سے مروی ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کو (مکان میں) داخل کیا تاکہ اس کے

ساتھ متعہ کرے لیکن وہ شرائط طے کرنا بھول گیا (اور جذبات شہوانی اور خیالات شیطانی کے غالب آجانے سے شرائط طے کرنے سے قبل ہی) اس کے ساتھ جماع کر لیا تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو امام موصوف نے فرمایا: نہیں زنا کی حد نہیں لگے گی بس نکاح کر کے پھر اس سے لطف اندوز ہو لے ' اور گذرے معاملہ سے استغفار کرے۔

(کیا ہے کوئی رائی برابر ایمان رکھنے والا اور ذرہ برابر عقل رکھنے والا جو ان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد متعہ کو رواج دینے والوں کے متعلق کسی حسن ظن سے کام لے اور انہیں دین اسلام کے خلاف سازش کرنے والے یہودی اور مجوسی نہ سمجھے)

متعہ میں مدت کی تعیین کس حد تک ہو سکتی ہے

عقد متعہ میں شیعہ کے نزدیک اجل اور مدت کا تعین بنیادی شرط ہے ذرا اس کے طول و عرض اور وسعت کو ملاحظہ فرمائیے:۔

۱۔ زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:۔

هل يجوز ان يتمتع الرجل من المراة ساعة اوساعتين ؟ فقال :الساعة والساعتان لا يوقف على حد هما لكن العرد و العردين و اليوم و اليومين و اشباه ذلك

آیا یہ درست ہے کہ مرد عورت کے ساتھ ایک یا دو گھڑی کے لئے متعہ کرے ؟ تو آپ نے فرمایا : ایک یا دو ساعت کی حد نہیں معلوم ہو سکتی ' بلکہ

ایک دفعہ جماع یا دو دفعہ جماع پر متعہ کیا جائے یا ایک دو دن کے لئے اور اس کی مثل (تعیین مہ و سال کی صورت میں استبصار۔ ج ۲، ص ۸۲)

۲۔ قاسم بن محمد ایک شخص سے روایت کرتا ہے جس کا نام اس نے ذکر کیا (لیکن نچلے راوی بھول گئے) کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا:

الرجل یتزوج علی عرد واحد فقال: لاباس به لکن اذافرغ فلیحول وجهه ایک شخص ایک عورت کے ساتھ ایک مرتبہ ہمبستری کے لئے متعہ کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اس میں حرج نہیں ہے البتہ جب فارغ ہو جائے تو فورا منہ پھیرلے۔

ان دونوں روایتوں کو نقل کرنے کے بعد ابو جعفر طوسی صاحب استبصار کہتا ہے: فالوجه فی هذین الخبرین ضرب من الرخصة یعنی ان روایتوں کا محمل یہ ہے کہ اس قدر تسکین نفس اور حرارت شہوت کو بجھانے کے لئے متعہ درست ہے اور اس میں رخصت ہے اگرچہ عزیمت یہ ہے کہ کم از کم ایک دن مقرر کیا جائے۔

۳۔ درروایتے مروی است کہ بیک مرہ جماع عقد جائز است و لمجض فراغ از جماع چشم وروئے خود از ضغیفہ بگرداند بل ہر دواز یکدگر بگردانند ایں روایت متروک العمل است۔ (برہان المتعہ ص ۶۱)

ف۔ صاحب البرہان نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ صرف مرد منہ نہ پھیرے بلکہ دونوں ایک دوسرے سے آنکھیں اور منہ پھیرلیں، لیکن بالکل جدا ہو جائیں، اور جسم ایک دوسرے سے مس نہ ہونے پائیں اس کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی کیا آنکھ اور منہ پھیرنا اہم ہے یا مساس

اجسام و ابدان سے احتراز واجتناب زیادہ ضروری ہے دوسرا اضافہ یہ فرمایا کہ اس پر عمل نہیں ہے لیکن اس سے نہ روایت کی صحت پر اثر پڑتا ہے اور نہ ہی علامہ ابوالقاسم بن الحسین السقی کے ترک عمل سے دوسروں کی راہ مسدود ہوتی ہے جب بھی کوئی ضرورت مند ایک دو دفعہ جماع میں اپنی ہوس پوری کرلے اس کے لئے مذہب اثنا عشری میں کوئی عار نہیں ہے۔

اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

کیا کوئی غیرت مند شخص اپنی بہن اور بیٹی کا عقد کسی کے ساتھ اس شرط پر کرنے کے لئے تیار ہوگا کہ تو ایک دفعہ اسے استعمال کرکے ہمیں واپس کر دینا۔ اسی لئے تو متعہ میں والدین کی اجازت کا تکلف بھی گوارا نہیں کیا گیا اگر عورت متعہ کی رمز سمجھتی ہو تو بس بزم عیش میں غیر کا وجود گوارا ہی کیوں ہو اور پس پردہ نئی نئی شادیوں کا موقع فراہم ہوتا رہے گا ان روایات کو بلاحظ کرنے کے بعد کوئی شخص بازاری عورتوں اور متقی عفائف میں فرق کر سکتا ہے جو ایک دو مرتبہ مرد کی شہوت رانی کے لئے اپنے آپ کو اجرت پر پیش کر دیں اور نئے نئے خاوند بناتی پھریں آج ایک کی بغل میں ہیں تو کل کلاں دوسرے اور تیسرے کی بغل میں۔

متعہ دوریہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت

وہی عورت جو سن ایاس کو پہنچ جائے اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کا حیض آنا بند ہوجائے، تو مدت متعہ ختم ہونے کی صورت میں اس کے

لئے عدت نہیں ہے عام لوگوں میں تو یہ حالت پچاس سال سے عمر کے متجاوز ہونے کے وقت طاری ہوتی ہے لیکن سادات قرشیات اور نبطیات کو ساٹھ سال کے بعد حیض نہیں آتا لہٰذا ان کے لئے اس عمر تک پہنچ جانے کے بعد عدت متعہ نہیں ہے ایسی ہی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت ملاحظہ ہو۔

پس اگر کسے با او کس در روز تا شام عقد کند و بعد اتمام اجلش و دخولش بعد از شام بادیگرے تا صبح عقد کند و دخول واقع شود و فردا روز بادیگر عقد کندو بکذا کرده برود عیب ندارد۔ (برہان المتعہ ص ۶۹)

لہٰذا اگر ایسی عورت کے ساتھ ایک شخص صبح سے شام تک کے لئے متعہ کرے اور مباشرت بھی کرے شام ہونے اور مدت متعہ گذرنے پر دوسرے شخص سے متعہ کرے صبح تک اس کے ساتھ رہے مباشرت کرے صبح ہو جائے تو پھر تیسرے شخص سے متعہ کا عقد کرے اور ہر صبح وشام اس طرح سے کرتی چلی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

ف۔ عیب والی کون سی بات ہو سکتی ہے اس عمر میں نانی اماں کو رہی سہی کسر نکال کر ہی دنیا سے رخت سفر باندھنا چاہیے ایک خاوند کیا کر سکتا ہے ہر صبح و شام نیا ہو' تب ہی ساری قضائیں ادا ہو سکتی ہیں مگر نقوی صاحب نے ایک ظلم اب بھی روا رکھا ہے کیونکہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ایک ایک شخص سے پابند کر دیا ہے کتنا ہی اچھا ہوتا ہو کہ ایک ایک مرتبہ جماع کے لئے عقد متعہ کے جواز والی روایت کو یہاں درج کرتا بس ایک الگ ہو تو دوسرا فوراً حاضر ہو جائے اور وہ عاجز ہو جائے' تو تیسرا' جب تیسرے کا ہتھیار کند ہو جائے تو چوتھا اور بس اسی طریقہ سے تاکہ

جتنی ہوں قضا ایک ہی ہفتہ میں ادا ہوں

قرآن مقدس میں عدت کے متعلق مفصل احکام موجود ہیں اور سن ایاس کو پہنچنے والی عورت کی مدت تین ماہ مقرر کی ہے یہ بجا کہ وہاں متعہ مذکورہ نہیں بلکہ اہل سنت کی تحقیق کے مطابق تو سرے سے عقد متعہ کا قرآن مجید میں ذکر ہی نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی روافض نے نوجوان عورت کی عدت جہاں قرآن مجید کے حکم کے برعکس پینتالیس دن یا ایک دو حیض مقرر کر رکھی تھی تو اس بوڑھی اماں کو بھی مہینہ ڈیڑھ مہینہ کا وقفہ دے دیتے تو اس کی صحت پر کوئی ناگوار اثر تو نہیں پڑتا تھا مگر وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہم نے تو صرف ان کا مذہب بیان کرنا تھا وہ پوری احتیاط سے بیان کر دیا ہے۔

ف۔ اور یہ امر اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ متعہ دوریہ کی تصریح کتب شیعہ میں نہ بھی ہوتی تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ جب شیعہ مذہب میں سن ایاس والی عورت کے لئے عدت ہی نہیں تو فی الفور یکے بعد دیگرے خاوند بناتے جانا اور ایک سے فراغت حاصل کر کے دوسرے کا آرام جان بنتے جانا اصول شیعہ کے مطابق بالکل جائز ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے لئے ممکن نہیں ہے' خواہ اس کا نام متعہ دوریہ رکھیں یا کوئی اور۔ کیونکہ ہماری بحث صرف نام میں نہیں بلکہ ایک غیر اخلاقی فعل کو جائز رکھنے میں ہے اور اس مذہب کی رو سے ہی طوائف اپنا کاروبار جائز سمجھتی ہے اور آئینی تحفظ حاصل کرنے کی مذموم کوشش کرتی ہیں

قاضی نور اللہ شوستری کی فریاد اور متعہ دوریہ کا اعتراف

قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب میں ذکر کیا ہے

امامانسبه الی اصحابنا انهم جوزوان یتمتع الرجال المتعددون لیلته واحدة من امراة سواء کانت من ذوات الاقراء ام لا فمماخان فی بعض قیوده و ذلک لان الاصحاب قد خصواذلک بالائیسة لا بغیرها من ذوات الاقراء۔

یعنی نواقض الروافض میں ہمارے اصحاب کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں کئی آدمیوں کے لئے ایک عورت کے ساتھ متعہ جائز رکھتے ہیں خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ ۔ تو اس نے بعض قیود بطور خیانت ترک کر دی ہیں کیونکہ ہمارے علماء نے اس متعہ دوریہ کو صرف اس عورت کے ساتھ جائز رکھا ہے جو حیض سے نا امید ہو چکی ہو ' نہ کہ ان عورتوں کے ساتھ جن کو حیض آتا ہو (بحوالہ آفتاب صداقت)

متعہ دوریہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف

آفتاب ہدایت میں درج قاضی صاحب کے اس حوالہ کا تجلیات صداقت میں جواب دیتے ہوئے علامہ ڈھکو صاحب بھی اس کو بالکل تسلیم کر گئے اور حسب عادت نہ حوالہ پر اعتراض کیا اور نہ عبارت پر کمی بیشی وغیرہ کا اعتراض کیا بلکہ اس کو عین صواب اور سراپا حق وصداقت مان لیا ذرا آپ بھی موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمالیں اور محظوظ ہوں

"متعہ دوریہ والے اعتراض کا جواب"

مؤلف نے اپنے بعض پیشروؤں کی تقلید میں جس متعہ دوریہ کا تذکرہ کیا ہے اس کا کئی طرح جواب دیا جاسکتا ہے

اولا: تو ہماری کتب متداولہ فقہیہ میں اس مسئلہ کا کہیں نام و نشان نہیں۔

ثانیا: بنابر تسلیم صحت اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یائسہ عورت جو اس سن وسال کی ہو چکی ہے کہ اب اولاد جننے کے قابل نہیں رہی یعنی ایام ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہوگیا ہے لہٰذا اب اختلاط نسب کا اندیشہ نہیں رہا شریعت نے اس سے عدت کی پابندی ختم کر دی ہے لہٰذا چونکہ اس پر عدت نہیں ہے اس لئے اگر ایک شخص نے تھوڑی مدت کے لئے متعہ کیا' جب اس کی مدت ختم ہوگئی تو دوسرے نے کر لیا' اس میں کیا جائے ایراد (اعتراض) ہے ؟

ثالثا: اس عورت میں نکاح دوری والا اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک ہی رات میں دس بیس مرد اس سے نکاح کریں اور ہم بستر بھی ہوں تو جائز ہے کیونکہ صورت یہ ہوگئی کہ ایک نے نکاح کیاہم بستری کی اور پھر طلاق دے دی اور چونکہ بوجہ یائسہ ہونے کے اس پر عدت واجب نہیں ہے ' فورا دوسرے نے عقد کرلیا۔ ہاں البتہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک اس عورت پر بھی عدت لازم ہے جو خلاف عقل و شرع ہے (تجلیات صداقت ص ۳۰۲)

تنبیہہ۔ اقول علامہ موصوف کے تین جواب آپ نے ملاحظہ فرمائے دوسرے جواب میں صرف اس متعہ دوریہ کا جواز ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کو مدلل انداز میں ثابت کیا ہے اور یہی ہمارا اصل مدعا تھا پہلے جواب کو صرف نمبر بڑھانے کی ایک بے سود کوشش سمجھا جائے گا کیونکہ جب اس عورت کے لئے عدت نہ از روئے عقل ثابت اور نہ از روئے شرع ثابت تو پھر متداول اور غیر متداول فقہی کتب کی بحث لایعنی اور بے ہودہ ہوگئی علاوہ

ازیں متداول کتب فقیہ نہ سہی مگر یہ کتابیں ہیں تو آپ کی ہی نہ کہ اہل السنت کی اور ان یہ فتوی بھی تمہارے اصول و قواعد کے عین مطابق ہے پھر چون وچرا کی گنجائش کیا رہ گئی ؟ یک نشد دو شد ۔ نہ معلوم علامہ موصوف نشہ میں تھے یا نیند میں کہ متعہ دوریہ کا جواب دیتے دیتے جناب نے نکاح دوری بھی ثابت کر دکھایا اور اس کا جواز از روئے عقل اور شرع تسلیم کرلیا اب تو راہ فرار بالکل ہی مسدود ہو گئی 'کیونکہ نکاح میں حدود و قیود سخت تھیں لیکن جب سن ایاس کو پہنچی ہوئی عورت شیعہ مذہب میں خوش بختی سے نکاح میں بھی اس تعدد ازدواج میں آزاد ہے اور اسے ایک ہی رات میں متعدد شادیاں رچانے کی رخصت ہاتھ آگئی تو متعہ کی اجازت بطریق اولی ثابت ہو گئی۔

اعتراض کس پر؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ متعہ دوریہ پر اعتراض کرنے والوں پر نکاح دوری کے ساتھ اعتراض ہو سکتا ہے مگر آخری سطر میں تسلیم کرلیا کہ اہل سنت کے نزدیک تو اس پر عدت لازم ہے تو پھر یہ اعتراض کس پر ہوا ؟ شیعہ پر یا اہل سنت پر ۔ شیعہ پر تو اس لئے اعتراض نہیں ہو سکتا کہ وہ متعہ دوریہ کے بھی قائل اور نکاح دوری کے بھی اور اہل سنت پر اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں کے منکر اور ان کو ناجائز اور ناصواب سمجھنے والے ہیں تو آخر اس عبارت یعنی تیسری شق کا اس مقام سے تعلق کیا ہے ؟ تو غالب کی زبان میں ہی کیوں نہ کہہ دوں ۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا غالب

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کیا آئسہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل و نقل ہے

سطور بالا میں آپ نے ڈھکو صاحب کا یہ دعوی ملاحظہ فرمالیا کہ اہل سنت سن ایاس کو پہنچے والی عورت پر بھی عدت لازم کرتے ہیں جو کہ خلاف عقل و شرع ہے اس ضمن میں انھوں نے شرعی دلیل کا ذکر ہی نہیں کیا جس سے اہل سنت کا قول باطل ہوتا ہو البتہ عقلی دلیل ذکر کی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی یعنی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہوا اور اولاد میں اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہا لہذا شریعت نے عدت کی پابندی ختم کردی 'اور تقریبا یہی خلاصہ منہج الصادقین میں فتح اللہ کاشانی صاحب کی عقلی دلیل کا ہے اس عقلی دلیل میں چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ کیا ماہواری آنے پر اولاد پیدا ہونا موقوف ہے؟

۲۔ کیا پچاس سال کی عمر کے بعد اولاد پیدا ہونا ناممکن ہے؟

۳۔ کیا اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہے تو یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ خاوند اختیار کیے جاسکتے ہیں؟

امر اول: نقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے حضرت فاطمہ زہراء رضی الل کاہ عنہا کو ماہواری نہیں آتی تھی نور الابصار 'تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۷۵۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہا طاہرۃ لا تحیض۔ لیکن اولاد پیدا ہوتی رہی اور اس دور میں بھی کتنی عورتیں ہیں جن کو ماہواری نہیں آتی اور اولاد بھی پیدا ہو رہی ہے۔

امر دوم :۔ یہ دعوی بھی غلط اور ناقابل اعتبار و اعتداد ہے حضرت سارہ رضی

اللہ عنہا عمر شریف کے کس حصہ میں پہنچ چکی تھیں اور اللہ تعالی نے حضرت اسحاق علیہ السلام عطا فرمائے نیز شریعت میں کمال احتیاط سے کام لیا جاتا ہے 'اور امکان بعید کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاتا مثلا ایک شخص مغرب میں ہے اور اس کی بیوی مشرق میں بظاہر اجتماع کی صورت نہیں لیکن بایں ہمہ اس عورت سے فرزند متولد ہوا اور اس خاوند نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ طی مکانی کے مرتبہ پر فائز ہو اور مسافت بعیدہ کو آن واحد میں طے کرنے پر قادر ہو لہذا امکان بعید اور عادت معروفہ کے خلاف ہونے کے باوجود 'ازروئے شرع 'اس کا نسب ثابت کیا جائے گا اور اس شخص کے دعوی کو تسلیم کرلیا جائے گا

علاوہ ازیں یہ حلال و حرام کا معاملہ ہے اور اس میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عدت لازم کی جائے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: فان الوقوف عندالشبهة خير من الاقتحام فی الهلكة کیونکہ شبہ کے نزدیک توقف اور رک جانا بہتر ہے ہلاکت میں گرنے سے۔ (تہذیب 'جلد ۷ ص ۴۷۲)

اور آپ سے مروی ہے: امر الفرج شديد و منه يكون الولد ونحن نحتاط۔ (جلد ۷ ص ۴۷۲) عورت اور اس کے اندام مخصوص کی حلت و حرمت) کا معاملہ شدید اور سخت ہے اور اس سے ولد ہوتا ہے اور اس میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ امر سوم:۔ بھی ظاہر البطلان ہے مثلا ایک عورت جوان ہے اور اپنی بچہ دانی ہی نکلوا دیتی ہے یا پیدائشی طور پر اس میں ہوتی ہی نہیں جس کی کئی مثالیں موجود ہیں یا ایسا اپریشن کروا دیتی ہے جس کے بعد اولاد کا امکان نہیں رہتا تو کیا وہ عدت سے مستثنیٰ ہو جائے گی قطعا نہیں بلکہ اسے حیض نہیں آتا تو تین ماہ عدت گزارنی ہوگی اس لئے یہ عقلی دلیل نہیں بلکہ سراسر توہمات اور بے سروپا تخیلات کا مجموعہ ہے

عدت کا شرعی حکم

قرآن مجید نے سن ایاس والی اور صغیرہ کا جس کو حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اس کی عدت تین ماہ فرمائی ہے قال اللّٰہ: "واللائی يئسن عن المحيض من نسائكم ان ارتبتم فعدتهن ثلاثة اشهر واللائی لم يحضن"۔ (سورہ طلاق پارہ ۲۸)

اور وہ جو تمہاری عورتوں میں سے حیض سے مایوس ہو جائیں ' اگر تمہیں ریب و تردد ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض نہیں آیا تو قرآن مجید کے اس فرمان کے بعد آیسہ کی عدت نہ ماننا قرآن کے خلاف ہوگا نہ کہ تین ماہ عدت کا تسلیم کرنا

ہر چیز یہاں کی الٹی ہے　　　یہاں الٹی گنگا بہتی ہے

سوال: تین ماہ عدت تو ریب و تردد کی صورت میں ہے نہ کہ علی الاطلاق

جواب اول: قرآن مجید میں موصوف بالصفت یا مشروط بالشرط کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ صفت اور شرط نہ پائی گئی تو حکم معدوم ہو جائے گا مثلا حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ربائبکم اللاتی فی حجور کم۔ تم پر تمہاری وہ ربیبہ حرام ہیں جو تمہاری گود میں ہیں 'حالانکہ بیوی کی بچی مطلقاً حرام ہے خواہ زیر تربیت اور پرورش نہ بھی ہو اسی طرح ارشاد خداوند تعالی ہے: لاجناح عليكم ان تقصروا من الصلوة ان خفتم من الذين كفروا۔ تم پر نماز سے قصر اور کمی کرنے میں حرج نہیں ہے اگر تمہیں کفار کی طرف سے خطرہ لاحق ہو ' حالانکہ خوف لاحق نہ ہونے کی صورت میں بھی قصر کرنا درست ہے اگر مسافت قصر ہو تو' لہذا یہ حقیقت

اظہر من الشمس ہوگئی کہ صفت اور شرط کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ حکم اسی طرح ثابت ہوتا ہے بالکل یہاں پر بھی یہی صورت ہے کہ شرط موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں عدت آیسہ اور صغیرہ کی تین ماہ ہی ہے۔

جواب ثانی: ریب و تردد کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں حیض میں ریب و تردد ہو یا اس کا تو یقین ہے لیکن عدت کتنی ہے آیا حیضوں کے تناسب سے اس کی عدت متعین کریں گے جس کو تین حیض تین ماہ میں آتے تھے اس کی تین ماہ عدت ہو جائے جس کو چھ ماہ میں آتے ہیں ' اس کی عدت اتنی ہو گی' اگر کم سے کم مدت میں آجاتے تھے یعنی انتالیس دن میں تو وہ عدت ہوگی وغیرہ ذالک۔ صورت اولی میں تو شرط کی نفی الٹا بطریق اولویت عدت کو تین ماہ میں منحصر کرے گی کیونکہ جب آیسہ ہونا محل تردد تھا تو اس عورت کی عدت مہینوں کی صورت میں تھی تو جب اس کا یقین ہوگیا تو بطریق اولی مہینوں کے ساتھ ہوگی لہذا اب مفہوم مخالفت کا اعتبار کرتے ہوئے عدت کی نفی کرنا دلالۃ النص کی رو سے باطل ہوگیا جس طرح کہ اصولی طور پر بھی غلط تھا

صورت ثانیہ: میں بھی شرط کا مفہوم واضح ہے کہ اگر تمہیں یہ حکم معلوم نہیں اور تم اس میں متردد ہو تو ہم اس کی وضاحت کیے دیتے ہیں کہ عدت ان کی تین ماہ ہے جس طرح حیض ایک امر ضابط تھا اور قاعدہ کلیہ 'تو اسی طرح یہاں بھی حکم کلی ہونا چاہیے ہر عورت کی عادت معروفہ کو اعتبار کرنے پر حکم بدلتے رہیں گے لہذا اس میں اٹل حکم تین ماہ والا ہے خواہ عادت معروفہ جو بھی ہو اندریں صورت شرط کا ذکر صورت واقعیہ بیان کرنے کے لیے ہوا نہ کہ احتراز کے لئے یعنی تمہیں اس میں تردد تھا لہذا ہم نے حتمی فیصلہ بتلا کر تمہارا تردد زائل کر دیا۔

صورت ثالثہ: ریب و تردد اس میں ہو کہ آیا ان پر بھی عدت واجب ہے یا نہیں جبکہ حیض والی پر تو عدت واجب ہے تو اللہ تعالی نے فرمایا: اگر تم وجوب اور عدم وجوب میں متردد ہو تو سنو ان عورتوں کی جو آیسہ ہیں یا صغیر السن ' ان کی عدت تین ماہ ہے اور جمہور مفسرین نے بھی اسی شق کو اختیار کیا ہے اور شان نزول بھی اس کی تائید کرتا ہے اور شیعہ کے علامہ سید مرتضیٰ علم الہدی کا مختار بھی یہی ہے۔ منہج الصادقین میں ہے: واکثر مفسراں بر آنند کہ مراد بقولہ تعالی "ان ارتبتم" ارتیابست در وجوب عدت نہ در سن و مراد بقولہ تعالی "لم یحضن" عدم بلوغ ایشانست بسن حیض و علم الہدی بر آنست۔ (ج ۹' ص ۳۲۱)

سوال: شان نزول کی رو سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ حضرت ابی اور دیگر صحابہ کو عدت معلوم نہیں تھی لہذا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے مطلقہ کی عدت بیان فرمائی مگر آیسہ ' صغیرہ اور حامل کی عدت رہ گئی تو اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں ' تو اس صورت میں اللہ تعالی کو "ان جہلتم" فرمانا چاہیے تھا کیونکہ وہ عدت سے بے خبر تھے نہ کہ اس میں متردد۔

(منہج الصادقین از کاشانی ص ۳۲۱)

جواب اول عن ابی (الی) قالوا: لقد بقی من عدة النساء عدة لم تذكر فی القرآن عن اسماعیل (الی) فقالوا یارسول اللہ ارایت التی لم تحض و التی قد یئست من المحیض فاختلفوا فیها فانزل اللہ ان ارتبتم یعنی ان شککتم۔ (در منثور جلد ٦' ص ٢٣٥)

دوسری روایت میں اختلاف کی تصریح موجود ہے اور روایت اولی میں گو

تصریح نہیں لیکن تردد اور ریب کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تو انہیں معلوم ہے کہ عدت ہونی چاہیے اسی لئے عرض کیا کہ ان عورتوں کی عدت بیان ہونی باقی ہے ۔ یہ نہیں عرض کیا کہ ان کے لئے عدت ہے یا نہیں تو لا محالہ عدت کی تعیین میں ریب و تردد ہو گا کہ ہر عورت کی عادت معروفہ کو دیکھا جائے گا یا کوئی حتمی صورت اس کی بیان ہوتی ہے ۔ تو اس تردد کو زائل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتہن ثلاثۃ اشہر واللائی لم یحضن۔

جواب دوم : اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے ' اسے معلوم تھا کہ ایک گروہ اپنے مزعومات کی وجہ سے اس عدت کا انکار کرے گا ۔ اور ان کی عقلی دلیل بے بنیاد ہو گی جو محض موجب شک اور باعث ریب و تردد ہو گی ۔ اس لئے فرمایا اس ریب و تردد میں نہ رہو ۔ میرا حتمی اور قطعی حکم سنو ' جیسے منکرین قرآن اپنے طور پر تو یقین رکھتے تھے ۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں لیکن اس قول کے بے بنیاد ہونے کی وجہ سے فرمایا ۔

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا۔

اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ آیات شان نزول میں منحصر نہیں ہوتیں جبکہ یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے تو کسی بھی دور کا متردد اس کا مخاطب ہو سکتا ہے اور بطریق التغلیب سب امت مخاطب ہو سکتی ہے ۔ مزید جوابات بھی دیئے جا سکتے ہیں لیکن خوف طوالت مانع ہے ۔

سوال : شیعہ مذہب میں آئمہ کرام سے منقول روایات میں تصریح موجود ہے کہ صغیرہ اور آیسہ پر عدت نہیں ' لہذا کلام مجید کا معنی و مفہوم بھی

انہی روایات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا ۔ لہذا ڈھکو صاحب کا یہ کہنا درست ہو گیا کہ لزوم عدت کا قول خلاف شرع ہے ؟

جواب اول : قرآن مجید کے صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف جو روایت بھی ہو گی وہ قطعاً مردود اور ناقابل قبول ہو گی اور اس ضابطہ کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے ۔ اور ایسی جملہ روایات صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف ہیں اور یہ تو چند روایات ہیں ' ان کا کیا اعتبار ' جبکہ انہی آئمہ کی طرف سے دو ہزار سے زیادہ روایات شیعہ کی کتب صحاح اور دیگر کتب میں منقول ہیں جو کہ تحریف قرآن پر مشتمل ہیں کما صرح صاحب فصل الخطاب مگر ڈھکو صاحب کہتے ہیں : " وہ سب مردود اور ناقابل اعتبار ہیں " تو جس مذہب کی ہزاروں روایات پر یقین نہیں کیا جا سکتا اس کی چند روایات پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے اور وہ بھی قرآن مجید کے صریح فرمان کو نظر انداز کر کے ۔

جواب ثانی : اندریں صورت ڈھکو صاحب کو یوں کہنا چاہیے تھا ۔ کہ لزوم عدت کا قول شیعہ مذہب کے خلاف ہے نہ کہ خلاف شرع ہونے کا حکم لگانا چاہیے تھا ۔ کیونکہ شریعت پر کار بند ہونے کے تہتر اسلامی فرقوں میں سے ہر فرقہ کا دعویٰ ہے ۔ اور ہر فریق اپنے طور پر آیات اور احادیث سے استدلال کرتا ہے اندریں صورت اہل السنت کا دعویٰ قرآن مجید کے مطابق ہے اور اپنے مذہب کی کتب احادیث و تفاسیر کے مطابق ۔ اور شیعہ کے مسلم محدث اور متکلم سید مرتضیٰ علم الہدیٰ بھی اس مسلک پر گامزن نظر آتے ہیں تو ڈھکو صاحب کو قطعاً یہ دعویٰ زیبا نہ تھا کہ یہ قول خلاف شرع بھی ہے اور خلاف عقل بھی ۔ جمہور کا لحاظ نہ تھا نہ سہی ۔ ذرا اپنے علم الہدیٰ کے علم

ہدایت کا ہی کچھ لحاظ کر جاتے ۔ .... مگر متعہ دوریہ کا جوش تھا جس نے ہوش سلب کرلیا تھا' اس لیے اپنے بیگانے کی پہچان بھی ختم ہوگئی اور یہ احساس بھی ختم ہوگیا کہ اہل السنت کا قول شیعی تحقیق کے خلاف سہی مگر کمال احتیاط اسی میں ہے اور حلال وحرام کے معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اس کو اختیار کرلیا جائے بلکہ اس کو علی الاطلاق خلاف عقل و شرع قرار دے کر مکمل بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا۔ کیا سید مرتضیٰ علم الہدیٰ جیسے شیعی عالم میں عقل نہیں تھا یا اس کو شیعی شریعت کا علم نہیں تھا۔

قاضی نور اللہ شوستری کی خیانت اور غیر حائضہ کا متعہ دوریہ

اقول ۔ قاضی صاحب بھی ایک خیانت کرگئے ہیں' کیونکہ اگر عورت ایسی عمر میں ہو کہ اس کو بوجہ صغیر سنی کے حیض نہ آتا ہو تو باوجود جماع کیے جانے کے اس پر عدت نہیں ہے جیسے کہ (فروغ کافی ج ۲' ص ۱۷۸) میں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے لیس علیها عدة و ان دخل بها۔

لہٰذا اس کے ساتھ بھی متعہ دوریہ کا جواز تسلیم کرنا لازمی تھا کیوں کہ نہ وہ آیسہ ہے اور نہ ہی ذوات الاقراء سے ہے اور نہ ہی اس پر عدت ہے اور ایک جگہ سے فارغ ہونے پر فوری طور پر دوسری جگہ شادی یا متعہ اس کے لئے بالکل روا ہے جیسے عبد الرحمن بن الحجاج نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے ۔ ثلاث یتزوجن علی کل حال ۔ تین عورتیں ہر حال میں نکاح کر سکتی ہیں اور پہلے نمبر پر (التی لم تحض و مثلها

لا تحیض) اسی زوجہ کا ذکر ہے جس کو حیض نہ آیا ہو اور نہ ہی اس عمر کی لڑکیوں کو حیض آتا ہو جب عدت بھی نہیں اور نکاح و متعہ میں رکاوٹ آئمہ اہل بیت کی طرف سے نہیں تو لازمی طور پر اس کے لئے متعہ دوریہ جائز ہو گا جب تک حیض آنا شروع نہ ہو یا حمل ٹھہرنے کی عمر کو نہ پہنچے ۔ لہٰذا قاضی صاحب نے اس صنف کا ذکر نہ کر کے خیانت سے کام لیا ہے اور اس کے متبعین شیعی علماء نے بھی ۔

مگر بد قسمت صرف وہ ہے

جس کو حیض آتا ہو یا اس عمر میں ہو' اگرچہ منکوحہ عورتوں کی نسبت ان کے لئے کافی رعایت دی گئی ہے کیونکہ نکاح والیوں کے لئے تین حیض یا تین ماہ عدت ہے اور متعہ والی کے لئے صرف ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ عدت ہے مگر تاہم کہاں ایک ایک مرتبہ جماع پر متعہ کرنے والیوں یا ایک ایک گھنٹہ کی میعاد پر متعہ کرنے والیوں کا اجر و ثواب اور آمدنی کا حساب اور کہاں ڈیڑھ ڈیڑھ ماہ یا ایک ایک حیض کے وقفہ سے متعہ کرنے کا اجر اور اجرت ۔ ارمان تو ہمیں اس کی محرومی کا بہت ہے لیکن اس کی تدبیر ہمیں کتب شیعہ میں نظر نہیں آئی لہٰذا کوئی کارگر نسخہ کرنے سے قاصر ہیں ۔

محرومی کا تدارک

مگر وہ اس طرح بھی کرلیتی ہیں کہ ایک خاوند کے ہوتے ہوئے دوسری

جگہ متعہ کرتی رہتی ہیں اگر پردہ رہ جائے تو پھر اجرت اور آمدنی والا خسارہ پورا ہو جاتا ہے آخرت میں جو ہو گا وہ تو یقین ہے کہ ایک ایک کے ساتھ متعہ کرنے والیوں کا حشر بھی زناکاروں جیسا ہو گا لیکن واو عیش ' لذت نفس میں یعنی کل جدید لذیذ اور آمدنی میں تو وہ سبقت نہیں لے جائیں گی نا۔ روایت ملاحظہ ہو۔

امام ابو الحسن کے پاس ابان بن تغلب نے ایسی ہی ایک متمتعہ کا خط میں ذکر کر کے مسئلہ دریافت کیا ہے۔ الرجل يتزوج المراة متعة بمهر الى اجل معلوم و اعطاها بعض مهرها و اخرته با لباقى ثم دخل بها و علم بعد دخوله قبل ان يوفيها باقى مهرها انما زوجته نفسها ولها زوج مقيم معها۔ ايجوز حبس باقى مهرها ام لا يجوز ؟ فكتب عليه السلام لا يعطيها شيئا لانها عصت الله عزوجل۔ (کافی ج ۲ ' ص ۱۹۶)

ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ مہر معین پر مدت معینہ کے لئے عقد متعہ کر لیا کچھ مہر دے دیا اور کچھ ادھار کیا ہم بستری کر لی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا خاوند تھا جو اس کے ساتھ مقیم تھا۔ کیا بقایا اجرت اس کو دینی لازم ہے یا اس کو روک سکتا ہے (تاکہ بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی) ؟ تو امام موصوف نے فرمایا کہ اس کو کوئی چیز نہ دے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانبرداری کی ہے۔ لیکن افسوس کہ نہ تو ابان بن تغلب نے توجہ دلائی اور نہ ہی امام موصوف کو خیال آیا کہ جس غریب کا نکاح تھا ' اس کی عزت برباد ہوئی اور اس متعہ کے شائق نے صرف اس عورت کے کہنے پر بغیر تحقیق و تفتیش کے یہ قدم کیوں اٹھایا ؟ اور اس کی آبرو کیوں برباد کی۔ نہ اس کی سزا

اور حدود و تعزیر کا ذکر آیا ' نہ اس کو تاوان ادا کرنے کا حکم دیا ' معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب میں کسی شریف آدمی کی عزت اور ناموس کے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں ہے اور اس خرابی کی جڑ اور بنیاد یہ ہے کہ اس مذہب میں صرف متعلقہ عورت کا اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ میں خاوند والی نہیں ہوں۔ نیز گواہ مقرر کرنے اور عقد کی تشہیر بھی لازم و ضروری نہیں ہے ورنہ روز اول ہی حقیقت واضح ہو جاتی اور عزت و آبرو کے تحفظ کا سامان ہو جاتا۔

عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی

شیعہ صاحبان خود بے احتیاطی کرتے اور بیک وقت ایک عورت کے متعدد خاوند بنے رہتے تو کہہ سکتے تھے ہمارا ذاتی معاملہ ہے ' اس میں دوسرے شخص کو مداخلت کا کیسا حق مگر وہ جو بھی غلط کام کرتے ہیں آئمہ کرام اور اہل بیت عظام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ' اور ان کی عظمت و احترام کو بھی ختم کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

ا۔ ابان بن تغلب کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا انی اكون فى بعض الطرقات فارى المراة الحسناء و لا امن ان تكون ذات بعل اومن العواهر قال ليس هذا عليك انما عليك ان تصدقها فى نفسها۔

(فروغ کافی ج ۲ ' ص ۱۹۶)(باب. مصدقه على نفسها)

میں کبھی کسی راستے پر گزرتے ہوئے حسین و جمیل عورت کو دیکھوں اور اندیشہ بھی ہو کہ یہ شادی شدہ ہے یا زناکاروں میں سے ہے (اور متعہ کرنے

کے لئے طبیعت بھی مضطرب اور بے قرار ہو تو تحقیق و تفتیش کروں یا اس کی ضرورت نہیں ہے ؟) تو آپ نے فرمایا: یہ تیری ذمہ داری نہیں ہے بلکہ تم پر یہ امر لازم ہے کہ اس کو سچا مانے اور اپنے معاملے میں اس کی زبان پر اعتماد و اعتبار کرے یہ ہے شیعہ کا اولین محدث ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی جس نے عنوان بھی یہی قائم کیا کہ متمتعہ جو کہے اس کی تصدیق کرو اور تفتیش و تحقیق کے چکر میں نہ پڑو۔

اسی طرح کا عنوان شیعہ کے عظیم محدث اور متکلم ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیخ الطائفہ نے قائم کیا ہے متی اراد الرجل تزویج المتعة فلیس علیه التفتیش عنها بل یصدقها فی قولها۔ کہ جو شخص عقد متعہ کا ارادہ کرے تو اس عورت کے معاملے میں تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو عورت کہہ دے اسی کو درست تسلیم کرتے ہوئے متعہ کرے (خواہ وہ جھوٹ ہی کیوں نہ بول رہی ہو اور مرد کو اس کی سچائی میں شک وشبہ ہی کیوں نہ ہو) پھر اس ضمن میں تین روایات درج کی ہیں ملاحظہ فرمائیں اور متعہ کی سہولتوں اور آسانیوں پر داد دیں۔

۲۔ فضل مولی محمد بن راشد کہتا ہے کہ میں نے امام ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ انی تزوجت المراة متعة فوقع فی نفسی ان لها زوجا ففتشت عن ذلک فوجدت لها زوجا قال ولم فتشت؟

میں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا اور میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی کہ اس کا خاوند ہے (اور اس نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اور زنا کا ارتکاب کیا ہے ؟ چنانچہ میں نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے تفتیش

کی تو مجھے معلوم ہوگیا کہ اس کا خاوند تھا تو امام صاحب نے فرمایا تو نے یہ تحقیق و تفتیش کی ہی کیوں ؟

۳۔ مہران بن محمد اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتا ہے کہ امام ابو عبداللہ سے عرض کیا گیا۔ ان فلانا تزوج امراته متعة فقیل له ان لها زوجا فسالها فقال ابوعبدالله علیه السلام - ولم سالها؟ بے شک فلاں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا تو اسے کہا گیا اس کا خاوند موجود ہے تو اس نے اپنے ممتعہ سے دریافت کیا تو امام ابو عبداللہ نے (سرزنش کرتے ہوئے) فرمایا۔ اس نے سوال کیوں کیا؟

۴۔ محمد بن عبد اللہ الاشعری کہتا ہے کہ میں نے امام رضا سے دریافت کیا۔ الرجل یتزوج بالمراة فیقع فی قلبه ان لها زوجا قال ما علیه اراء یت لو سالها البینة کان یجد من یشهد ان لیس لها زوج؟

ایک شخص ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کرتا ہے اور اس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا خاوند ہے (اور یہ مجھے دھوکہ دے کر متعہ کی اجرت کما رہی ہے)تو آپ نے فرمایا اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ تحقیق و تفتیش کے گورکھ دھندے میں پڑنے کی ضرورت ہے۔ بتلایئے اگر یہ شخص اس عورت سے گواہ طلب کرے گا تو کیا لا محالہ ایسے اشخاص مل جائیں گے جو گواہی دے دیں گے کہ اس کا خاوند نہیں ہے۔

ف۔ روایت گھڑنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ متقیوں کے سردار اور پیشوا کیا ایسی بے احتیاطیوں کا حکم دے سکتے ہیں اور علی الخصوص حلال و حرام کے معاملہ میں' پھر حیرانگی کی بات ہے کہ امام کو اس قدر بے علم اور بے خبر ثابت

کر دکھلایا کہ نفی و اثبات میں تعارض و تخالف کی صورت میں ترجیح کس کو ہوتی ہے اور خاص طور پر جو امور خفیہ سر انجام دیئے جاتے ہوں اور صرف اخص الخواص ہی ان سے باخبر ہو سکتے ہوں بلکہ ماں باپ کو بھی خبر نہ ہونے دی جاتی ہو تو وہاں نفی کی گواہی کی کوئی اہمیت بلکہ اعتبار کی صورت کوئی ہو سکتی ہے؟

الغرض یہ ہے وہ لچک اور نرمی جس کی وجہ سے کئی لوگ عزت و آبرو گنوا بیٹھتے ہیں اور ان کی عورتوں کو بیک وقت کئی جگہ متعہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے اگر پردہ رہ جائے تو آمدنی ہی آمدنی اور بہار ہی بہار ہے اور راز فاش ہو جائے تو صرف بقایا ملنے کی توقع نہیں رکھ سکتیں، بس۔

متعہ کی اجرت

اس متعہ کو سہل ترین اور مرغوب القلوب بنانے کے لئے اس کے مرتکبین اور دلدادگان کو بڑی رعایت اور چھوٹ دی گئی ہے نہ نان و نفقہ لازم، نہ لباس و پوشاک کی ذمہ داری اور نہ مکان اور رہائش گاہ مہیا کرنے کا بار گراں اور مزید بر آں یہ کہ اجرت بھی انتہائی معمولی یعنی ایک مٹھی گندم یا کھجوریں، بلکہ مسواک یا چند گھونٹ پانی مہیا کرنے پر بھی عقد ہو سکتا ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

دلائل ملاحظہ فرمائیں......

۱۔ عن ابی بصیر قال ساءلت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن ادنی مهر المتعة ما هو؟ قال کف من طعام دقیق او

سویق او تمر۔ (فروع کافی ج ۱، ص ۱۹۴)

ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کی کم از کم اجرت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ایک مٹھی آٹا یا ستو یا کھجوریں۔

۲۔ عن الاحول قال۔ قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ما ادنی ما تتزوج به المتعة؟ قال کف من بر۔

(فروع کافی ج ۱، ص ۱۹۴)

احول سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ سے عرض کیا کہ عقد متعہ کی ادنی مقدار اور اجرت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ایک مٹھی گندم۔

۳۔ روی بعضهم (انه) سواک۔ اور بعض نے اس روایت میں ادنی مقدار اور کمترین اجرت کے طور پر مسواک کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت (امیر المومنین) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا۔

انی زنیت فطهرنی فامر بها ان ترجم فاخبر بذلک امیر المؤمنین علی علیه السلام فقال۔ مررت بالبادية فاصابنی عطش شديدفاستسقيت اعرابيا فابى ان يسقينى الا ان امكنه من نفسى فلما اجهدنى العطش و خفت على نفسى سقانى فامكنته من نفسى۔ فقال امير المؤمنين عليه السلام تزويج و رب الكعبة۔

(فروع کافی ج ۲، ص ۱۹۸ باب النوادر)

کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے لہذا مجھ پر شرعی حد لگا کر مجھے پاک کریں

آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس سے دریافت کیا' تو نے کیسے زنا کیا؟ تو اس نے کہا میں ایک ویرانہ اور جنگل میں سے گزر رہی تھی اس دوران مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی اور بدوی سے پانی طلب کیا تو اس نے اس وقت تک پانی دینے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں پانی پلانے کے عوض اس کو جماع اور زنا کا موقع مہیا نہ کروں۔ جب مجھے پیاس کی شدت نے مجبور کر دیا اور مجھے جان کا خطرہ لاحق ہو گیا تو اس نے مجھے پانی پلا دیا اور میں نے اس کا مطالبہ اور تقاضائے نفس پورا کر دیا اور اسے زنا کا موقع فراہم کرتے ہوئے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا' تو امیر المومنین نے فرمایا مجھے رب کعبہ کی قسم یہ تو ازدواجی تعلق ہے نہ کہ زنا یعنی یہ عقد متعہ ہے لہٰذا اس پر حد اور تعزیر نہیں لگ سکتی ہے لہٰذا اس کو معافی دی جائے۔

متعہ کے سب شرائط معاف ہو گئے

جس فعل بد کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یہ روایت منسوب کر کے اس کو عقد متعہ اور حلال قرار دیا گیا ہے' اس میں نہ متعہ کے صیغے مذکور ہیں' نہ اجل اور مدت کا تعین ہے' نہ ایجاب و قبول کی ظاہری صورت موجود ہے بلکہ حد یہ ہے کہ عورت کو پتہ تک نہیں کہ متعہ بھی شریعت میں ہے اور ایسی ضرورت اور مجبوری میں اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ خود اس کو خالص زنا سمجھتی ہے اور اس آلودگی سے پاکیزگی اور تطہیر کی خاطر شرعی سزا کا مطالبہ کرتی ہے۔ مگر اس کے وہم و گمان کے برعکس اس

کو صرف سزا سے ہی معافی نہ ملی بلکہ متعہ کے عظیم اجر و ثواب کی مستحق ٹھہری اور وہ جنگلی دیو جو پانی کے چند گھونٹ پلا کر ان کی بڑی قیمت وصول کر گیا اس کو بھی چھٹی مل گئی اور کسی نے نہ پوچھا کہ اسلامی حکومت میں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور حکومت میں تو کون ہوتا ہے مسلمانوں کی عزت و آبرو لوٹنے والا اور ایسی ذلیل حرکت کرنے والا؟ بلکہ اس کے برعکس اس فعل قبیح اور عمل شنیع کو نکاح بنا دیا گیا۔

کیا جہان میں کوئی ایسا عقل مند شخص مل سکتا ہے جو جان بلب عورتوں کی مجبوریوں سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنے کو نکاح قرار دے' اور اس درندگی کو عقد متعہ قرار دے کر صرف مباح ہی قرار نہ دے بلکہ بے انتہا اجر و ثواب کا موجب قرار دے بلکہ ہر کوئی اسے زنا بالجبر کی ہی ایک صورت تسلیم کرے گا جس طرح کہ خود اس عورت نے اس کو زنا ہی سمجھا اور وہ عورت مستحق تعزیر و حدود نہ سہی اس درندہ صفت انسان کو تو چھٹی نہیں ملنی چاہیے تھی اور نہ اس کا یہ فعل بد نکاح قرار دیا جانا چاہیے تھا لیکن صرف روافض ہی ہیں جو ایسے شرمناک فعل کو بھی نکاح بنا دیتے ہیں اور پھر ایسے ناپاک فعل کی نسبت ان مقدس لوگوں کی طرف کر کے ستم بالائے ستم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

نیز قابل غور امر یہ ہے کہ یہ فعل نکاح دوام تو ہے نہیں' لا محالہ اس کو متعہ ہی قرار دیا جائے گا تو کیا واقعی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور فاروقی میں ایسے گھناؤنے فعل کو متعہ کہہ کر جائز قرار دے سکتے تھے؟ قطعاً نہیں' بالکل نہیں بلکہ وہ تو اپنے دور حکومت میں بھی جبکہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصال فرمائے تیرہ چودہ سال بیت چکے تھے یہی کہتے نظر آتے ہیں لو لا

سبقنی الیه عمر ما زنا الاشفی یعنی الا قلیل اراد(انه) لو لا ما سبقنی به عمر رضی اللہ عنہ من نهیه عن المتعة و تمکن نهیة من قلوب الناس لندبت الناس الیها و رغبتهم فیها۔ (تفسیر صافی ص ۱۲۷)

یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پہلے لوگوں کو متعہ سے منع نہ کر دیا ہوتا اور لوگوں کے دلوں میں ان کا امتناعی حکم راسخ نہ ہو چکا ہوتا تو میں انہیں متعہ کرنے کی دعوت اور ترغیب دیتا تاکہ وہ متعہ میں مشغول ہو کر زنا سے بچ جاتے اور صرف قلیل لوگ ہی زنا کرتے جو بہت بد بخت ہوتے۔

الغرض جب شیر خدا اسد اللہ الغالب، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے اتنا عرصہ بعد بھی اس طرح کا حکم دینے سے قاصر ہیں تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے حتمی فیصلہ کے خلاف فتوی دینے کی ہمت کیسے ہو سکتی تھی یا تقیہ کے دعوے غلط ہیں۔ یا اس قسم کی روایات سراسر کذب ہیں۔

الغرض متعہ جیسے عقد میں مالی بوجھ کے اندر چھوٹ اور رعایت اور تعداد میں اس قدر وسعت کہ ہزار عورت سے بھی یہ عقد جائز اور درست، نان و نفقہ اور پوشاک وغیرہ سے مکمل چھوٹ اور درجات و مراتب کے لحاظ سے بے انتہا ترقی اور رفعت، تو کیا کہنے ہیں اس عقد متعہ کے اور اس مذہب تشیع کے بس حلوائے بے دور ہے اور مفت کی شراب عتیق و رحیق بشرطیکہ خوف خدا نہ ہو اور نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم و حیا نہ ہو۔

شیعی تاویل و توجیہ

علامہ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں "متعہ کے لئے معمولی اجرت رکھی گئی ہے تو کون سی قیامت آگئی۔ عقد مہر میں بھی تو معمولی حق مہر دینا کافی ہے۔

اقول۔ دائمی نکاح میں گو صرف احناف کے نزدیک کم از کم دس درہم چاندی کے تعین ہے اور دوسرے آئمہ کرام معمولی مالیت کی اشیاء کو بدل مہر کے طور پر جائز رکھتے ہیں۔ لیکن اس میں خوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری تو خاوند پر عائد ہوتی ہے لیکن عقد متعہ میں وہ ذمہ داریاں بھی معدوم اور اجرت کی حالت بھی ملاحظہ کر چکے تو اس سے صاف ظاہر اور روشن ہو گیا کہ اس مذہب اور نظریہ کے ایجاد کرنے کا بنیادی مقصد آوارگی اور بے راہ روی پیدا کرنا ہے اور نکاح مسنون جو کہ سراسر خیر و برکت ہے اور عزت و ناموس اور حسب و نسل کی حفاظت اور صیانت کا موجب، اس سے لوگوں کو ہٹانا، بے رغبت کرنا، وار سراسر عیاش اور شہوت پرست بنانا ہے

متعہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے؟

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ جو معمولی اجرت بھی عقد متعہ میں طے پائی ہو، محض عقد متعہ کی وجہ سے وہ ادا کرنی لازم نہیں ہو گی بلکہ اس کے لئے عملاً مکمل استفادہ اور نفع اندوزی کا موقع پانا ضروری ہے۔ ورنہ اس کی ادائیگی مکمل طور پر روکی جا سکتی ہے یا اس میں کٹوتی کی جا سکتی ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ اگر عقد متعہ کے بعد مرد کو موقع ہی نہیں دیا گیا کہ وہ جماع کرے، خواہ

عورت کی طرف سے رکاوٹ پیش آئی یا اس کے اقارب کی طرف سے اور سارا وقت جو متعہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا' اسی طرح گزر گیا تو اس عورت کے لئے بالکل اجرت نہیں ہے اور اگر کچھ عرصہ تو اسی طرح محرومی میں گزرا مگر بقیہ وقت میں موقعہ مل گیا تو مقررہ اجرت اور ایام عقد کی مناسبت سے جتنے دن اس کو موقع ملا ان کی اجرت ادا کرے گا اور عورت کے نشوز اور اپنے حرمان والے ایام کی اجرت ساقط ہو جائے گی (برہان المتعہ ص ۶۱)

و قال ابو الحسن علیه السلام نعم ینظر ما قطعت من الشرط فیحبس عنها من مهرها بمقدار مالم تف به ما خلا ایام الطمث۔ (فروع کافی ج ۲' ص ۱۹۶)

امام ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں مرد دیکھے کہ عورت نے مشروط ایام میں سے کتنی مقدار منقطع کر دی ہے تو اسی قدر اس کی اجرت سے روک لے جس قدر اس نے وفا کی ' ماسوا ایام حیض کے (ان کی اجرت نہیں کاٹی جاسکتی کیونکہ وہ شرعی عذر ہے)

۲۔ اگر عقد متعہ کے بعد اور مجامعت اور مباشرت سے پہلے اجل اور مدت متعہ عورت کو ہبہ کر دے تو علماء شیعہ کی ایک جماعت کے نزدیک نصف مہر ادا کرنا ہو گا اور اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد بقیہ ایام ہبہ کر دے تو پوری اجرت دینا لازم ہو گی۔ (برہان المتعہ ص ۶۲'۱۹)

اور جامع عباسی ص ۱۵۱ پر مرقوم ہے۔ "اگر زن متعہ باشد و مدت را باو بخشد نصف آنچہ باو قرار دادہ بدہد" یعنی متعی عورت کو متعہ بخشنے پر آدھی اجرت دینی لازم ہو گی۔ اس عبارت سے تمام علماء شیعہ کا اس بات پر اتفاق یا کم از کم اس قول کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ اگر جماع سے پہلے مرد فوت ہو جائے تو متعہ والی عورت کے لئے آدھی اجرت ہو گی اور عدت وفات بھی لازم ہو گی مگر بعض علماء اس صورت میں بھی پوری اجرت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کامل احتیاط اسی میں ہے (برہان المتعہ ص ۶۱)

اگر موت قبل دخول حائل شد پس او را نصف مہر و نگہداشتن عدت وفات میرسد و تمام مہر نزد بعضے باشد و ایں احوط است۔

متعہ کے لئے ایڈوانس بکنگ

۴۔ اگر عقد معلق ہے مدت موخر پر خواہ ایک ماہ کم و بیش یعنی عقد آج طے پا گیا لیکن مدت اور اجل ایک ماہ بعد شروع ہونی قرار پائی تو اس میں کوئی عیب اور جائے اعتراض نہیں اما نتیجہ درچند موضع دہد یعنی اس کے اثرات چند جگہ ظاہر ہوں گے۔

ا۔ ایں ضعیفہ در بین ایں زمان تا زمان حضور اجلش باغیر عقد صیغہ دیگر نمیتواند اگرچہ زمان وسعت مدت و عدت ایں صیغہ ہم داشتہ باشد۔ یعنی یہ عورت وقت عقد سے لے کر عقد متعہ کے آغاز تک کسی دوسرے شخص سے عقد متعہ کی مجاز نہیں ہو گی خواہ درمیانی عرصہ اتنا وسیع ہو کہ متعہ کے ایام گزر کر عدت بھی گزر سکے یا یائسہ یا صغیرہ ہم علی الاطلاق باشد خواہ وہ عورت سن ایاس کو پہنچی ہو (جس کی عدت ہی نہیں ہوا کرتی) اور یا صغیرہ ہو (اس کی بھی عدت نہیں ہوتی)

ب۔ خواہر ایں زن را دریں مدت در عقد نمیتواند آورد۔ دوسرا اثر یہ مرتب ہو گا کہ وہ مرد اس منسوبہ عورت کی بہن سے ان ایام میں عقد نہیں کر سکے گا۔

ج۔ اگر مابین عقد و اجل موت حائل شد پس عقد و مہر و عدت باطل شد۔ تیسرا ثمرہ اور نتیجہ یہ مترتب ہو گا کہ اگر عقد معلق اور آغاز اجل و مدت کے درمیان

موت حائل ہو جائے تو عقد بھی باطل ہو جائے گا اور مہر و عدت بھی۔ (برھان المتعہ ص ۶۰)

تبصرہ۔ بیک وقت دو مردوں کے ساتھ عقد متعہ کا جواز

اگر عقد معلق اب منعقد نہیں ہو چکا تھا تو اس عورت کی بہن سے عقد ممنوع کیوں ٹھہرا اور اب منعقد ہو چکا تو بیک وقت دو عقد قرار پائے گئے ایک کے لئے مباشرت اور مجامعت حلال ٹھہری مگر دوسرے کا بھی عقد متعہ صحیح ہے اگرچہ وہ ابھی مباشرت اور مجامعت کا حقدار نہیں ہے کیا کوئی آسمانی مذہب ایسی ایڈوانس بکنگ کی مثالیں عورتوں کے متعلق پیش کر سکتا ہے؟ نہیں قطعاً نہیں یہ صرف اور صرف روافض کو امتیاز حاصل ہے اور انہوں نے ہی یہ انوکھے طریقے ایجاد کیے ہیں۔

آمدم بر سر مطلب۔ اس امر سے قطع نظر کہ یہ عقد غلط ہے یا صحیح ہم نے یہ بتلانا ہے کہ عقد متعہ متحقق مان کر موت حائل ہونے کی صورت میں اجرت کے لزوم کو باطل ٹھہرایا گیا ہے لہٰذا واضح ہو گیا کہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنی لازم نہیں ہے۔

قول باری تعالیٰ۔ فما استمتعتم بہ منہن الآیہ اور شیعی استدلال کا بطلان

مندرجہ بالا حوالہ جات سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ شیعہ مذہب میں عقد متعہ سے پوری اجرت مقررہ ادا کرنی لازم نہیں ہے بلکہ دائمی نکاح

کی طرح دراصل جماع اور مباشرت کے ساتھ ہی پوری اجرت دینا لازم ہوتی ہے خواہ حقیقتاً مباشرت پائی جائے یا حکماً جیسے خلوت صحیحہ وغیرہ اور اگر عورت اور اس کے اقارب مباشرت سے مانع ہوں تو عقد کے باوجود ایک پائی کی بھی حقدار نہیں اور بعض حصہ مقررہ میں سے بلا مباشرت گزار دیں تو کٹوتی کرلی جائے گی لہٰذا شیعہ صاحبان کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے استدلال لغو اور باطل ہو جائے گا۔ "فما استمتعتم بہ منہن فاتوھن اجورھن" کیونکہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنی ان کے نزدیک لازم ہی نہیں اور اس آیت کریمہ سے عقد متعہ مراد ہو تو پھر شیعہ مذہب کا خلاف قرآن ہونا لازم آئے گا اور یہ تفصیلات و تفریعات لغو اور باطل ٹھہریں گی۔ تو لامحالہ قول باری تعالیٰ میں استمتاع سے مراد مجامعت اور مباشرت ہوگی اور یہ معنیٰ لغوی ہے جو کہ عقد دائم میں بھی متحقق ہے اور اس آیت مبارکہ کا سیاق و سباق بھی عقد دائم کے احکام پر مشتمل ہے۔

لہٰذا شیعہ اور اہل سنت کے اجماع و اتفاق سے یہاں پر استمتاع کا لغوی معنیٰ مراد ہونا واضح ہو گیا اور اس سے محض عقد متعہ مراد ہونا غلط محض اور سراسر باطل ہو گیا۔ (استبصار ص ۱۴۱) وغیرہ میں یہی حکم حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر سے مروی ہے۔ امام صادق کا فرمان ہے۔ لا یوجب المهر الا الوقاع فی الفرج اذا التقی الختانان وجب المهر والعدة یعنی فرج میں جماع اور عورت و مرد کی شرم گاہوں کے اختلاط سے مہر اور عدت لازم ہوتے ہیں اور امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ اذا دخل بها (الی) یجب المهر۔ یعنی مجامعت سے ہی مہر اور اجرت لازم ہوگی۔

لہٰذا مہر نیمروز کی طرح روشن ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں صرف اور صرف مہر کامل کے وجوب کا بیان ہے اور اس فرض سے جلد سبکدوش ہونے کی اپیل ہے امام

جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ میں ایک عورت کے ساتھ نکاح اور مباشرت کروں اور اسے کچھ نہ دوں تو یہ طریقہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا۔ نعم یکون دینا علیک۔ ہاں مباشرت جائز ہے لیکن مہر اور اجرت تجھ پر فرض ہوگی۔ (استبصار ص ۱۱۸) اور یہی الفاظ متعدد روایات میں موجود ہیں لہٰذا آیت کریمہ میں بھی استمتاع اور حصول منفعت کے بعد لازم آنے والے اس قرض کی ادائیگی اور اس فرض سے جلد از جلد سبکدوش ہونے کی تلقین ہے۔

قرات شاذہ الی اجل مسمی کا حقیقی مفہوم

نیز جس قراءت شاذہ میں "الی اجل مسمی" کے کلمات مذکور ہیں، تو اس میں بھی اس فرض اور قرض کی ادائیگی کی تاکید اکید مقصود ہے یعنی جب صرف ایک مرتبہ مجامعت کر لینے سے پورا حق مہر تم پر واجب الادا ہو چکا تھا تو جن کے ساتھ تم لمبے عرصہ تک نفع اندوز ہوتے رہے انہیں مقرر حق مہر کیوں نہیں دیتے جلد از جلد اس قرض کو ادا کرو اور حق کو حق دار تک پہنچاؤ۔ علاوہ ازیں یہ قراءت متعہ کے اصطلاحی یا شرعی معنی کے ارادے سے مانع ہے کیونکہ مدت کی تعیین اس کی ماہیت میں داخل ہے اور بغیر اس کے متعہ کا تحقق نہیں ہو سکتا، تو پھر متعہ کے بعد اس کا ذکر بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا اور عبث و ھو کما تری۔

نیز الی اجل مسمی شاذ قراءت ہے جس کا درجہ اخبار آحاد سے بھی کم ہوتا ہے لہٰذا اس قراءت کی وجہ سے قراءت متواترہ کا حکم کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں اور اس آیت کریمہ کے سیاق و سباق کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں جو صاف صاف دلیل

ہیں اس امر واقعہ کی کہ عقد نکاح کے بعد جب ان منکوحہ عورتوں سے مباشرت کر لو تو ان کا حق مہر ان کو ضرور ادا کرو نیز مہر معجل بھی ہوتا ہے اور موءجل بھی تو قراءت شاذہ میں مہر موءجل کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے جس طرح متواترہ میں مطلقاً مہر ادا کرنا لازم کیا گیا تو اس صورت میں بھی متعہ معروفہ پر استدلال غلط ہو گیا۔ مزید تحقیق اس آیت کریمہ کی، دوسری جگہ ذکر کی گئی ہے۔

فائدہ ضروریہ

اب تک ناظرین کرام نے عقد متعہ میں اجرت کی مقدار اور اس کی ادائیگی کے احکام ملاحظہ فرمائے اب ذرا اس معمولی اجرت کو بھی واپس لینے کا طریق کار اور حیلہ گریوں کا نمونہ دیکھیں اور بزعم خویش اللہ تعالیٰ کے عقد متعہ کی اجرت ادا کرنے والے حکم "فاتوھن اجورھن" پر عمل در آمد کا بھی مشاہدہ کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ یہ کارستانیاں عوام سے لے کر خواص تک میں برابر پائی جاتی ہیں اور اس حمام میں سبھی ننگے نظر آتے ہیں اور شرم و حیا کی دولت سے محروم۔ اور یہ سب رازھائے درون پردہ جناب علامہ نعمت اللہ الجزائری کی زبانی معلوم ہوئے ہیں آپ بھی مطالعہ کریں اور عبرت حاصل کریں۔

شیعہ کا متمتعات کے ساتھ سلوک اور اجرت واپس لینے بلکہ نفع کمانے کے حیلے

سید نعمت اللہ الجزائری نے اس ضمن میں چند واقعات درج کئے ہیں وہ قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کئے جاتے ہیں، تاکہ ان لوگوں کی شرم و حیا کا اندازہ ہو سکے اور یہ بھی اندازہ ہو سکے کہ ان کے نزدیک قطعا فاتوھن

اجورھن کا یہ معنی نہیں ہے کہ عقد متعہ طے ہونے پر پوری اجرت ادا کرنی لازم ہے بلکہ ان کا ہدف پورا نہ ہو تو نہ صرف ادا کردہ رقم واپس لے لیتے ہیں بلکہ مزید وصول کئے بغیر ان بیچاریوں کی جان بخشی نہیں کرتے۔ بہرحال گھر کے بھیدی کی زبانی حقائق دروں پردہ کا مشاہدہ فرمائیں۔

۱۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا چونکہ وہ فقیر آدمی تھا لہٰذا اجرت دو درہم طے ہوئی چنانچہ اس نے ایک رات میں اس کے ساتھ پانچ مرتبہ جماع کیا جب صبح ہوئی تو اس نے دو درہم اجرت طلب کی مگر وہ تو اس مومن کے پاس تھے نہیں (دیتا کس طرح) چنانچہ جب اس مومنہ نے مومنین کے بھرے مجمع میں اپنی آپ بیتی کہہ سنائی اور محرومی کا رونا رویا اور کہا اس نے پانچ مرتبہ جماع کیا ہے اور دو درہم بھی دینے کو تیار نہیں ہے چنانچہ اس مومن نے اس کے تقاضے سے مجبور ہو کر کہا۔

یا حبابة! تعالی ثم انہ نام و رفع ارجلہ و قال تعالی جامعینی سبع مرات عوض الخمسة المرات فقال الحاضرون 'الحق مع العالم۔

اے دلدارہ تشریف لائیے 'پھر وہ خود لیٹ گیا اور اپنی ٹانگیں اوپر کو اٹھالیں اور کہا میرے ساتھ پانچ کے عوض سات مرتبہ جماع کر لے تو حاضرین (عش عش کر اٹھے اور کہا) حق اس عالم کے ساتھ ہے۔

۲۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے شیرازی عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا اور اس کو ایک محمدیہ (سکہ کا نام) دینے کا عہد کیا موسم گرمی کا تھا دوسرے ساتھی مکان کی چھت پر سو گئے اور اس نے حجرہ کا دروازہ بند کر کے اس عورت کے ساتھ رات گزارنے کی ٹھانی۔ ابھی رات آدھی ہوئی ہو گی کہ اس عورت کی آواز اور

چیخنے چلانے سے ہم لوگ بیدار ہو گئے تو کیا سنتے ہیں کہ وہ کہہ رہی تھی خدا کے لئے آیئے اور مجھ اس مومن سے بچایئے اس نے تو میری شرم گاہ ہی چیر کر رکھ دی ہے چنانچہ ہم نیچے اتر کر اس کے پاس گئے اور میں نے اس عورت سے ماجرا پوچھا تو اس نے بتلایا کہ رات ابھی آدھی نہیں ہوئی اور اس نے بیس مرتبہ میرے ساتھ جماع کر لیا ہے (آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا) اور میں اس کی قوت برداشت نہیں رکھتی اسے کہئے یہ اپنا سکہ لے لے اور بقیہ رات مجھے معاف رکھے۔

جب میں نے رفیق سفر مومن سے جواب دعوی کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا یہ بالکل جھوٹی ہے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر حجرہ میں لے گیا تو اس نے ہر بار کے جماع کی دیوار پر لکیریں کھینچ کر نشاندہی کر رکھی تھی جب مجھے گننے کا حکم دیا تو وہ اٹھارہ لکیریں نکلیں تو کہنے لگا دیکھو کس قدر جھوٹی ہے۔ تو میں نے اس سے کہا۔

یا فلاں اقسم علیک باللہ ما کان فی نظرک الشریف الی وقت الصباح من مرة فقال واللہ کان فی خاطری اربعین مرة۔

اے فلاں میں تمہیں اللہ تعالی کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جناب کی نظر شریف اور خیال مبارک میں صبح تک کتنی مرتبہ جماع کرنے کا ارادہ تھا تو اس نے کہا بخدا میں چالیس مرتبہ جماع کا عزم صمیم رکھتا تھا (لیکن یہ مومنہ شکست کھا گئی اور سب ارادے خاک میں مل گئے 'مگر پیسے بھی مل گئے اور اٹھارہ مرتبہ کا جماع مفت میں نصیب ہو گیا)

ثم ان المراة اعطته المحمدية وانهزمت نصف الليل۔

مومنہ نے اجرت کی وصولی کے لئے بہت بڑی قوت برداشت کی اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا مگر اس کی بدقسمتی کہ اسے اس مومن کی قوت فعل و تاثیر کا اندازہ ہی نہ

تھااور نہ ہی کبھی ایسے مومن کا تصور ہی اس نے کیا ہو گا اس لئے سب صبرو تحمل اکارت گیااور پوری اجرت واپس کرکے جان بچائی۔

۳۔ بعض مومنین نے اصفہان میں متعہ کاارادہ کیاتواسے ایک بڑھیا دلالہ نے کہامیں تجھے ایک حسین و جمیل متعی عورت کا پتہ بتاتی ہوں چنانچہ وہ اسے ایک گھر میں لے گئی جس میں ایک پردہ دار عورت ستراور پردہ میں مستور بیٹھی تھی۔ چنانچہ اس نے اس کو جوان اور حسین سمجھ کر قبول کر لیااور اجرت بڑھیا کے ہاتھ تھمادی جولے کررفوچکر ہوئی اور جب حجاب اٹھایا تونوے سال سے زائد عمر کی عورت برآمد ہوئی جس کے منہ میں دانت ہی نہ تھے چنانچہ اس نے چند لمحے سوچا (کہ کس طرح رقم واپس لوں) پھر کہااے مجسمہ محبت و تولا مجھے کچھ تیل درکار ہے وہ اٹھی اور اس نے فی الفور تیل حاضر کر دیا تو اس نے سر سے دستار وغیرہ اتار کر اچھی طرح سر کو تیل کے ساتھ تر کیا۔ پھر اسے کہا......

نامی علی اسم اللہ حتی نقضی الحاجۃ فنامت فقدم راسہ ‘فقالت ما تصنع ؟ قال قاعدۃ بلادنا ان یاتون النساء برؤسھم۔

اللہ کا نام لے کر لیٹ جا تاکہ اپنا کام شروع کریں چنانچہ وہ لیٹ گئی تو اس نے اپنا سر اندر داخل کرنے کے لئے مقام مخصوص پر رکھا تو وہ چلا اٹھی ارے کم بخت یہ کیا کرتے ہو اس نے کہا ہمارے علاقے کا دستور العمل ہی یہی ہے کہ وہ عورتوں کے اندام مخصوص میں اپنے سر داخل کرتے ہیں اس عورت نے کہا۔ اللہ تعالی تمہارے شہروں کو برباد کرے۔ ھذا شیئی ما یکون فقال انظری کیف یکون۔ یہ کام تو ہو سکتا ہی نہیں اس نے کہا بس دیکھو تو سہی کیسے ہوتا ہے بالکل ہو کر رہے گا۔ چنانچہ وہ مجبور ہو کر اس کے نیچے سے نکلی اور درہم اس کی طرف

پھینکتے ہوتے کہا "ھذا دراھمک خذھا لا بارک اللہ لک فیھا" یہ اپنے درہم لیجا اللہ تیرے لئے ان میں برکت نہ دے لیکن اس نے کہا نہیں یہ نہیں ہو سکتا (قول مرداں جان دارد وعدہ عہد نبھاؤ اور ان کے بدلے میرے سرنیاز کو بارگاہ ناز میں داخلہ کی اجازت مرحمت کرو اور مزاحمت سے باز آؤ)

فلم یقبل حتی ضاعفت لہ الدراہم اضعافا کثیرۃ بالتماس کثیر حتی اخذھا و خرج منھا۔ چنانچہ اس عورت نے منت سماجت کر کے کئی گنا زیادہ دراہم دے کر جان چھڑائی اور وہ مومن ان دراہم مضاعفہ اور کثیر منفعت سے فائز المرام ہو کر اور تیل سے مرغن ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

۴۔ ایک اور مومن کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا جب اس نے متعی عورت کے ستر اور پردہ کو ہٹایا تو بنی اسرائیل کی بوڑھی عورتوں سے بھی عمر میں متجاوز پایا چنانچہ لوٹا اٹھا کر بیت الخلاء کی طرف قضا حاجت کے بہانے گیا اور اپنے آلہ تناسل پر اپنی دستار کو لپیٹ لپیٹ کر اسے ہاون دستہ کی مانند بناڈالا پھر ہائے وائے کرتے ہوئے اس عورت کی طرف واپس آیا اور پردہ ہٹا کر آلہ اس کو دکھایا تو اس نے کہا یہ پٹی کیسی ہے ؟ تو اس نے کہا مجھے زہرباد کی بیماری ہے اور مجھے طبیب نے یہ مشورہ دیا ہے کہ میں بوڑھی عورت کے ساتھ متعہ کروں اور یہ زہر اس کی اندام نہانی میں گراؤں ‘تب شفا پاؤں گا۔ تو وہ یہ صورت حال دیکھ کر سن کر چلا اٹھی اور کہا....

خذ دراھمک لا بارک اللہ لک فیھا۔ فقال ھیھات ھیھات لا اقبل ھذا ابدا حتی زادت علی ما اعطاھا زیادۃ وافرۃ فاخذھا و مضی۔

اپنے دراہم واپس لے ‘اللہ تعالی تیرے لئے ان کو نامبارک کرے ‘تو اس نے

کہا ناممکن 'ناممکن میں قطعاً ان کو واپس نہیں لوں گا حتی کہ اس عورت نے وصول کردہ دراہم پر بہت زیادہ دراہم اپنی طرف سے بھی اس کو دیئے تب وہ انہیں لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ (انوار نعمانیہ ص ۴ 'ص ۱۳۱-۱۳۰)

۵۔ ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت سے عقد متعہ کیا جبکہ وہ ہمارے ساتھ مدرسہ منصوریہ میں قیام پذیر تھا جب عورت نے پردہ ہٹایا اور مجامعت کے لئے گدی کے بل لیٹ گئی تو اس نے اندام مخصوص کو دیکھا کہ وہ غیر مختون ہے تو نشتر لے کر اس عورت کا ختنہ کر دیا تو وہ درد سے چلا اٹھی اور ادھر خون فوارہ کی صورت بہہ نکلا چنانچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے مجھ سے زخمی کرنے کی دیت اور تاوان طلب کیا اور میں نے اس سے ختنہ کرنے کی اجرت طلب کرنی شروع کر دی۔ و غلبتها و اخذت منها القيمة لكن لا من جنس الدراہم والدنانیر۔ (ص ۱۵۲)

اور کہا کہ میں اس پر (حجت و برہان کے ساتھ) غالب آگیا اور ختنہ کرنے کی اجرت اور قیمت وصول کی لیکن نقدی کی صورت میں نہیں (بلکہ جماع اور مباشرت کی صورت میں لیکن خدا ہی جانے وہ کیا وزنی دلائل تھے جن سے مغلوب ہو کر اس مومنہ نے لہولہان ہونے کے باوجود اپنے اس عضو مخصوص کو اس مومن کے حوالے کر دیا اور ہرچہ باداباد پر راضی ہو گئی)

۶۔ پچھلی سطور میں آپ نے مومنہ کی شکست اور ناکامی ملاحظہ فرمائی اب آپ مومنہ کی فراخدلی اور مومن کی شکست اور ناکامی و نامرادی ملاحظہ کریں۔ علامہ جزائری فرماتے ہیں۔

ہمارے صالح بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا۔ جب دروازے بند کئے اور کار خاص کا آغاز کرنے کا عزم صمیم کیا تو کیا دیکھتا

ہے کہ اس متعی عورت کا چہرہ سالخوردہ مشک کی مانند خشک اور جھریوں والا ہے اور اس کے منہ میں دانت بھی نہیں ہیں جن کے ساتھ بات کر سکے ماسوا ان کی بوسیدہ جڑوں کے چنانچہ اجرت کھری کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے اور ناک پر ہاتھ رکھ کر جماع کر ہی ڈالا اور فارغ ہونے پر دروازہ کھول کر بھاگنے کی سوچ رہا تھا تو اس نے کہا۔ لا تفتحه و دعنا اليوم في عيشنا و ان لم ترد من القبل فهذا غيره حاضر۔

دروازہ نہ کھول اور آج کے دن عیش و نشاط میں رکھ اور اگر اگلا حصہ پسند نہیں ہے تو پچھلی طرف بھی ایک قابل استعمال مقام ہے وہ حاضر ہے دامن جھٹک کر نہ جا اور محروم وصال نہ کر۔ فعرفت الموت في الموقعة الاخرى فصحت الى اصحابي هلموا الي و خلصوني من هذا الموت الحاضر فاتوا الي و حلوا الباب واخرجوني منها۔

مگر میں نے دوسری مرتبہ جماع کرنے میں اپنی موت کا یقین کر لیا تھا لہٰذا فوراً اپنے ساتھیوں سے فریاد کی کہ میری مدد کو پہنچئے مجھے اس سر پر منڈلاتی موت سے نجات دلائیے چنانچہ وہ میرے پاس پہنچ گئے اور دروازہ کھول کر مجھے اس کے پاس سے نکال لیا۔

ف۔ شیعہ حضرات کے حسن انتظام کی داد دینی پڑتی ہے کہ ریزرو عملہ بالکل قریب موجود رہتا ہے جونہی متعی مرد اور عورت مدد کو پکاریں فوراً موقعہ پر پہنچ جاتے ہیں اور کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آنے دیتے۔ نیز اس صورت حال کو دیکھ کر سمجھ میں یہ بات آ ہی گئی کہ علما شیعہ نے ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے کیوں عدت مقرر نہیں کی بلکہ مسلسل اور یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ متعہ کرنا جائز اور مباح رکھا ہے کیونکہ ایسی صورت میں تو وہ متعی مردوں کے لئے مردم خوار اژدھا ثابت

ہوتیں بلکہ مرا مشورہ یہ ہے کہ صاحب برہان المتعہ کو صبح سے شام تک ایک کے ساتھ اور شام سے لے کر صبح تک دوسرے کے ساتھ والی قید بھی ختم کردینی لازم ہے۔ دیکھا پورا دن یا پوری رات معین کرنے میں مومنین پر کس قدر موت کا اندیشہ ہو سکتا ہے اور امدادی عملہ کی ضرورت پیش آتی ہے لہذا حکم سرکار اس طرح ہونا چاہیے کہ ایسی مادران ملت کے دروازہ پر ارادتمندوں کی لائن لگی ہونی چاہیے اور تسلسل برقرار رہنا چاہیے تاکہ نہ کسی کی جان پر بنے اور نہ کسی کی تمناؤں کا خون ناحق ہو بلکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا دور دورہ ہو اور لوگ عبد الل کہ بن سبا اور حمدان قرمط کے بچوں کو دعائیں دیتے رہیں۔

عقد متعہ کی صورت میں عدت

علماء شیعہ نے عقد متعہ کے دیگر احکام میں انوکھا پن اور جدت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عدت کے معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس میں بھی ہر ممکن رعایت مہیا کی ہے اور نکاح دوام سے بالکل مختلف احکام جاری کیئے جو اس حقیقت کی دلیل ناطق ہیں کہ قرآن مجید میں جس نکاح اور رشتہ ازدواج کے احکام مذکور ہیں متعہ اس نکاح میں داخل نہیں ہے' ورنہ احکام عدت میں مختلف نہ ہوتا بہر حال پہلے احکام عدت ملاحظہ فرمائیں' مزید تبصرہ بعد میں معروض خدمت ہوگا۔

۱۔ عدت متعہ بروایت ابن عباس یک حیض است ایں متروک العمل است و آنچہ مشہور و اکثر است آنست کہ دو حیض عدت دارد و نزد بعض دو طہر اگرچہ قول مشہور معمول است لیکن آخر احوط است۔

(برہان المتعہ موءلفہ ابوالقاسم النقی الرضوی)

متعہ کی عدت ابن عباس کے قول کے مطابق ایک حیض ہے اس روایت پر عمل متروک ہے اور مشہور اور اکثر روایت یہ ہے کہ اس کی عدت دو حیض ہے اور

بعض کے نزدیک دو طہر ہے اگرچہ معمول بہ قول مشہور ہے لیکن زیادہ احتیاط آخری قول میں ہے۔

۲۔ قال ابو عبد اللہ خمسة و اربعون یوما او حیضة مستقیمة۔ (استبصار جلد ثانی' ص ۸۱)

بقول امام جعفر صادق علیہ السلام عدت متعہ ۴۵ دن یا ایک حیض کامل ہے

۳۔ عن محمد بن مسلم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی المتعة قال لیست من الاربعة لانها لا تطلق ولا ترث وانما هی مستاجرة وعدتها خمسة واربعون لیلة۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا' متعہ والی عورت چار میں سے نہیں ہے کیونکہ نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وارث بنتی ہے وہ صرف اجرت پر لی ہوتی ہے اور اس کی عدت ۴۵ ایام ہیں۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۹)

۴۔ عن زرارہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان کانت تحیض فحیضة وان کانت لا تحیض فشهر ونصف۔

(فروع کافی ج ۲' ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ متعہ والی عورت کو حیض آتا ہے تو پھر عدت ایک حیض ہے اور حیض نہیں آتا تو پھر اس کی عدت ۴۵ دن ہے۔

۵۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الصبیة التی لا تحیض مثلها والتی قد یئست من المحیض لیس علیها عدة وان دخل بها۔ (فروع کافی ج ۲' ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس صغیرہ کے متعلق جسے حیض نہ آتا ہو اور اس کبیرہ کے متعلق جس کو حیض سے مایوسی ہو چکی ہو' مروی ہے کہ اس پر عدت

نہیں خواہ عقد متعہ کے بعد ان کے ساتھ مباشرت و مجامعت بھی کی گئی ہو۔

٦۔ عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیه السلام قال التی لاتحبل مثلها لاعدة علیها۔

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس عمر کی لڑکی کو بوجہ صغیر سنی حمل نہ ٹھہرتا ہو، اس پر عدت نہیں ہے۔ (فروع کافی ج ٢، ص ١٧٨)

٧۔ عن عبد الرحمن بن الحجاج عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال ثلاث یتزوجن علی کل حال التی لم تحض و مثلها لا تحیض و قال قلت ماحدها قال اذا اتی لها اقل من تسع سنین و التی لم یدخل بها و التی قد یئست من المحیض و مثلها لا تحیض قلت و ماحدها؟ قال اذا کان لها خمسون سنة۔ (فروع ج ٢، ص ١٧٨)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تین عورتیں ہر حال میں شادی کر سکتی ہیں

١۔ وہ جس کو حیض نہ آیا ہو اور اس کی ہم عمر لڑکیوں کو بھی حیض نہ آتا ہو، راوی عبد الرحمن نے دریافت کیا۔ اس کی حد عمر کیا ہے تو فرمایا جس پر ابھی نو سال سے کم عرصہ گزرا ہو۔

٢۔ جس کے ساتھ دخول اور مباشرت نہ پائی گئی ہو۔

٣۔ جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو اور اس کی عمر کی عورتوں کو حیض نہ آتا ہو میں نے عرض کیا اس کی عمر کی حد کیا ہے؟ تو فرمایا جب اس کی عمر پچاس سال کی ہو۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے قارئین کرام نے اندازہ کر لیا کہ متعہ اور نکاح دوام میں کتنا بڑا فرق ہے۔

١۔ متعہ کی عدت ایک حیض رکھی گئی ہے حالانکہ یہ لونڈی کا حکم ہے جبکہ اس کو خریدا جائے تو مشتری پر اس کے رحم کی براءت معلوم کرنے کے لئے ایک حیض تک توقف ضروری ہے یا دوران جنگ قیدی بننے کی صورت میں یہ حکم ہے مگر مگر حرہ اور آزاد عورت کے خاوند سے جدائی کی صورت میں ایک حیض پر اکتفا کی کوئی صورت نہیں ملتی۔ اگر متعہ بھی نکاح ہے اور جدائی بمنزلہ طلاق ہے تو پھر تین حیض یا تین ماہ عدت ضروری ہے۔ نیز اگر قرآن مجید میں عقد متعہ کا ذکر تھا تو عدت جیسے اہم معاملے کا ذکر بھی ضروری تھا اور جب الگ حکم مذکور نہیں تو پھر اشتراک و اتحاد تسلیم کرنا ضروری ٹھہرا۔ یہ تفریق کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتی لہذا فتح اللہ کاشانی اور صاحب لمعہ کا یہ دعوی کہ نکاح اور متعہ میں صرف مدت کی تعیین اور عدم تعیین والا فرق ہے باقی معاملات بالکل ایک جیسے ہیں، لغو اور باطل ہے اور سراسر مہمل کلام ہے۔ عدت کے معاملہ میں اور دیگر بیسیوں امور میں فرق ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے اور آئندہ صفحات میں اس کی وضاحت ذکر کی جا رہی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

"عجب در ایں است کہ ہیچ فرق نیست میاں نکاح دوام و متعہ در مستحبات و واجبات و کیفیات از رضاء زوجین و صلاحیت ایقاع عقد درمیان ایشان و ایجاب و قبول و مہر و دیگر شرائط و کیفیت مگر اجل کہ در متعہ ہست و در دوام نیست پس چرا اہل جہالت دوام را مشروع و حلال دانند و متعہ را حرام و نامشروع و ایں نیست مگر محض عناد و انکار و بدعت۔ نعوذ باللہ من ھذہ الطریقة المضلة و العقائد الفاسدة انتھی کلام صاحب اللمعه"۔ (منہج الصادقین ج ٢، ص ٤٩١)

٢۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ صاحبان کے ساتھ ہمارا اختلاف صرف متعہ

ہیں نہیں بلکہ صغیرہ اور آیسہ کے معاملہ نکاح میں بھی سخت اختلاف ہے ہم ان کے لئے از روئے نص قرآن تین ماہ عدت کے قائل ہیں اور تین ماہ کے اندر ان کے ساتھ مباشرت کو دوسرے خاوند پر حرام ٹھہراتے ہیں بطور متعہ بھی اور نکاح دوام بھی گویا اس مذہب کی رو سے بازاری عورتوں کا کاروبار جائز ہو سکتا ہے صرف ایجاب و قبول اور اجرت اور وقت کا یا ایک دو دفعہ جماع کا تعین کرلینا ضروری ہے یا پھر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ بالغ نہ ہو یا پچاس سے اوپر کی ہو۔

بلکہ شیعی عقلی استدلال کی رو سے اگر جوان عورت بچہ دانی نکلوادے اور حیض آنے 'استقرار حمل اور اختلاط نسب کا اندیشہ ختم کردے تو وہ بھی رات دن مسلسل شادیاں رچا سکتی ہے۔ کیا ہے کوئی صاحب عقل سلیم جو قوم کی بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی طرح سمجھنے کے بعد ایسے فتوے اور احکام جاری کرے؟ بلکہ آیسہ اور صغیرہ کے لئے متعدد خاوندوں کے ساتھ بیک وقت نکاح بھی جائز ہو گا کیونکہ بیوی کو خاوند کے ساتھ مختص ٹھہر کی وجہ بھی اختلاط نسب و نسل تھا۔ جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو جس طرح ایک خاوند چار بیویاں نکاح میں لا سکتا ہے 'ایک بیوی بھی چار خاوند کر سکے گی۔ اگر یہ دلیل صحیح ہے تو اس کا لازمی نتیجہ بھی درست اور واجب القبول ہونا چاہیے اور اگر یہ نتیجہ فاسد ہے تو یقیناً وہ دلیل بھی فاسد اور باطل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت اور دشمنی کے لئے یہ کب لازم ہے کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کے ساتھ کھیلا جائے 'اور ان کو بازاری 'عصمت فروش اور شرم و حیا سے بیگانہ عورتوں کی طرح ہوس پرستوں کے حوالے کردیا جائے۔

انوکھا عقد متعہ

اہل تشیع نے محض بوس و کنار 'معانقہ و بغلگیری اور تفخیذ و تبطین کے لئے بھی

متعہ کو جائز رکھا ہے اور اس صورت میں بھی عدت لازم نہیں ہے۔

عمار بن مروان نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک عورت کو عقد متعہ کی دعوت دیتا ہے اور وہ اس کے جواب میں کہتی ہے۔

ازوجک نفسی علی ان تلتمس منی ماشئت من النظر والتماس و تنال منی ما ینال الرجل من اہلہ الا ان لا تدخل فرجک فی فرجی و تتلذذ بما شئت فانی اخاف الفضیحۃ فقال لیس لہ الا ما اشترط۔

(فروع کافی ج ۲ 'ص ۱۹۸)

یعنی میں اپنے آپ کے ساتھ تیرا عقد اس شرط پر کرتی ہوں کہ تو اپنی شرمگاہ میری فرج میں داخل نہیں کرے گا کیونکہ استقرار حمل کی صورت میں مجھے ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس کے علاوہ جو تو چاہے نظربازی 'معانقہ 'بوس و کنار اور جملہ موجبات تلذذ وہ سب تیرے لئے مباح ہوں گے تو آپ نے فرمایا اس کو صرف اتنا قدر ہی حق حاصل ہو گا جتنا قدر اس نے شرائط میں طے کیا ہے۔

اقول۔ اس روایت سے بھی متعہ اور نکاح دوام کا فرق روز روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ نکاح ان شرائط پر نہیں ہو سکتا مگر متعہ ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر غلبہ شہوت میں ان شرائط کو نظرانداز کر جائے تو شیعی شریعت میں یہ نہ زنا ہے اور نہ اس پر حد زنا عائد ہو گی بس زبانی استغفار کرے اور آئندہ شرائط کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔

سماعہ نے امام ابو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا جس نے عورت کو اپنے حرم سرا میں متعہ کے لئے داخل کیا پھر وہ عقد متعہ اور ایجاب و قبول اور تعین مدت و اجرت بھول گیا اور مباشرت شروع کردی تو کیا اس پر

زنا کی حد لگے گی؟ تو آپ نے فرمایا۔

لا ولکن یتمتع بہا بعد النکاح ویستغفر اللہ مما اتی۔

(تہذیب الاحکام ج ۷، ص ۴۸۰) نہیں۔ حد لاگو نہیں ہو سکتی لیکن نکاح کے بعد اس کے ساتھ متعہ کرے اور پہلے جو کیا ہے اس سے استغفار کرے۔

اور ایسی ہی روایت فضل بن یسار سے مروی ہے کہ اس نے امام ابو عبد الل کاہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی حسین و جمیل لونڈی اپنے دوست کو بطور عاریت دیتا ہے اور جماع کے علاوہ دوسرے موجبات تلذذ و قضاء شہوت اس کے لئے حلال ٹھہراتا ہے مگر وہ شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کر لیتا ہے تو آپ نے فرمایا۔ یہ اس کو زیبا نہیں، تو اس نے دریافت کیا۔ ان فعل یکون زانیا؟ قال۔ لا ولکن یکون خائنا۔

کیا وہ اس کی وجہ سے زانی ہو گا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں، زانی نہیں ہو گا لیکن خائن ہو گا۔ (فروع کافی ج ۲، ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲، ص ۷۴)

تحلیل لواطت کی مصلحت

دیکھا آپ نے اس مذہب کے عقد متعہ کو اور زنا کو حلال قرار دینے کی تدریجی کوشش اور سعی کو اور یہیں سے عورتوں کے ساتھ لواطت کو حلال ٹھہرانے کی مصلحت بھی واضح ہو گئی کہ جب عقد متعہ کی اجرت دینی ہی ہے اور محض بوس و کنار اور معانقہ وغیرہ سے تو خواہش نفس پوری ہو نہیں سکتی بلکہ یہ امور تو آتش شوق تیز کرنے اور بھڑکانے کے موجب ہیں اور جماع کی صورت میں ذلت و رسوائی کا بھی امکان ہے (بصورت استقرار حمل) اس لئے لواطت کو جائز قرار دے دیا، تاکہ

شیطان کا منہ بھی کالا ہو جائے اور مفت میں اجرت کا بار گراں بھی برداشت نہ کرنا پڑے۔

متعہ خلاف فطرت ہے۔

علاوہ ازیں یہ حقیقت بھی طشت ازبام ہو گئی کہ متعہ کو حلال ٹھہرانا غیر فطرتی امر ہے ورنہ خجالت اور رسوائی کا کیا اندیشہ؟ اول تو کسی کو یہ پوچھنے کا حق ہی کیا کہ یہ صاحبزادے کیسے متولد ہوئے؟ کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح دوام سے بڑھ کر سہل، کار آمد اور موجب ترقی درجات صورت عقد متعہ کی موجود ہے اور اگر کوئی پوچھ ہی لے تو بڑے فخر سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ متعہ شریف کے فیوض و برکات سے ہیں اور شیعی شریعت میں فرزند متعہ نکاح والے فرزند سے افضل ہے۔
(منہج الصادقین ج ۲، ص ۲۹۵)

ولد متعہ افضل است از ولد زوجہ دائمہ۔ (امام جعفر صادق)

تو گویا ماں بیٹے دونوں کا سر فخر سے بلند ہو گا اس میں خوف فضیحت خلق کا کیا شائبہ؟ مگر حقیقت خود بخود اگلی گئی کہ جس عقد میں نہ گواہ نہ اعلان و تشہیر نہ والدین کا اذن، وہ فطرت سلیمہ کے نزدیک باعث شرم و حیا ہے اور موجب ننگ و عار اور سراسر ذلت و رسوائی۔ الیس منکم رجل رشید۔ کیا ہے کوئی جاگتے نصیب والا اور بیدار بخت جو ضمیر کی اس دھیمی آواز کو غور سے اور کان لگا کر سنے اور اس کی رہنمائی میں اس انتہائی اہم اختلافی مسئلہ کا فیصلہ کرے۔

اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا

شیعی علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے جواب آں غزل کے طور پر بڑے دھوم دھڑلے سے بیان کیا ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جن کے مذہب میں اجرت پر زنا کرنے سے حد شرعی جاری نہیں ہوتی وہ متعہ کو زنا سے تعبیر کر کے شیعوں کو مطعون کر رہے ہیں چنانچہ فتاویٰ قاضیخان ج ۴، ص ۸۲۱ پر ہے۔

لو استاجر امراۃ لیزنی بھا فزنی لا یحد فی قول ابی حنیفۃ

یعنی اگر کوئی شخص اجرت مقرر کر کے زنا کرنے کے لئے کرایہ پر عورت لائے اور اس سے زنا کرے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

(وکذا فی الفتاوی السراجیہ ص ۶۰)

پھر اس پر اپنی طرف سے حاشیہ آرائی یوں فرمائی "تمام کنجروں اور کنجریوں کو امام اعظم کا ممنون ہونا چاہیے کہ جنہوں نے ان کے پیشے کو جائز قرار دے کر ان کے لئے رزق کے دروازے کھول دیئے ہیں شرم، شرم، شرم۔

(تجلیات صداقت ص ۳۰۱)

الجواب و منہ التوفیق للصدق والصواب)

حنفی مسلک پر علامہ موصوف کے اعتراض اور پھبتی کا تحقیقی جواب عرض کرنے سے پہلے قارئین حضرات کو زحمت دوں گا کہ وہ چند سطر پیچھے کی طرف سامعہ کے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل کردہ فرمان اور فضل بن سیار کے نقل کردہ فرمان امام پر نظر ڈالیں جن میں سے پہلی روایت کے مطابق عقد متعہ نہ ہونے کے باوجود مباشرت پر حد زنا کی نفی فرمائی ہے اور دوسری روایت کے مطابق جماع اور مباشرت پر عقد متعہ واقع نہ ہونے کے باوجود جماع کر لینے کو زنا ہی قرار نہیں دیا

اقامت حد کا تو ذکر ہی کیا۔ اپنے مذہب کی مستند ترین کتب حدیث میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے فرمان نقل ہونے کے باوجود امام ابو حنیفہ اور مذہب حنفی پر اعتراض بہت ہی مضحکہ خیز امر ہے۔

۲۔ نیز علامہ صاحب نے حد زنا جاری نہ ہونے کا فتاویٰ دیکھ کر اجرت پر زنا کو جائز قرار دیا اور کنجروں کنجریوں کے لئے نوید مسرت سنادی۔ ہم حیران ہیں کہ جہان میں ایسے علامہ بھی ہو سکتے ہیں جو کسی جرم پر حد قائم نہ ہونے کی صورت میں اس کا جواز سمجھ لیں اگر یہ استنباط اور نتیجہ صحیح ہے تو قرآن مجید کی رو سے بھی زنا حلال ہے کیونکہ تین گواہ ہوں تو زانی مرد اور زانیہ عورت پر حد نہیں لگ سکتی۔

قال اللہ تعالی لو لا جاؤا علیہ اربعۃ شہداء فاذا لم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ہم الکاذبون ۔ لہٰذا قرآن نے ڈھکو صاحب کے استدلال کے مطابق زنا کو حلال کر دیا لہٰذا سب کنجروں اور کنجریوں کو صلائے عام دے دو کہ مژدہ باد تمہارے لئے قرآن مجید نے اور رب قدیر نے رزق کے دروازے کھول دیئے ہیں بیشک زنا کرو لیکن ایسے انداز میں کرو کہ بیک وقت چار آدمی دیکھ نہ سکیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

۳۔ علامہ صاحب سے تو بات نہیں کرتا کیونکہ ان کا ارادہ راہ حق تلاش کرنے کا نہیں۔ بلکہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا عزم صمیم کئے ہوئے ہیں۔ متلاشیان حق و حقیقت سے گزارش کرتا ہوں کہ حد اس معین سزا کو کہا جاتا ہے جس میں تبدیلی اور کمی و بیشی روا نہ ہو اور پایہ ثبوت تک پہنچنے کے بعد کسی کے معاف کرنے سے معاف نہ ہو سکتی ہو۔ اسی لئے قصاص کو حد نہیں کہا جاتا، کیونکہ وارثان مقتول اس کو معاف کر سکتے ہیں اور تعزیری کارروائی کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ اس میں تعیین و تحدید نہیں ہوتی بلکہ امام اور حاکم وقت کی صوابدید پر اس کو

گھٹایا یا بڑھایا جا سکتا ہے اور جہاں حد کی نفی کر دی جائے تو تعزیر کی نفی نہیں ہوتی اور نہ اس فعل کے جرم ہونے کا انکار لازم آتا ہے مثلاً مرد اور عورت ناجائز حالت میں دیکھے گئے۔ گواہوں کا نصاب پورا نہیں یا صرف برہنگی کی حالت میں دیکھے گئے زنا میں مصروف نہیں دیکھے گئے تو گو حد لاگو نہیں ہو گی یعنی شادی شدہ ہونے کی صورت میں سنگساری اور کنوارے ہونے کی صورت میں سو سو کوڑے نہیں لگیں گے۔ لیکن تعزیری کارروائی ضرور کی جائیگی اور اس جرم کو بہرحال جرم ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اس پر جواز کا فتویٰ صادر کر دیا جائے گا۔ ایسی ہی صورت یہاں پر ہے کہ امام صاحب کے قول کے مطابق اس صورت میں حد اور معین عقوبت نہیں اس کو جواز زنا کی سند بنا لینا ڈھکو صاحب جیسے علامہ کا ہی کام ہو سکتا ہے بقائمی ہوش و حواس کوئی عام آدمی بھی ایسا نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا علامہ صاحب نے خود ہی غلط نتیجہ نکال کر حنفیوں کو کہا شرم شرم شرم۔ میں نے حقیقت حال واضح کر دی لیکن علامہ صاحب کو شرم شرم شرم نہیں کہتا کیونکہ ان سے شرم کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

۴۔ عام قاعدہ اور قانون ملاحظہ کر لینے کے بعد یعنی نفی حد جواز فعل کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ اس میں تعزیری کارروائی ثابت ہوتی ہے۔ اب اس قول کی حقیقت اور اس کا صحیح پس منظر ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ڈھکو صاحب کی نقل کردہ عبارت کتاب الحدود کی ہے جس کی ابتدا یوں ہے۔

"الحدود خمسة۔ حد الزنا و حد الشرب و حد السرقة و حد قطع الطريق۔

حدیں پانچ ہیں۔ زنا کی حد، شراب خوری کی حد، قذف کی حد چوری کی حد اور ڈاکہ کی حد۔

اما الزنا و هو ايلاج الذكر في قبل الاجنبية ان تمحض

حراما يجب الحد و ان تمكنت فيه الشبهة لا يجب۔

(فتاوی قاضی خان ج ۴، ص ۸۲)

لیکن زنا عبارت ہے مرد کی اپنی شرمگاہ کو اجنبیہ عورت کے فرج میں داخل کرنے سے اگر وہ حرام خالص ہے تو اس میں حد واجب ہے اور اگر اس میں شبہ پایا گیا ہو تو واجب نہیں ہو گی۔

اس عبارت سے ہر صاحب عقل و دانش یہ سمجھ سکتا ہے کہ شبہ کی وجہ سے کسی پر سے حد اور مقررہ سزا کا ساقط ہو جانا اس کو مباح نہیں ٹھہراتا بلکہ مجرم کی نوعیت جرم بدل گئی اور اسے شک کا فائدہ پہنچا۔ مثلاً جج کسی قاتل کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے اسے پھانسی نہ دے تو کیا اس کا معنی یہ ہو گا کہ اس جج نے قتل کو جائز کر دیا ہے بالکل اسی طرح یہاں پر ہے کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے۔ "الحدود تندری بالشبهات۔ شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔

اسی فتاوی کے ص ۸۲۸ پر تعزیرات کے ضمن میں ذکر فرمایا۔

رجل قبل اجنبية حرة او امة او عانقها او مسها بشهوة يعزر و كذا لو جامعها فيما دون الفرج فانه يعزر و كذا اذا تلوط في قول ابي حنيفة و في قول صاحبيه اذا تلوط حد الزنا۔

اگر ایک شخص اجنبیہ آزاد عورت یا لونڈی کو بوسہ دے یا اس کے ساتھ معانقہ کرے یا اس کو شہوت کے ساتھ مس کرے تو اس کو تعزیر لگائی جائے اور ایسے ہی اگر فرج کے علاوہ مجامعت کرلے یعنی تفخیذ و تبطین کی صورت میں بھی تعزیر لگائی جائے گی، اور اگر لواطت کرے تو امام صاحب کے نزدیک تعزیری کارروائی کی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک حد زنا لگائی جائے گی۔

وجہ اشتباہ...... پچھلی عبارت سے یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حد کی نفی سے احناف کے نزدیک تعزیر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ تعزیر لگائی جاتی ہے۔ اب اس صورت مخصوصہ میں وجہ اشتباہ ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ جب عورت کو اجرت پر لیا تو اسے اجرت پر دینے والے اور لینے والے کے درمیان ایجاب و قبول پایا گیا جو ولی نکاح اور ناکح کے ایجاب و قبول کے مشابہ ہے اور اجرت پائی گئی جو حق مہر کے مشابہ ہے گو نیت نکاح کی نہیں ہے اور اس وجہ سے متعہ کے لئے لی ہوئی عورت کے ساتھ مباشرت پر حد واجب نہیں ہوتی۔ حالانکہ فعل حرام موجود ہے جیسے کہ قاضی خان کے اسی صفحہ اور جلد میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ لہذا فعل زنا متحقق ہو گا مگر اشتباہ کی وجہ سے رجم یا سو کوڑوں کی مقررہ سزا لاگو نہیں ہو گی کیونکہ فعل کا زنا ہونا علیحدہ معاملہ ہے اور حد واجب ہونی علیحدہ معاملہ۔ علامہ ابن عابدین حاشیہ در مختار المعروف بہ رد المحتار میں فرماتے ہیں۔

ان الشرع لم یخص اسم الزنا بما یوجب الحد بل بما هو اعم والموجب للحد بعض انواعه ولو وطی جارية ابنة لا يحد حد الزنا و لا يحد قاذفه بالزناء فدل على ان فعله زنا وان كان لا يحد به۔ (ج ۳، ص ۱۵۴)

بیشک شریعت نے زنا کے لفظ کو موجب حد فعل کے ساتھ مختص نہیں ٹھہرایا بلکہ وہ عام معنی میں ہے اور موجب حد صرف اس کے بعض انواع ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرے تو اس پر (بوجہ شبہ جواز) حد زنا نہیں لگائی جائے گی لیکن اس کو زنا کے ساتھ متہم کرنے والے کو قاذف قرار دے کر قذف (تہمت کی سزا) بھی نہیں لگائی جائے گی۔ تو ثابت ہو گیا کہ اس شخص کا یہ فعل زنا ہے اگرچہ اس کی وجہ سے اس پر حد زنا واجب نہیں ہوتی (کیونکہ

سرورِ عالم ﷺ کا ارشاد "انت و مالک لابیک" یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے موجب شبہ ہے) (در مختار حاشیہ رد محتار ج ۳، ص ۱۶۵)

حنفی مذہب کیا ہے

نیز یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ مذہب حنفی یہ نہیں کہ اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں ہے۔ یہ صرف کتب فقہ میں منقول روایت اور قول ہے اور کتب فتاوی میں صحیح و سقیم، ضعیف و قوی، مختار و مفتی بہ اور غیر مختار و غیر مفتی بہ سبھی اقوال منقول ہوتے ہیں لیکن وہ سب مذہب حنفی نہیں کہلاتے بلکہ مختار اور مفتی بہ اور مذہب یہی ہے کہ ایسے شخص پر حد زنا لاگو ہو گی۔ جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالی کا قول ہے جیسے کہ در مختار میں ہے۔

لا حد بالزنا بالمستاجرة له ای للزنا والحق وجوب الحد كالمستاجرة للخدمة۔ (ج ۳، ص ۱۷۲)

یعنی زنا کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں اور حق یہ ہے کہ اس میں حد واجب ہے جس طرح خدمت کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں حد واجب ہے اور علامہ ابن عابدین نے فرمایا۔

والحق وجوب الحد ای كما هو قولهما و هذا بحث لصاحب الفتح و سكت عليه النهر۔ (جلد ۳، ص ۱۷۲)

یعنی حد واجب ہے جیسے کہ صاحبین کا قول ہے۔

الغرض مذہب مختار اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ حد واجب ہے اور قطع نظر اس

سے اس فعل کے زنا ہونے اور قبیح ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔ لیکن کنجروں اور کنجریوں کے ایسے افعال کو مستحسن قرار دینے والوں کی بصارت اور بصیرت یہاں پر ختم ہو گئی اور کیوں نہ ہوتی سرور دو عالم ﷺ کا فرمان غلط کیونکر ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ حبک الشیی یعمی و یصم۔ تیری کسی چیز سے محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

عقد متعہ کے متعلق دی گئی رعایات اور سہولیات اور بے احتیاطیوں سے عفوو درگذر بلکہ زنا تک کی اجازت کے حوالہ جات ملاحظہ کر لینے کے بعد اب اس فعل کے نہ کرنے کی وعید اور کرنے پر بے حد و حساب اور بے نہایت و بے غایت اجر و ثواب اور درجات کی بلندی وبالاتری ملاحظہ فرمائیں جن کو دیکھ کر شریعت کے سبھی ارکان ہیچ معلوم ہونے لگتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام صرف اور صرف متعہ کا نام ہے اور نبی کریم ﷺ صرف اور صرف اس لئے مبعوث ہوئے کہ اس کی عظمت شان اور امتیازی حیثیت اور مقام کو اہل اسلام پر واضح کریں اور انہیں اس میں مستغرق رہ کر انبیاء و مرسلین اور آئمہ اہل بیت اور نبی الانبیاء ﷺ کے مراتب و مدارج حاصل کرنے بلکہ ان سے بھی سبقت لے جانے کا مژدہ جانفزا اور بشارت روح افزا سنائیں وبس۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

متعہ کا اجر و ثواب اور فضائل و درجات

۱۔ فقیہ میں قرآن ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

لیس منا من لم یومن بکرتنا ولم یستحل متعتنا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہماری دنیا میں دوبار

تشریف لانے کا عقیدہ نہ رکھے اور متعہ کو حلال نہ جانے وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ بحوالہ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۸۸)

۲۔ در ہدایت الامت مرویست ان المومن لا یکمل ایمانه حتی یتمتع۔ مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک متعہ نہ کرے (یعنی محض اعتقاد جواز کافی نہیں بلکہ عمل کرے تب مومن کامل بنے گا)

۳۔ ہدایت الامت میں ہے قال علیه السلام انی لاحب للمومن ان لا یخرج من الدنیا حتی یتمتع ولو مرة۔

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں مومن کے لئے اس امر کو بہت زیادہ پسندیدہ سمجھتا ہوں کہ وہ وفات سے پہلے متعہ کرے اگرچہ ایک مرتبہ (تاکہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے)

فقال علیه السلام انی لاکرہ للرجل المسلم ان یخرج من الدنیا وقد بقیت علیه خلة من خلال رسول الله لم یقضها۔

امام موصوف فرماتے ہیں۔ مومن کے لیے اس امر کو سخت ناپسند سمجھتا ہوں کہ وہ فوت ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و عادات میں سے کوئی خصلت باقی رہ گئی ہو جس پر اس نے عمل نہ کیا ہو اور متعہ (العیاذ باللہ) اخلاق نبویہ سے ہے۔

۵۔ درصافی از فقیہ آوردہ۔

فقلت هل تمتع رسول الله ؟ فقال نعم و قرء هذه الاية و اذا سر النبی الی بعض ازواجه حدیثا الی قوله

تعالیٰ ابکارا۔
صافی نے فقیہ سے نقل کی ہے کہ میں نے امام موصوف سے دریافت کیا کہ آیا خود سید عالم ﷺ نے متعہ کیا؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں کیوں نہیں اور اس آیت کریمہ واذا سر النبی الی بعض ازواجه حدیثا کا مطلب و مفہوم یہی بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ماریہ قبطیہ کے ساتھ متعہ کیا اور حضرت حفصہ کی رضا مندی کے لیے اس کو حرام کردیا(حالانکہ وہ آپ کی ذاتی لونڈی تھیں ان کے ساتھ متعہ کا کیا معنی ؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے زید نے اپنی بیوی کے ساتھ متعہ کیا)

۶۔ کافی و وافی و مسائل میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے۔

قال النبی لما اسری بی الی السماء قال لحقنی جبریل فقال یا محمد ان اللہ تعالی یقول انی قد غفرت للمتمتعین من امتک من النساء۔

نبی عالم ﷺ نے فرمایا جب مجھے اسلام کی طرف معراج کرایا گیا تو جبریل علیہ السلام مجھ سے آملے اور مجھ سے کہا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری امت میں سے متعہ کرنے والی عورتوں کو بخش دیا۔

۷ - قال ابو جعفر علیہ السلام لھو المومن فی ثلاثة اشیاء المتمتع بالنساء و مفاکھة الاخوان و الصلوة باللیل۔

خصال میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن کا لہو صرف تین خصلتوں میں ہے۔

۱۔ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے والا ہو۔
۲۔ برادران اسلام کے ساتھ خوش طبعی کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔
۳۔ شب بیدار اور تہجد گزار ہو۔

۸۔ در وسائل مرویست کہ اسمٰعیل ہاشمی را حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام پرسید از آنروزیکہ خانہ برآمدی کردی آیا متعہ عرض کرد نہ بکثرت مشاغل طریق غنی بودم از متعہ۔

قال علیہ السلام وان کنت مستغنیا فانی احب ان تحی سنة رسول ﷺ۔

وسائل میں مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماعیل ہاشمی سے دریافت کہ تو جب سے گھر سے نکلا ہے متعہ کیا ہے یا نہیں ؟ تو اس نے عرض کیا۔ راہ کی مشغولیتوں کی وجہ سے متعہ کی ضرورت محسوس نہیں ۔ آپ نے فرمایا ضرورت نہ سہی میں اس امر کو محبوب رکھتا ہوں کہ تو سنت رسول ﷺ کو زندہ کرے ۔

۹۔ در وافی فقیہ آوردہ۔

قال علیہ السلام ان اللہ تعالی حرم علی شیعتنا المسکر من کل شراب و عوضھم عن ذالک المتعة۔

یعنی متعہ زنان۔ وافی میں فقیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں پر نشا آور شی حرام فرما دی ہے اور اس کے عوض ان کے لیے متعہ حلال ٹھہرا دیا ہے (گویا نعم البدل موصول ہو گیا جو لذت ہوش و حواس بحال ہوتے ہوئے حاصل ہو لذت تو وہی ہے ۔ بے ہوشی اور مدہوشی والی لذت تو کوئی

لذت نہیں ہوتی)

۱۰۔ وسائل میں مروی کہ حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اسماعیل جعفی سے دریافت کیا کہ آیا تو نے امسال متعہ کیا ہے اس نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا میں نے تجھ سے متعہ حج کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ عورتوں سے متعہ کے متعلق دریافت کیا ہے تو اس نے کہا" بلے باکنیزک بربریہ قال قد قیل یا اسماعیل تمتع بما وجدت و لو سندیة"

(برہان المتعہ ص ۴۸)

ہاں بربری لونڈی کے ساتھ متعہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے اسماعیل متعہ کرو ساتھ ہر عورت کے جو دستیاب ہو اگرچہ سندھی ہی کیوں نہ ہو۔

۱۱۔ وسائل میں ہی مروی ہے کہ حضرت امام ابو عبد اللہ نے محمد بن مسلم سے دریافت کیا کہ آیا تو نے متعہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا نہیں میں نے متعہ نہیں کیا" قال لا تخرج من الدنیا حتی تحی السنة" تو حضرت امام نے فرمایا اس دنیا سے اس وقت تک نہ نکلنا اور رخت سفر نہ باندھنا جب تک متعہ والی سنت کو زندہ نہ کرے۔

(برہان المتعہ ص ۴۸)

اقول۔ گویا شیعی ملت میں باقی تمام سنن اور فرائض ہیچ ہیں اصل الاصول اور سب فرائض و سنن کی روح صرف متعہ کرنا ہے اور حضرت امام کے لئے اس کے متعلق کس قدر دلچسپی ظاہر کی گئی ہے کہ راہروؤں اور مسافروں سے دیگر تکالیف اور دشواریوں وغیرہ کے متعلق بھی دریافت نہیں فرماتے تھے صرف اور صرف متعہ کے متعلق تحقیق و تفتیش فرماتے تھے۔

سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

۱۲۔ کافی، وافی اور وسائل میں مروی ہے کہ ایک قرشی کو اس کی چچا زاد نے یہ پیغام بھیجا کہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ سے بہت معزز لوگوں نے خواستگاری کی ہے مگر میں نے ان کی دعوت ٹھکرا دی ہے اور میں ثروت اور مال و دولت کی وجہ سے شادی سے بے نیاز ہوں۔ لیکن اب میں دل سے متمنی اور آرزو مند ہون کہ تو مجھے عقد متعہ میں لے لے۔ مجھے مال کی لالچ ہے اور نہ مردوں سے رغبت بلکہ محض اللہ تعالی کی کتاب اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو جاری کرنے کے لئے، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ فلاں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا میں اس امر کو پسند کرتی ہوں کہ اللہ تعالی کی اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔ اس قرشی جوان نے کہا"صبر کن من حضرت باقر علیہ السلام را بپرسم فقال علیہ السلام افعل صلی اللہ علیکما من زوج"

(برہان المتعہ ص ۴۹)

صبر کرو میں حضرت امام باقر لعیہ السلام سے پوچھ لوں تو آپ نے فرمایا متعہ کر اللہ تعالی تم دونوں پر اس زوجیت اور جفتی ہونے کی بدولت درود و صلوات بھیجے گا۔

اقول۔ دائمی عقد جو مقاصد تزویج کی تکمیل کا موجب اور شرم و حیا کے تقاضوں کے عین مطابق اور شرفاء کی عزت و حرمت کا محافظ ہے اس میں اللہ تعالی کی طرف سے صلوات کا نزول نہ ہو اور صرف اس عقد میں ہو جو صرف شہوت رانی کے لئے ہو کس قدر محل تعجب ہے اور موجب حیرت؟

۱۳۔ فقیہ، وافی اور وسائل مین مروی ہے کہ صالح بن عقبہ کے باپ

(عقبہ) نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اللمتمتع ثواب قال ان کان یرید بذالک وجه الله و خلافا علی من انکر - لم یکلمها کلمة الا کتب الله له بها حسنة و لم یمد یده الیها الا کتب الله له حسنة فاذا دنا منها غفر الله له بذلک ذنبا فاذا اغتسل غفر الله له بقدر ما مر من الماء علی شعره - قلت بعدد الشعر ؟ قال نعم بعدد الشعر -

(تفسیر منہج ج ۲، ص ۴۸۸ - برہان المتعہ ص ۴۹ - من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۲۹۵)

کیا متعہ کرنے والے کے لئے ثواب ہے تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے اور منکرین کی مخالفت کے لئے تو متعی عورت سے جو کلمہ بولے گا ہر کلمہ پر اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو اس کی بدولت بھی اس کے لئے نیکی لکھی جائے گی اور جب اس سے مقاربت کرے گا تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا اور جب غسل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بالوں میں سے ہر ہر بال پر سے گزرنے والے پانی کی مقدار مغفرت اور بخشش فرمائے گا - (عقبہ کہتا ہے) میں نے کہا کیا تمام بالوں کی گنتی کے مطابق ؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں تمام بالوں کی تعداد کے مطابق اس کو مغفرت اور بخشش حاصل ہو گی -

۱۴ - وسائل میں مروی ہے کہ قال ابو عبد الله علیه السلام ما من رجل تمتع ثم اغتسل الا خلق من کل قطرة تقطر منه سبعین ملکا یستغفرون له الی یوم القیامة و

یلعنون مجتنبیها الی ان یقوم یوم الساعة -

(برہان المتعہ ص ۵۰)

امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو مرد متعہ کرے پھر غسل کرے تو اس کے بدن سے ٹپکنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا کئے جائیں گے جو اس کے لئے قیامت تک مغفرت طلب کریں گے اور متعہ سے گریز اور پرہیز کرنے والوں پر قیام قیامت تک لعنتیں بھیجتے رہیں گے

اقول - اسلام میں ملائکہ کی تخلیق نور سے ثابت ہے - جنبی مرد کے غسل جنابت والے پانی سے جو پیدا ہوں وہ یقیناً نورانی فرشتے نہیں ہو سکتے بلکہ خبیث الفطرت شیاطین ہی ہوں گے اور اگر وہ متعہ جیسی شرعی برائی سے اجتناب کرنے والوں سے بغض نہ رکھیں تو ان کا تقاضائے خمیر ختم ہو کر رہ جائے گا اس لئے یقیناً ان کو پاکباز لوگوں کا دشمن ہونا ہی چاہیئے -

۱۵ - شیخ علی بن عبد العالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اپنی سند کے ساتھ اور تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ کاشانی نے ذکر کیا ہے - قال النبی من تمتع مرة واحدة عتق ثلثه من النار و من تمتع مرتین عتق ثلثاه من النار و من تمتع ثلث مرات عتق کله من النار -

(برہان المتعہ ص ۵۱ - منہج الصادقین ج ۲، ص ۴۹۲)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ بدن کا آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا دو تہائی حصہ بدن دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے تین

مرتبہ متعہ کیا تو اس کو مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا۔
(اقول۔ ہم خرما و ہم ثواب ' مزید مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت ختم)

۱۶۔ شیخ علی بن عبد العالی کے رسالہ متعہ میں اور تفسیر منہج الصادقین میں مروی و منقول ہے۔

قال النبی ﷺ من تمتع مرة درجته کدرجة الحسین و من تمتع مرتین درجته کدرجة الحسن و من تمتع ثلاث مرات درجته کدرجة علی و من تمتع اربع مرات درجته کدرجتی۔

(برہان ص ۵۲۔ تفسیر منہج الصادقین ج ۲، ص ۴۹۳)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسین کے درجہ کی مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسن کے درجہ کے برابر ہے اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ علی مرتضیٰ کے درجہ کے مماثل ہے اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ میرے درجہ اور مرتبہ کے برابر ہے۔(العیاذ باللہ)

تعجب انگیز ......اقول۔۔ متعہ کے دلدادگان نے کتنی جسارت اور بیباکی کے ساتھ اس کی درجہ بندی کی ہے اور ان مقدس ہستیوں کی قدر و منزلت میں کسقدر تفریط و تنقیص اور تحقیر و توہین کا ارتکاب کیا ہے ؟ بالخصوص اس شہید بلا شاہ گلگوں قبا کی قربانی کو کس قدر بے مقدار ٹھہرایا ہے کہ معی مرد صرف ایک جست میں ان کے مرتبہ و مقام پر فائز ہو گیا۔ العیاذ باللہ) گویا شقاوت اور جانبازی و جانفشانی اور اعزا و اقارب کی قربانی اور اسلام کی سربلندی کے لئے محنت و کوشش اور سعی اور جد جہد تو کوئی شئی ہی نہ

ہوئی اصل الاصول تو سب کا صرف اور صرف متعہ ٹھہرا جو وقتی شہوت رانی ہے۔

نیز پچھلی روایت کو ساتھ ملا کر دیکھیں تو ان مقدس ہستیوں کی توہین و تحقیر کی کوئی حد نہیں رہتی۔ ایک طرف ایک مرتبہ متعہ کا درجہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے درجہ کے برابر اور دوسری طرف ایک مرتبہ متعہ کرنے سے تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو تو پھر امام حسین کا حال کیا ہوا۔ نیز دو مرتبہ متعہ کرنے پر ادھر دو تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہوا ادھر امام حسن کا درجہ مل گیا تو امام حسن کا مقام کیا ہوا۔ادھر تین مرتبہ متعہ کرنے پر معی مرد کا بدن مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد ہوا اور ادھر اس کو علی المرتضیٰ والا درجہ بھی مل گیا تو گویا حضرت علی مرتضیٰ اور سرچشمہ ولایت کا صرف یہ مقام ہے کہ بس آتش دوزخ سے رہائی مل گئی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ مقام بھی نصیب نہ ہو سکا۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبیست

نیز تعجب انگیز امر یہ ہے کہ یہ تمام درجات تو صرف چار مرتبہ متعہ کرنے سے حاصل ہو گئے تو جو شیعہ ساری زندگی متعہ ہی کرتا رہے تو اگر اس کا مرتبہ نہ بڑھے تو خلاف عدل و انصاف ہے اور اگر بڑھے تو وہ کس مقام پر فائز ہو گا؟

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

صاف ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام نے اہل اسلام کو اخلاق حسنہ سے عاری کرنے کے لئے اور خواہشات نفس کا گرویدہ بنانے کے لئے ایسے افترات اور بہتانات سے کام لیا اور پاکباز ہستیوں کی طرف ایسے ایسے جھوٹ منسوب کئے

کہ شیطان بھی اس سے شرمائے ہے۔

۱۷۔ شیخ علی بن عبد العالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اور علامہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین مین ذکر کیا ہے۔

قال النبی ﷺ من تمتع مرة امن من سخط الله الجبار و من تمتع مرتین حشر مع الابرار و من تمتع ثلاث مرات زاحمنی فی الجنان۔

(برہان المتعہ ص ۵۱۔ تفسیر منہج الصادقین ج ۲، ۴۹۳)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا تو اللہ جبار کی ناراضگی اور قہر و غضب سے پر امن ہو گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا حشر ابرار اور نکوکار لوگوں کے ساتھ ہو گا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کر لیا وہ میرے ساتھ جنات نعیم میں مزاحمت کرے گا اور مجھ سے سبقت کی کوشش کرے گا۔

اقول۔ شیعہ کے ہاں ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ جائز ہے تو ایسے اشخاص کے درجات مراتب کیا ہونگے۔ کیا شیعی شریعت میں سید الرسل اور امام الانبیاء ایسے دلدادگان متعہ کی گرد راہ کو بھی پہنچ سکیں گے؟

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بو العجبیست

۱۸۔ تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔

من خرج من الدنیا و لم یتمتع جاء یوم القیامة و هو

اجدع۔

(ج ۲ ص ۴۹۳۔ ۴۸۹)

جو دنیا سے نکلا ایسی حالت میں کہ اس نے متعہ نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ناک کٹی ہو گی۔

اقول۔ نکاح دائمی میں عمل ضروری نہیں صرف عقیدہ اباحت اور جواز کا کافی ہے لیکن متعہ صرف جواز کا عقیدہ ہو اس پر عمل نہ کیا ہو تو ناک کٹی ہو گی اس سے صاف ظاہر کہ اس نظریہ کے بانیوں کے مقاصد کیا ہیں؟ اور وہ کونسے لوگ ہیں جو اخلاقیات اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے ہیں؟

۱۹۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

انه یدخلنی من المتعة شئی فقد حلفت ان لا اتزوج متعة ابدا فقال له عبد الله علیه السلام انک اذا لم تطع الله عصیته۔

مجھے متعہ کرنے سے وسوسہ دل میں داخل ہوتا ہے لہذا میں نے حلف اٹھا لی ہے کہ میں متعہ کی شادی کبھی نہیں کروں گا تو امام ابو عبد اللہ نے اس سے فرمایا اگر تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرے گا تو عاصی اور نافرمانبردار ٹھہرے گا

(من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳)

اور تفسیر منہج الصادقین میں اس جواب کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے کہ

۲۰۔ ایک شخص نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے قسم کھا

لی ہے کہ متعہ نہیں کروں گا اور اب میں سخت پشیمان ہوں تو آپ نے فرمایا۔

یا ھذا انک حلفت ان لا تطیع اللہ و اللہ ان لم تطعہ تبغضہ

(ج ۲ ص ۴۸۸)

اے پست ذہنیت والے تو نے یہ قسم کھالی ہے کہ اللہ تعالی کی اطاعت نہیں کرے گا بخدا اگر تو اس نے کی اطاعت نہ کی تو تو اس سے بغض رکھنے والا ہو گا۔

اقول۔ اگر دائمی نکاح عملی طور پر کر لے تب بھی وہ ناک کٹنے اور عاصی و نافرمانبردار بننے اور اللہ تعالی کے ساتھ بغض رکھنے والا ہو گا جرم سے نہیں بچ سکتا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقاصد اس مسئلہ کی اشاعت اور اس پر زور دینے کے کیا ہیں ؟

۴۱۔ تفسیر منہج الصادقین میں سلمان فارسی ' مقداد بن اسود کندی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے طویل روایت نقل کی ہے جس کے ضروری حصے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ رسول معظم ﷺ نے فرمایا.....

برادرم جبرئیل تحفہ از نزد پروردگار بمن آورد و آں تمتع زناں مومنہ است و بیش از من ایں تحفہ را بہیچ پیغمبرے ارزانی نداشت و من شما را باں امر می کنم (تا) و بدانید کہ متعہ امریست کہ حق تعالی مرا باں مخصوص ساختہ بجہت شرف من بر غیر من از انبیاء سابق۔ ہر کہ یک بار در مدت عمر خود متعہ کند از اہل بہشت باشد۔ و ہر گاہ متمتع و متمتعہ باہم بنشینند فرشتہ بر ایشاں نازل گردد و حراست ایشاں کند تا آنکہ ازاں مجلس برخیزند و اگر باہم سخن کنند ایشاں ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر را بدست گیرند ہر گناہے کہ کردہ

باشند از انگشتان ایشان ساقط گردد و چوں یکدیگر را بوسہ دہند حق تعالی بہر بوسہ حجے و عمرہ برائے ایشاں بنویسند و چوں خلوت کنند بہر لذتے و شہوتے حسنہ برائے ایشاں بنویسند مانند کوھہائے برافراشتہ۔

بعد ازاں فرمود جبرئیل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالی میفرماید کہ چوں متمتع و متمتعہ برخیزند و بغسل کردن مشغول شوند در حالتیکہ عالم باشد بانکہ من پروردگار ایشانم و ایں متعہ سنت من است بر پیغمبر من و من باملائکہ خود گویم اے فرشتگان من نظر کنید بایں دو بندہ من کہ برخواستہ اند و بغسل کردن و میدانند کہ من پروردگار ایشانم گواہ شوید بر آنکہ من آمرزیدم ایشانرا و آب بر ہیچ موئے ایشاں نگذرد مگر کہ مقتضائے بہر ایشاں دہ حسنہ برائے ایشاں بنویسد و دہ سیئہ محو کند و دہ درجہ رفع نماید۔

پس برخواست امیرالمومنین علیہ السلام و گفت..." انا مصدقک "من تصدیق کنندہ ام شما را یا رسول اللہ۔ چیست جزائے کسیکہ دریں باب سعی کند ؟ فرمود لہ اجرہما مراو را باشد اجر متمتع و متمتعہ۔ گفت یا رسول اللہ اجر ایشاں چہ چیز است فرمود چوں بغسل مشغول شوند بہر قطرہ آب کہ از بدن ایشاں ساقط شود حق تعالی فرشتہ بیافرینند کہ تسبیح و تقدیس او سبحانہ کند و ثواب آں از برائے غاسل ذخیرہ باشد تا روز قیامت۔

اے علی ہر کہ ایں سنت را سہل فرا گیرد و احیاء آں نکند از شیعہ من نباشد و من ازو بری باشم۔ (ج ۳ ص ۴۹۴)

میرے بھائی جبرئیل اللہ تعالی کی طرف سے میرے پاس ایک تحفہ لائے اور وہ ہے مومن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو یہ تحفہ عطا نہیں کیا اور میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں (تا) اور جان لو کہ متعہ ایسا

امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا ہے بوجہ میرے انبیاء سابقین پر افضل ہونے کے ۔ جو ایک مرتبہ متعہ کرے گا وہ اہل بہشت میں سے ہو گا ۔ اور جب متعہ کرنے والا مرد اور ممتعی عورت باہم مل بیٹھتے ہیں تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا ہے جب تک کہ وہ اس مجلس سے اٹھ نہ جائیں ۔ اور اگر باہم گفتگو کریں تو ان کی گفتگو ذکر اور تسبیح کی مانند ہوتی ہے ۔ اور جب وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں تو انہوں نے جو گناہ بھی کیا ہو وہ ان کی انگلیوں سے نیچے گر جاتا ہے اور جب ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر بوسہ کے بدلے ان کے لئے حج اور عمرے کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جب مباشرت کرتے ہیں تو ہر لذت اور شہوت کے بدلے ان کے لئے ایک ایک نیکی جو بلند ترین پہاڑوں کی مانند ہوتی ہے تحریر فرماتا ہے ۔

بعد ازاں فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا ہے یا رسول حق تعالیٰ فرماتا ہے جب متمتع مرد اور متمتعہ عورت فارغ ہو کر اٹھتے ہیں اور غسل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں جبکہ ان کا عقیدہ یہ ہو کہ میں ان کا پروردگار ہوں اور یہ متعہ میری طرف سے پیغمبر علیہ السلام کے حق میں مسنون ٹھہرایا ہوا ہے تو میں اپنے فرشتوں سے کہتا ہوں کہ دیکھو یہ مومن اور مومنہ ابھی ابھی اس فعل خاص سے فارغ ہوئے اور غسل طہارت میں مشغول ہو رہے ہیں اور مجھے اپنا رب سمجھتے ہیں ۔ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے انہیں بخشش دیا ہے اور جب پانی ان کے بالوں سے گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر بال کے بدلے دس دس نیکیاں لکھنے کا حکم دیتے ہین ' دس دس گناہ معاف کرتا ہے اور دس دس درجے بلند کرتا ہے ۔ یہ سنتے ہی حضرت علی المرتضیٰ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ! میں

آپ کی تصدیق کرتا ہوں جو اس مسئلہ اور معاملہ کی ترویج و اشاعت کرے ' اس کو کتنا ثواب ملے گا ؟

فرمایا ان دونوں کو فردا فردا جتنا ثواب ملے گا اس اکیلے کو اتنا ثواب مل جائے گا ۔ عرض کیا ان کا اجر و ثواب کتنا ہوتا ہے ؟ فرمایا جب وہ غسل کرتے ہیں تو وہ قطرہ قطرہ پانی جو ان کے بدن سے گزرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثناء کرتا ہے اس کا ثواب متعہ کرنے والے مرد اور عورت کے لئے ذخیرہ کیا جاتا رہے گا ۔ اے علی !جو اس سنت معمولی سمجھے گا اور اس کو زندہ پائندہ نہیں رکھے گا وہ میرے شیعوں سے نہیں ہو گا اور میں اس سے بری ہوں گا ۔ (کون سا شیعہ مومن اور مومنہ ہوں گے ۔ جو اس قدر خسارے اور گھاٹے کو قبول کریں گے اور متعہ کو ترک کریں گے یہی مقناطیسی کشش ہے جو نوجوان نسل کو اس مذہب کی طرف مائل اور راغب کرتی ہے)سیالوی غفرلہ

۲۲.نیز درروایت آمدہ رسول خدائے ﷺ فرمود ای مرداں ہیچ میدانند کہ متعہ راچہ فضیلت و ثوابست ؟ گفتند نے یا رسول اللہ فرمود جبرئیل اکنوں بر من نازل شد و گفت اے محمد حق ترا سلام می رساند و بتحیت و اکرام مینوازد و می فرماید کہ امت خود را بمعہ کردن امر کن کہ آں از سنن صالحان است ہر کہ روز قیامت بمن رسد و متعہ نکردہ باشد حسنات او بقدر ثواب متعہ ناقص باشد اے محمد درہمی کہ مومن صرف متعہ کند نزد خدائے افضل از ہزار درہم است کہ در غیر آں انفاق نماید ۔ اے محمد ﷺ دربہشت جمعی از حورالعین ہستند کہ حق تعالیٰ ایشاں را از برائے اہل متعہ آفریدہ اے محمد چوں مومنی مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود بر نخیزد تا کہ حق تعالیٰ او را بیامرزد و

مومنہ را نیز مغفور سازد و منادی از آسمان ندا کند کہ اے بندہ خدا حق تعالیٰ می فرماید کہ اے بندہ من متعہ کردہ بامید ثواب من ہر آئینہ امروز ترا مسرور سازم بتکفیر سیئات تو و مضاعفہ حسنات تو۔

خلاصہ مقصود یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ! اے لوگو کیا تمہیں معلوم ہے کہ متعہ کا ثواب اور اس کی فضیلت کیا ہے ؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں تو معلوم نہیں - فرمایا ابھی ابھی جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا ہے کہ اپنی امت کو متعہ کا حکم دو کیونکہ وہ صالحین کی سنت اور طریقہ ہے جو شخص قیامت کے دن میری بارگاہ میں حاضر ہو اور اس نے متعہ نہیں کیا ہو گا تو متعہ کے ثواب کی مقدار اس کی نیکیاں کم ہو گی اور عظیم خسارہ اور نقصان اس کو لاحق ہو گا۔ اے محمد ﷺ وہ درہم جسے مومن مرد متعہ کرنے پر خرچ کرتا ہے وہ اس ہزار درہم سے بہتر ہے جو متعہ کے علاوہ دیگر امور پر خرچ کئے جائیں - (خواہ حج اور جہاد یا نکاح دائم ہو) اے محمد ﷺ بہشت میں حور عین کی ایک جماعت ہے جس کو میں نے صرف متعہ کرنے والوں کے لئے پیدا کیا ہے (مگر متعہ کرنے والیوں کو کیا ملے گا ؟ کاش انہیں بھی معلوم ہوتا)

اے محمد ﷺ جب مومن مرد کسی مومنہ عورت کے ساتھ متعہ کا عقد کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتے کہ دونوں کی بخشش و مغفرت کا فرمان جاری کر دیا جاتا ہے اور آسمان سے فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے ! اے بندہ خدا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے ثواب کی امید پر متعہ کیا میں لازماً آج تجھے تیرے گناہ معاف کرکے اور نیکیاں کئی گنا بڑھا کر خوش و خرم کروں گا۔

متعہ کا منکر کافر ہے اور متعہ کے ذریعے پیدا ہونے والا فرزند نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے فرزند سے افضل ہے۔

۲۳- و از حضرت صادق علیہ السلام مروی است کہ متعہ از دین ماست و دین آباء ما است ہر کہ باں عمل کند عمل بدین ما کردہ و ہر کہ انکار آں کند انکار دین ما کردہ و بغیر دین ما اعتقاد نمودہ - بدرستیکہ متعہ ونو است در سلف و امانست از شرک و ولد متعہ افضل است از ولد زوج دائمہ و منکر آن کافر و مرتد است و مقرباں مومن موحد تا آنکہ اگر زن مومنہ متمتعہ بدینارے استمتاع کند پس آنرا بزوج خود بخشد حق تعالیٰ او را دو اجر بنویسد اجر صدقہ و اجر متعہ -

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ متعہ ہمارے دین اور ہمارے آباء کے دین کا رکن اعظم ہے - جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہی صحیح معنوں میں ہمارے دین پر عمل کیا اور جس نے اس کا انکار کیا اور ہمارے دین کے برعکس عقیدہ رکھا اور متعہ آدمی کو اسلاف کے ساتھ لاحق کرنے کا موجب ہے اور کفر و شرک سے امان کا ضامن - اور متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ دائمی نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے سے بہت زیادہ فضیلت و بزرگی والا ہے اور اس کا منکر کافر و مرتد ہے اور اس کا ماننے والا ہی مومن و موحد ہے حتی کہ اگر مومنہ عورت ایک دینار اجرت پر متعہ کرے اور پھر اس (فصلی) خاوند کو بخشش دے تو اللہ تعالیٰ اس کو دو اجر عطا فرمائے گا ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا متعہ کا۔

اجرت متعہ بخش دینے والی کا اجر عظیم

۲۴- از حضرت رسالت مروی است ہر زنے کہ صداق خود را بزوج بخشد خواہ در عقد متعہ یا دائمی حق تعالیٰ بہر درہے چہل ہزار شہر از نور در

بہشت باو بخشد و بہر درہمے ہفتاد ہزار حاجت دنیا و آخرت او را روا گرداند و بہر درہمے نورے در قبر او داخل سازد و بہر درہمے ہفتاد ہزار حلہ بہشت در او پوشاند و بہر درہمے فرشتہ را بعث کند کہ از برائے او حسنات بنویسند تا روز قیامت ۔

(تفسیر منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۵ ۔ و رسالہ شیخ علی ابن عبد العالی)

رسول معظم ﷺ سے مروی ہے کہ جو عورت اپنا حق مہر خاوند کو بخش دیتی ہے خواہ عقد متعہ میں خواہ عقد دائم میں ۔ اللہ تعالی ہر درہم کے بدلے چالیس ہزار شہر نور کے بہشت میں اس کو عطا فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے دنیاوی اور اخروی ہزار حاجات پوری فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے اس کی قبر میں نور داخل کرے گا اور ایک ایک درہم کے بدلے ستر ستر ہزار پوشاک بہشتی اس کو زیب کرائے گا اور ایک ایک درہم کے بدلے ہزار ہزار فرشتے مبعوث فرمائے گا جو قیامت تک اس کے لئے نیکیاں ہی نیکیاں لکھتے رہیں گے ۔

نوٹ...... اختصار مانع ہے ورنہ ابھی فضائل متعہ کے بحر ناپیدا کنار میں بڑے بڑے قیمتی جواہر باقی ہیں ۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں صرف متعہ ہی رکن اعظم ہے اور آپ اس لئے مبعوث ہوئے تھے کہ امت کو اس خواہش نفسانی کی اس انداز میں ترغیب دیں کہ دیگر ارکان اسلام کی ادائیگی کے متعلق اس کا عشر عشیر بھی شیعہ کتب میں ڈھونڈنے سے نہ ملے ۔ نہ نماز و روزہ پر ایسے اجر و ثواب کا کہیں تذکرہ نہ زکوۃ اور حج میں خرچ کیے جانے والے ہزاروں دنانیر و دراہم پر اس اجر و ثواب کا ایک فیصد بھی کہیں اشارہ ہو

جو متعہ کے درہم میں ذکر کیا گیا ہے ساری زندگی میں مجاہدہ و ریاضت کرنے والے صائم النہار اور قائم اللیل صوفیا اور مال و جان کی راہ خدا میں بازی لگانے والے شہداء تو ان آئمہ کے درجہ کو نہ پا سکیں بلکہ تمام انبیاء و رسل بھی اس کے مراتب و درجات میں برابری نہ کر سکیں مگر متعہ ہے کہ ایک ہی جست میں اتنے غیر محدود مراتب طے کرا دیتا ہے کہ امام حسین کے درجہ پر جا بٹھاتا ہے اور دو دفعہ کرنے پر حسنی درجات طے، تین مرتبہ کرنے پر مرتضوی مقام پر رسائی اور چوتھی مرتبہ کرنے پر سید الانبیاء ﷺ کے مقام پر پہنچا دیتا ہے ۔

افسوس مراتب خلق ہی ختم ہو گئے ورنہ جس کو چسکا پڑ جائے وہ چار دفعہ پر اکتفا کیوں کرے گا، جبکہ ہزار عورت سے کرنے کی رخصت ہے تو شیعہ علماء کو اس غریب کی محنت و مشقت پر ترس نہ آیا کہ ہزار مومنہ کو مشرف بہ متعہ کرے مگر درجہ وہیں کا وہیں رہے ۔ شاید مجتہدین شیعہ کے نزدیک درجات تو اوپر بھی ہوں لیکن از روئے تقیہ چھپا لئے ہوں اور خلق خدا کے خوف سے بیان نہ کئے ہوں اور سینہ بہ سینہ ان درجات کا عرفان ہوتا ہو ۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی شخص تعصب اور حمیت جاہلیہ سے بالاتر ہو کر ان روایات پر نگاہ ڈالے تو وہ فورا پکار اٹھے گا سبحانک ھذا بہتان عظیم رسول معظم ﷺ اور آئمہ طاہرین اور مقدسین پر ان روایات نبویہ اور روح اسلام کے سراسر منافی عمل کو ایک گھناونی سازش کے تحت اسلام کا سب ارکان سے بالاتر رکن ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام اور آئمہ کرام کے درجات ایسے افعال سے حاصل کرنے کا تصور ہی کون سا مسلمان کر سکتا ہے ۔

شیعی تاویلات

شیعی مجتہد العصر محمد حسین ڈھکو صاحب نے (تجلیات صداقت ص ۲۹۸) پران روایات پر وارد اعتراضات کا تحقیقی جواب دیتے فرمایا کہ قرآن میں وارد ہے من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین والشہداء و الصالحین و حسن اولئک رفیقا۔

جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ (جنت میں) ان مقبول بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑے بڑے انعام کئے ہیں یعنی نبی' صدیق' شہداء اور نیک بندے اور یہ لوگ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

جب اس آیت کی روشنی میں خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والا جنت میں نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ان کی رفاقت کر سکتا ہے تو پھر وہ متعہ جس کو خدا اور رسول نے حلال اور جائز قرار دیا تھا بعض حکام وقت نے مداخلت فی الدین کرتے ہوئے اسے ممنوع قرار دیا تو اگر کوئی شخص اس مردہ حکم شریعت کو زندہ کرنے کی غرض سے اس پر عمل کرے اور جنت میں اسے سرکار محمد و آل محمد کی رفاقت نصیب ہو جائے تو اس میں کیا اعتراض ہے ؟ حدیث میں یہ تو نہیں کہ ایسا کرنے والا معاذ اللہ خود امام حسین و حسن بن جاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے درجہ میں ہو گا اور ظاہر ہے کہ رفاقت جب ہی ہو سکتی ہے کہ درجہ ایک ہو جو قرآن سے ثابت ہے۔ اس مردہ حکم کرنے کے لئے علماء اسلام یعنی آئمہ دین نے یہ ثواب بیان کرکے ترغیب دلائی ہے (تجلیات صداقت ص ۲۹۸)

الجواب و باللہ الا عتصام و منہ الہام الصواب۔

علامہ موصوف کا یہ تحقیقی جواب ہے' تو غیر کا اندازہ بھی اسی سے فرمالیں کہ اس میں حق و صواب اور صدق و سداد نام کی کوئی شے ہو سکتی ہے۔

قیام زگلستان من بہارا مرا

اس جواب میں چند امور غور طلب ہیں

۱۔ کیا وہ متعہ مردہ حکم شریعت تھا؟

۲۔ کیا ہر حکم شرعی 'جو متروک ہو اس پر عمل سے اسقدر درجات بلند ہوتے ہیں ؟

۳۔ کیا آیت کریمہ میں درجات میں برابری مراد ہے ؟

۴۔ کیا رفاقت جبھی ہو سکتی ہے جب درجات میں برابری پائی جائے ؟

امر اول۔ کے متعلق ہر صاحب عقل و ہوش سمجھ سکتا ہے کہ شیعی علماء کے نزدیک سید عالم ﷺ کے دور میں بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی متعہ متروک نہیں تھا صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمایا تو لامحالہ اسکی موت جب وصال نبوی کے بعد پائی گئی تو سرور عالم ﷺ کی زبانی اس کے یہ فضائل اور درجات کیسے ثابت ہو گئے تو لازمی بات یہ ہوئی کہ یہ روایات بعد میں تیار کی گئی ہیں اور از روئے افتراء ان کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

(ب) نیز جنھوں نے ابتدائی دور میں متعہ کیا ان کے لئے یہ فضائل نہیں ہوں گے کیونکہ یہ سنت مری نہیں تھی ۔ صرف بعد والے دور میں متعہ کرنے پر یہ فضائل ہوں گے اور اگلے لوگ انہیں حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور اس بات کے جان و دل سے آرزومند ہوں گے کہ کاش ہم بھی بعد میں ہوتے اور متعہ کرتے اور ان مدارج پر فائز ہوتے۔ لا حول

ولا قوۃ الا باللہ

(ج) علاوہ ازیں متعہ اپنے موجدین کے خیال میں ہی شرفا کے لیے باعث ننگ و عار اور ممنوع کنواری عورتوں کے لئے حرام یا مکروہ تحریمی، مومنات کے لئے موجب ذلت اور شادی شدہ لوگوں کے لیے ممنوع تھا جیسے کہ روایات عرض کی جاچکی ہیں۔ خود علامہ ڈھکو صاحب کو تسلیم ہے کہ اس کی غرض تشریع اور علت جواز یہ تھی کہ "جب بوجہ سفر وغیرہ جنسی گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس جائز طریقہ پر تسکین حاصل کر کے گناہ سے بچ جائے" (ص ۳۰۱) تو ایک ضرورت اور مجبوری کے تحت جواز پانے والا امر ٹھہرا جس طرح جان کا خطرہ لاحق ہو تو خنزیر اور مردار کھا کر جان بچانا حلال ٹھہرا دیا گیا تو عقل سلیم کے نزدیک اس کے یہ درجات و مراتب ہو سکتے ہے؟ اور اس کو اسلام کا ایک رکن بلند و بالا مرتبت رکن ٹھہرایا جاسکتا ہے اسی طرح یہ بھی نہ سنت نہ رکن اسلام بلکہ شرافت و سیادت کے منافی اور سراسر عیب وننگ و عار فعل ہے اس کے لئے ایسی روایات گھڑنا اسلام کے خلاف سازش ہے لہٰذا ڈھکو صاحب کا یہ جواب سراسر دھوکا اور فریب کاری پر مبنی ہے۔

(د) نیز اگر مقصد تشریع اور جواز یہ تھا تو پھر ہزار ہزار کے ساتھ جائز کیوں رکھا اور حضر میں بیویوں کو اس کا حکم دیا گیا لہٰذا مقصد تشریع میں بھی ڈنڈی ماری گئی تاہم ثواب و درجات کی توجیہ کا لغو ہونا ثابت ہو گیا۔

امر ثانی — شیعہ صاحبان نے صرف متعہ کے متعلق اس قدر زور لگایا اور اس کے فضائل و درجات گھڑے ہے حالانکہ ان کی شریعت کی رو سے بہتیرے جائز امور کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔

۱۔ عورتوں کے ساتھ لواطت جائز مگر دیگر تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک

حرام ہے۔

تو کیا علماء شیعہ نے اس فعل کے متعلق بھی اس قدر ثواب اور درجات کا کہیں مژدہ سنایا ہے؟

۲۔ شیعہ کے نزدیک عاریہ الفرج یعنی لونڈی کسی سے مانگ کر اس کے ساتھ بغیر نکاح قضاء شہوت کر کے مالک کو واپس کر دینا جائز ہے لیکن دوسرے اسلامی فرقے اس کو حرام قرار دیتے ہیں تو اس پر اجر و ثواب کی خوشخبری کیوں نہیں دی گئی؟

۳۔ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا شیعہ مذہب میں لازمی سنت ہے اور دیگر مذاہب میں ہاتھ باندھنا مسنون ہے مگر ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں ایسی روایات جو درجات و مراتب کی ترقی کی ضامن ہوں مذکور نہیں ہیں۔

۴۔ شیعہ مذہب میں وضو کرتے وقت پاؤں دھونا ممنوع ہے بلکہ مسح بھی جدید پانی کے ساتھ ہاتھ تر کر کے کرنا ممنوع ہے بلکہ صرف سر والے مسح کی بقایا تری کے ساتھ کرنا چاہئے یا بدن کے کسی دوسرے حصہ سے تری حاصل کر کے مسح کرنا ضروری ہے لیکن اس عظیم فریضہ کی طرف ترغیب کے لئے ایسی خوش کن اور موجب ترغیب روایات کہیں ذکر نہیں کی گئیں۔ و غیر ذلک۔

تو صاف ظاہر ہے کہ شریعت کے مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ امت مصطفیٰ ﷺ میں عیاش اور آوارگی پھیلانے اور انہیں برائیوں میں مبتلا کرنے کے لئے شاطر یہودیوں اور چالاک مجوسیوں نے یہ چال چلی ہے اور دائمی نکاح جو روح اسلام اور حکمت خداوندی کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اس میں یہ فضائل ثابت نہ کئے صرف متعہ جو شہوت رانی کا

وقتی اور عارضی ذریعہ ہے اس کے لئے اس قدر فضائل تراش لئے ۔

امر ثالث ـــ آیت کریمہ من یطع اللہ و الرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم ...الآیہ میں درجات و مراتب کے لحاظ سے برابری سمجھ لینا بھی لغو اور باطل ہے ۔

(الف) اگر سارے مطیع اور متبع ان مقدس ہستیوں کے ساتھ درجات اور مراتب میں برابر ہو گئے تو نبی اور غیر نبی کا فرق ہی ختم ہو کر رہ جائے گا اور اس طرح دیگر حضرات میں بھی تابع اور متبوع کا درجہ ایک ہونے پر یہ فرق ہی ختم ہو جائے گا۔

(ب) جب متبوعین میں چار گروہ شامل ہیں اور ان کے درجات مختلف ہیں تو ان کی معیت جس کو نصیب ہو گی وہ چاروں فریق کے درجہ میں کیونکر ہو سکے گا؟ اور اس حقیقت کے اعتراف میں کسی مسلمان کو ذرہ بھر تردد نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں فریق کا ذکر تفاوت مراتب بیان کرنے کے لئے ہے اور صدیقین کا درجہ انبیاء علیہم السلام سے کمتر اور شہداء و صالحین سے بڑھ کر ہو گا اور شہداء کا صدیقین سے کمتر اور عام صالحین سے برتر ہو گا تو ایک شخص ان مختلف درجات و مراتب میں بیک وقت کیسے ہو گا؟ یا پھر درجات جنت میں تفاوت کا انکار کرنا پڑے گا جو کہ بالکل باطل ہے ۔

(ج) اللہ تبارک و تعالیٰ نے فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں ، جہاد کرنے والوں اور مالی قربانیاں دینے والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ ان صحابہ کرام کے ساتھ درجات و مراتب میں برابر نہیں ہو سکتے جو فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے اور راہ خداوند تعالیٰ میں جہاد کیا۔ بایں ہمہ کہ فرائض و واجبات اور جہاد نفسانی و مالی میں بعد والے پہلوں کے ساتھ شریک ہیں مگر اللہ تعالیٰ

نے درجات و مراتب میں برابری کی بالکل نفی کر دی ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلا وعد اللہ الحسنیٰ ۔ بلکہ فرمایا کہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے اور جہاد کرنے والوں کے درجات پچھلوں کی نسبت بہت عظیم اور بلند ترین ہیں ۔

اگر اتنی بڑی عظیم قربانیاں متاخرین صحابہ کو متقدمین کے درجات میں شریک نہیں کر سکتیں تو صرف متعہ کی بدولت اس قدر بلندی درجات کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔

(د) پھر یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد اور صحابی رسول ہونے کے علاوہ تن من دھن بلکہ اولاد اور عزیز و اقارب کی قربانی دے کر اسلام کی کشتی کو کنارے پر لگانے والے ہیں ۔

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است

پس بنائے لا الہ گردیدہ است

تو کیا صرف ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اتنی اونچی چھلانگ لگا سکتا ہے کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، اہل بیت میں سے تیسرے امام ، شہید راہ وفا اور دین اسلام کو اپنے عزیز و اقارب کے خون سے پروان چڑھانے والے کے برابر ہو جائے پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہیں امتیازات کے ساتھ مختص اور حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ و مقام دوسرے سب آئمہ سے بلند ترین اور پھر شیعی شریعت میں صرف یہ تین امام نہیں بلکہ سبھی امام تمام انبیاء و رسل حتی کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام سے بھی افضل ہیں ۔ جن مقدس انبیاء و رسل نے توحید خداوند تعالیٰ اور

احکام الہیہ کی خاطر عظیم قربانیاں دیں اور کفر و شرک کی ہلاکتوں سے بچا کر خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں لے آئے ان سے آئمہ افضل مگر آئمہ کے ساتھ مراتب میں مساوی اور شریک ہوتا ہے تو متعہ کرنے والا اور وہ بھی صرف ایک دو تین مرتبہ کرنے پر اور چوتھی دفعہ تو اس کو مہمان لامکان اور عرش نشیں نبی کے ساتھ درجہ میں مشارکت اور برابری مل گئی۔ آخر اتنی اندھیر نگری بھی کہیں ہو سکتی ہے؟ ہر نص قرآنی بتلا رہی ہے کہ متاخرین اصحاب رسول تمام تر مجاہدات اور قتال فی سبیل اللہ اور مالی قربانیوں کے باوجود متقدمین اور سابقین کے ساتھ درجات میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ سابقین کے درجات لاحقین کی نسبت عظیم تر ہیں۔ " اولئک اعظم درجة " تو اس قسم کی صریح آیات کے ہوتے ہوئے اس شیعی توجیہ و تاویل کی لغویت بیہودگی اور اس کے فساد و بطلان میں کسی مسلمان کو شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(ہ) پھر یہ الفاظ کہہ کر ڈھکو صاحب نے کس قدر عقل و خرد اور دانش و بینش سے تہی دامنی اور افلاس کا مظاہرہ کیا ہے کہ متعہ کرنے والے کے درجہ کو حسین و حسن کا درجہ قرار دیا گیا ہے اور اسے حسین و حسن تو نہیں کہا گیا۔ اسے کون سمجھائے کہ امتیاز تو ہوتا ہی درجات سے ہے۔ وصف نبی میں شریک ہونے کے باوجود انبیاء کے درجات برابر نہیں تو کسی کو نبی الانبیاء کے درجے میں شریک مان لیا جائے تو اتنا جواب کافی ہوگا کہ درجات میں برابری مانی ہے۔ محمد تو نہیں کہا ہے۔ فضیلت و برتری صرف نام میں نہیں ہوتی مقام میں ہوتی ہے اور وہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے سے ہوتی ہے۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقکم نیز جب ایک مرتبہ میں اتنی فضیلت ہے تو جو زندگی بھر

اس کاروبار میں لگا رہے اس کو حسین و حسن کہو تو بھی اس کے درجات کی صحیح ترجمانی نہیں ہو سکتی اور اس کی محنت و مشقت کا حق تو ادا نہیں ہو سکے گا کیونکہ حسین و حسن تو بہت پیچھے رہ گئے۔ صرف متعہ کے دو جھٹکوں میں اس فاصلے کو سمیٹ لیا گیا۔ اب جو ان کے باپ اور نانا کو بھی تیسرے اور چوتھے جمپ کے بعد پیچھے چھوڑ جائے گا اسے حسن و حسین کہنا تو بہر حال اس کے مرتبہ کا انکار ہے۔ لعنت بریں عقیدہ باد۔

(و) ستم بالائے ستم یہ ہے کہ متعہ کر کے غسل کرنے والے مرد و عورت کے بدن پر جنابت کی نجاست کے ساتھ آلودہ پانی کے ہر قطرہ سے فرشتہ کی بلکہ ستر ستر فرشتہ اور نوری مخلوق کی تخلیق تسلیم کی گئی ہے۔ کیا نوروں کی تخلیق کے لئے ایسے ہی نورانی مادے ہوا کرتے ہیں؟ شیعہ صاحبان نے جوش متعہ میں ہوش و خرد کو بھی خیرباد کہہ دیا ہے اور کیوں نہ ہو ان کی شریعت میں یہ شراب بھنگ اور افیون چرس اور ہیروئن کا قائم مقام ہے تو اس کے اثرات ایسے ہی نمایاں ہونے چاہیں کہ نہ اہل بیت کی عزت کا خیال اور نہ نوری معصوم ملائکہ کی عزت کا خیال۔

(ز) علامہ ڈھکو صاحب دو دو ہزار احادیث و روایات سے زائد دفتر کو موضوع ' ناقابل اعتبار اور غلط قرار دے سکے ہیں جو ان کی مستند کتب و تفاسیر وغیرہ میں منقول ہیں مگر ایسی بے بنیاد اور عقل و نقل کے خلاف روایات کو ضعیف کہنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی بلکہ ان کی تصحیح کے لئے قرآن مجید کی معنوی تحریف کا ارتکاب کرنا گوارہ کرلیا اور صریح نصوص اور واضح ترین آیات کی مخالف پر کمربستہ ہو گئے۔

امر چہارم — علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا کہ رفاقت درجات میں

برابری کے بغیر نہیں ہو سکتی لہٰذا ہر شخص جو اللہ تعالیٰ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اطاعت گزار ہو گا وہ انبیاء کرام و صدیقین اور و صالحین کا ہم مرتبہ ہو گا کیونکہ وہ مقدس ہستیاں اس کی رفیق ہوں گی لیکن اس دعوی کا بطلان بھی ہر صاحب عقل و ہوش پر واضح اور روشن ہے ۔ کیونکہ خادم اور مخدوم رفیق تو ہوتے ہیں مگر ہم پلہ نہیں ہو سکتے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے متعلق باربار محسنین کی معیت مومنین کی معیت متقین کی معیت کا اعلان فرمایا۔ میدان بدر میں آنے والے ملائکہ کو فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں ۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ماظنک باثنین اللہ ثالثهما ۔ جن دو کے ساتھ تیسری اللہ تعالیٰ کی ذات ہو ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے اور قرآن مجید نے بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا تو کیا اللہ تعالیٰ کا مرتبہ بھی ان حضرات کے برابر تسلیم کیا جائے گا۔

جن اسفار میں صحابہ کرام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی یا شیعان حیدر کرار کی رفاقت ہوئی تو وہ ان ہستیوں کے ساتھ درجات و مراتب میں شریک اور برابر ہو گئے ۔

علاوہ ازیں جنت کے درجات کا مختلف اور متفاوت ہونا مسلم ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو وہ سبھی ایک درجہ میں ہو گئے پھر دوسرے درجات بنانے ہی بے سود ٹھہرے۔ علاوہ ازیں انبیاء و صدیقین کے مراتب باہم برابر نہیں اور نہ شہداء صالحین کے آپس میں برابر اور نہ انبیاء و صدیقین کے ساتھ برابر تو جب ان منعم علیہم ہستیوں کے درجات برابر نہ ہوئے جیسے کہ اسلوب کلام ہی سے واضح ہے تو

عام مطیعین درجات میں برابر کیسے ہو سکتے ہیں ؟ لہٰذا یہ دعوی سراسر تحکم ' سینہ زوری اور منہ زوری کا مظاہرہ ہے اسے عقل مندی اور دانش و بینش کی ہوا بھی نہیں لگی ۔

الغرض جب ڈھکو صاحب کے تحقیقی جواب کا حال یہ ہے تو ان کے الزامی جواب کا حال اس سے بھی بدتر ہونا یقینی ہے ۔

قیاس کن گلستان من بہار مرا

الزامی جواب

کتب اہل السنت میں بظاہر معمولی معمولی اعمال پر ثواب بے حساب مذکور ہیں بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے آدمی صدیق اور شہید بن جاتا ہے۔

ا۔ کوئی صبح و شام اعوذ باللہ کے بعد سورہ حشر کی آخری چند آیات پڑھ لیا کرے تو ستر ہزار فرشتے ہمیشہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور جب موت آئے تو شہید مرتا ہے ۔

۲ ۔ کوئی شخص شب جمعہ نماز وتر پڑھ لے تو اگلے جمعہ تک کوئی گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا اور اگر مر جائے تو شہید مرتا ہے ۔ ہر رکعت کے بدلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہے ۔

۳ ۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ لے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ چوری کرے خواہ زنا کرے ۔

۴ ۔ اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو صدیق بن جاتا ہے ۔

اگر یہ سب درست ہیں اور ان کی مناسبت تاویل ہو سکتی ہے تو ہمارے کرم فرماؤں کو صرف روایات متعہ میں ہی کیوں کیڑے نظر آتے ہیں (باختصار یسیر ص ۲۹۹)

اقول وعلی توفیقہ اعول

علامہ ڈھکو صاحب کو تلاش بسیار کے باوجود اگر ملیں تو نماز' تلاوت اور کلمہ توحید کے اجر و ثواب پر مشتمل روایات' اگر کوئی مباشرت اور جماع کے متعلق اجر و ثواب پر مشتمل روایت ملتی تو نقل کرنے میں قطعا تقیہ سے کام نہ لیتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا قبلہ کدھر ہے اور ان کا کدھر ہے وہ کن سفلی جذبات کی تسکین سے ترقی درجات کے متلاشی ہیں اور ہم کس پاکیزہ اور مقدس ذریعہ سے اس ترقی کے متمنی ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

نیز ڈھکو صاحب کو نظر آئے تو صدیق اور شہید بن جانے کے حوالے مگر اس کا تو کہیں ذکر نہ ملا کہ وہ سید الشہداء کے برابر اور صدیق اکبر کے برابر ہو جاتے ہیں اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے درجات میں تفاوت ہے صدیقین' شہداء اور صالحین کے مدراج میں بھی تفاوت ہے ڈھکو صاحب نے سمجھ لیا کہ سبھی صدیق ہم مرتبہ ہوتے ہیں اور سبھی شہداء بھی۔ حالانکہ یہ واقعہ کے بھی خلاف ہے اور اہل السنت کی تعبیرات کے بھی۔ اور کچھ بھی ہو ڈھکو صاحب کو یہ حوالہ تو بالکل نہ ملا کہ فلاں ورد سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ' حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ یا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہ تو بہرحال ہمارا عقیدہ ہے ہی کہ ان کے غلام غوث' قطب' ولی' ابدال' اور صدیق و

شہید ہوتے ہیں کلام تو برابری میں تھا کہیں کوئی ایسا لفظ نظر آیا۔

اگر ملائکہ کے متعلق روایت ملی تو دعا کرنے کی ملی' اور وہ دعا تو کرتے ہی رہتے ہیں یصلون علی النبی ہے تو نبی کے صدقے میں ہو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ بھی وارد ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت پر اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دعائیں کرتے ہیں نیز قال اللہ تعالی .... الذین یحملون العرش و من حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ و یستغفرون للذین امنوا۔ (سورہ مومن) وہ فرشتے جو اللہ تعالی کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ سبھی اپنے رب کی حمد و تسبیح بجا لاتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ کہئے علامہ صاحب یہ صرف فتاوی برہنہ نہیں' کلام مجید اور فرمان حمید ہے اور صرف ایمان پر یہ اعزاز ثابت ہے کہ ایسے مقدس ملائکہ جہاں اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں وہیں پر اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

لطیفہ

لگے ہاتھوں ڈھکو صاحب نے کلمہ توحید پڑھنے والے کو بھی متعہ کے اجر و ثواب کی روایات کے جواب میں ذکر کر دیا کہ اگر ایمان لانے والا شخص جنتی ہو سکتا ہے تو متعہ کرنے والا کیوں نہیں ہو سکتا؟ دیکھا آپ نے یہ ہے شیعہ مذہب کہ اس میں متعہ کا وہی درجہ ہے جو اہل اسلام کے نزدیک لا الہ الا اللہ کہنے اور ماننے کا ہے۔ ڈھکو صاحب کیا جو شخص کلمہ پڑھ لے اور حلقہ اسلام

میں داخل ہو جائے وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ کبائر کا بخشنا اللہ تعالی کی مشیت میں داخل قال تعالی یغفر مادونک ذلک لمن یشاء شرک و کفر کے علاوہ تمام گناہ جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی میری شفاعت اہل کبائر کے لئے ہے لہذا کلمہ پڑھنے والا دونوں پہلوؤں سے مستحق مغفرت ہو گیا اور بالآخر جنت میں داخل ہو گا اور یقیناً ہو گا لیکن صالحین سے کندھا ملا کر' یا شہداء سے یا صدیقین سے یا نبی الانبیاء سے کندھا ملا کر جنت میں جانے تو کا ذکر نہیں ہے اور نہ کلمہ پڑھ لینے پر حسنین کریمین' علی المرتضیٰ اور نبی الانبیاء ﷺ کے ساتھ درجات و مراتب میں برابری کا کہیں تذکرہ ہے۔ یہ تو آپ نے کھسیانی بلی کی طرح صرف کھمبانوچنے کی ناکام اور بے سود کوشش کی ہے ورنہ اس جواب کو علم و فضل بلکہ عقل و دانش بلکہ فہم و شعور کی دنیا میں تو پر کاہ کی اہمیت بھی نہیں ہو سکتی۔

کہیں ناک کان کٹنے کا ذکر بھی ہے؟

نیز یہ بھی علامہ صاحب کو دکھلانا چاہیئے تھا کہ کہیں ان مستحب امور میں اہل السنت نے ترک کی صورت میں کوئی وعید و تشدید ذکر کی ہو۔ مگر آپ کے مذہب میں تو متعہ نہ کرنے پر قیامت کے دن کان کٹے ہوئے ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔ مگر نکاح دوام نہ کرنے پر ناک ٹیڑھی ہونے یا کان چھوٹے ہونے کا بھی کہیں ذکر نہیں آخر ان وعیدات کے ذکر کرنے میں کونسا نیک جذبہ کار فرما ہو سکتا ہے اور مذہب اہل السنت میں ایسے شہوانی جذبات

کے نہ کرنے کی صورت میں ایسی سزاؤں کا عشر عشیر بھی کہیں نظر آیا؟ صاف ظاہر اور دوپہر کے اجالے کی طرح واضح کہ یہ سب یہود و مجوس کی ناپاک سازش ہے اور اہل اسلام کو غلط راہ پر ڈالنے کا ناپاک منصوبہ اور مقدس ہستیوں کی آڑ لینے کا موجب صرف اہل محرکین پر پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش ہے ورنہ یہ مقربان خدا اس قسم کے فتاوی اور احکام و ارشادات سے قطعاً منزہ و مبرا ہیں۔

کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے؟

(ف) یاد رہے کہ اہل تشیع کو یہ امر تسلیم ہے کہ کسی امام نے حدیث وفقہ کے اندر کوئی کتاب تالیف نہیں فرمائی اور جو کچھ ان سے ثابت کیا جاتا ہے یہ محض راویوں کی روایات کے ذریعے سے ہے اور ان راویوں کے نام لے لے کر آئمہ کرام نے کاذب' خائن 'محرف 'یہودی اور اہل تثلیث سے بدتر وغیرہ کے القابات سے انہیں نوازا ہے۔ لہذا ایسے راویوں کے ذریعے ثابت ہونے والا مذہب قطعاً اہل بیت کرام کا مذہب نہیں کہلا سکتا۔ اس اجمال کی اگر تفصیل ملاحظہ کرنی ہو تو شیعی کتب رجال کشی اور تنقیح المقال وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ہم نے تحفہ حسینیہ میں مختصرا تبصرہ اس موضوع پر کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

باب دوم

عاریہ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے بغرض جماع مانگ لینا

شیعہ برادری نے تسکین نفس اور آتش شہوت بجھانے کا ایک بہت سستا اور بے ضرر طریقہ ایجاد کیا ہے جس میں نہ ایجاب و قبول نہ حق مہر نہ اجرت نہ نان و نفقہ پس پرائی لونڈی وغیرہ مانگ لی ۔ شہوت نفس پوری کی اور مالک کا مال اس کو واپس کر دیا جس کو تحلیل اور عاریۃ الفرج کہا جاتا ہے ۔

متعہ اور اس میں اجارہ اور عاریت والا فرق ہے ۔ کیونکہ اول الذکر میں اجرت مقرر ہوتی ہے ۔ اور ایام منفعت بھی جیسے بستر رات کے وقت کرایہ پر لے لیا اور دوسری صورت میں مفت میں منفعت حاصل کی جاتی ہے ۔ حقیقی ملک کسی کو بھی نہیں حاصل ہوتا نہ متعہ والے کو نہ عاریت والے کو۔ لہٰذا اس میں صرف لونڈی کے مالک کا احسان برداشت کرنا پڑتا ہے ۔ اب اس ضمن میں عجیب و غریب روایات ملاحظہ فرمائیں ۔

۱ ۔ عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قلت لہ الرجل یحل لاخیہ فرج جاریتہ ؟ قال نعم لا باس بہ لہ ما احل لہ منہا (استبصار ج ۲ ص ۷۴)

امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے دریافت کیا۔ کیا کوئی شخص اپنے مومن بھائی کے لئے اپنی لونڈی کا فرج حلال کر سکتا ہے ؟ تو انہوں نے کہا' ہاں اس میں حرج نہیں اور اس کو اسی قدر استعمال کا حق ہو گا جس حد تک مالک نے اس کے لیے لونڈی حلال ٹھہرائی ۔

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اگر لونڈی کا مالک کسی مومن بھائی کے لئے اس کا بوسہ حلال کرے تو صرف وہی حلال ہو گا اور اگر فرج کے علاوہ جملہ امور مباح کرے تو جماع کے علاوہ سب کچھ حلال ہو گا

وان احل الفرج حل لہ جمیعہا ۔ اگر فرج کا استعمال حلال کر دے تو پھر ساری لونڈی اس کے لیے حلال ہو گی ۔

۳۔ عن ابی بصیر قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امراۃ احلت لابنہا فرج جاریتہا۔ قال ہو لہ حلال قلت افیحل لہ ثمنہا ؟ قال لا انما یحل لہ ما احلت لہ۔

ابو بصیر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت اپنے بیٹے کے لئے اپنی لونڈی کی شرمگاہ حلال کر دیتی ہے اس کا کیا حکم ہے ؟ آپ نے فرمایا وہ اس کے لئے حلال ہے ۔ میں نے کہا کیا اسے بیچ کر اس کی قیمت اور ثمن بھی وصول کر سکتا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا! نہیں صرف اس کا فرج استعمال کر سکتا ہے (لونڈی تو اس کی ماں کی ملک میں رہے گی)(استبصار ج ۲ ص ۷۴)

۴۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن بزیع کہتا ہے میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا عن امراۃ احلت لی فرج جاریتہا۔ فقال ذلک لک ۔ قلت فانہا کانت تمزح فقال کیف لک بما فی قلبہا فان علمت انہا تمزح فلا ۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۹۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

یعنی ایک عورت نے اپنی لونڈی کا فرج مجھ پر حلال کر دیا ہے تو آپ نے فی الفور فرمایا! وہ تیرے لئے حلال ہے ۔ میں نے کہا وہ تو مزاح کر رہی تھی ۔ آپ نے کہا ! تجھے اس کی قلبی حالت کا کیا علم ؟ اگر تجھے اس کا مزاح کرنے کا حتمی علم ہے تو پھر حلال نہیں ۔

آئمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مومنین کے لئے مباح ٹھہرانا

۱ ۵۔ عن محمد بن مضارب قال لی ابو عبدالله علیه السلام یامحمد خذ هذه الجاریة تخدمک و تصیب منها فاذا خرجت فارددها الینا۔

محمد بن مضارب کہتا ہے کہ مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا یہ لونڈی لے جا تیری خدمت بھی کرے گی اور اس کے ساتھ جماع بھی کرلینا اور جب رخصت ہونے لگے تو پھر ہمیں واپس دیتے جانا(تاکہ کسی دوسرے مومن کا کام چل سکے..... شرم تم کو مگر نہیں آتی)

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

۶۔ عن حسین العطار قال سالت ابا عبدالله عن عاریة الفرج قال لا باس به ۔ قلت و ان کان منه ولد ؟ فقال لصاحب الجاریة الا ان یشترط علیه۔

حسین عطار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرج زن بطور عاریت لینے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے دریافت کیااگر اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو آپ نے فرمایا وہ لونڈی والے کا ہو گا(تاکہ اسکا بھی بھلا ہو اور لونڈی کچھ لے کر دوبارہ اس کے پاس جائے ۔ سیالوی) ہاں اگر شرط کرلے کہ جو اولاد پیدا ہو گی وہ بھی میری ہو گی تو پھر اولاد اسی عاریت پر لونڈی کا فرج استعمال کرنے والے کی ہو گی (یعنی دوہرا فائدہ اسی کو ہوا لذت نفس بھی حاصل ہو گئی اور پیداوار بھی حاصل ہو گئی ۔ سیالوی)

حد تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی حلت

فضل بن سیار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔ رجل عنده جاریة نفسية و هی بکر احل لاخیه ما دون فرجها له ان یقتضها قال۔ لا لیس له الا ما احل له منها و لو احل له قبلة منها لم یحل له ماسوی ذلک۔قلت ۔ارایت ان احل له ما دون الفرج فغلبته الشهوة فافتضها قال ۔ لا ینبغی له ذلک قلت فان فعل یکون زانیا ؟ قال لا ولکن خائنا و یغرم لصاحبها عشر قیمتهاان کانت بکرا وان لم تکن بکرا فنصف عشر قیمتها۔

ایک آدمی کے پاس نفیس ترین باکرہ لونڈی ہو اور وہ اس کے فرج کو استعمال کرنے کی رخصت نہیں دیتا لیکن اس کے علاوہ ہر قسم کا انتفاع حلال ٹھہراتا ہے تو کیا ایک مرتبہ حاصل کر لینے کے بعد اس کے ساتھ جماع کرکے اس کی بکارت زائل کر سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا نہیں ۔ جس قدر نفع اٹھانا اس نے حلال کیا ہے بس اسی قدر حلال ہے ۔حتیٰ کہ صرف اس کا بوسہ لینا حلال کیا ہے تو صرف بوسہ لینے کا ہی حقدار ہے ۔ میں نے کہا حلال تو اس نے فرج کے علاوہ سب کچھ کردیا ہے لیکن اگر شہوت غالب آ جائے اور وہ شخص اس کے ساتھ جماع کرکے اس کی بکارت زائل کر دے ؟ آپ نے کہااس کے لئے یہ اقدام مناسب نہیں ۔میں نے عرض کیا۔ کیا ایسا کرنے پر وہ زانی

ٹھہرے گا(اوراس پر رجم یا کوڑوں کی سزا عائد ہو سکتی ہے ؟) آپ نے کہا نہیں ! زانی تو نہیں ہوگا لیکن امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا بس لونڈی کے مالک کو باکرہ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ دے دے اور باکرہ نہیں تھی تو بیسواں حصہ (مقصد یہ کہ کچھ گنوا کر جائے تو مالک کے لئے کچھ لے کر جائے) .

کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے معافی لے لینے پر مژدہ بخشش

۸ ۔ ابو شبل سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے دریافت کیا۔ ایک مسلمان شخص ہے جو کسی لونڈی سے زنا کا مرتکبؔ ہوگیا ہے اس کی توبہ کی کیا صورت ہے ؟ قال یاتیه فیخبره و یساله ان یجعله من ذلک فی حل ولا یعود قلت 'فان لم یجعله من ذلک فی حل ' قال رضی الله عزوجل و هو زان خائن قال قلت.. فالنار مصیره قال شفاعة محمد ﷺ و شفاعتنا تحیط بذنوبکم یا معشر الشیعة ولا تعودون و تتکلون علی شفاعتنا فوالله ماینال شفاعتنا اذا رکب هذا حتی یصیبه الم العذاب و یری هول جهنم۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰' ۱۹۹ کتاب النکاح)

آپ نے کہا۔ اس کے پاس جائے اسے صورتحال بتائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ میرے لئے وہ کارروائی حلال کردے اور دوبارہ یہ حرکت نہ

کروں گا ۔ میں نے کہا اگر وہ شخص اپنی لونڈی کے ساتھ اس کے زنا کو حلال نہ ٹھہرائے اور اس فعل سابق کو مباح نہ ٹھہرائے ؟ تو آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں بحیثیت زناکار اور خیانت کار کے پیش ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ تو کیا (آپ کا شیعہ ہو کر بھی اتنی سی بات پر) دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا حضرت محمد ﷺ کی شفاعت اور ہماری شفاعت تمہارے گناہوں کا احاطہ کرے گی ۔ گروہ شیعہ تم گناہوں سے باز نہیں آتے اور ہماری شفاعت پر بھروسہ کرتے ہو ایسے شیعہ کا گروہ اور محبین کی جماعت محمد ﷺ کی اور ہماری شفاعت ایسے مجرموں اور بدکاروں کو نصیب نہیں ہوگی جب تک وہ عذاب کا رنج و الم اور جہنم کی ہولناکی اور خوفناکی دیکھ نہیں لیں گے ۔

مقام غور

عاریت اور تحلیل ماسوائے فرج کی ہو اور زنا کرے بھی تو دسواں اور بیسواں حصہ دے دینا کافی اور زنا کا جرم ختم اور پہلے فجور و زنا کرے بعد میں معافی مانگ لے ۔ اگر لونڈی کے مالک کی نگاہ کرم ہو جائے تو پاک صاف ہوگیا۔ کیا ان روایات کے بعد بھی کسی شخص کے لئے اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش رہ گئی کہ اس مذہب میں زنا حلال ہے اور اس مذہب کے پرستار قضاء شہوت اور تسکین نفس کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ۔

مقصود ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو
مذہب بھی وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو.

حالانکہ فعل زنا ثابت ہونے کے بعد محض بندوں کے معاف کرنے سے یہ معاف نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے جبکہ قصاص

ثابت ہونے کے بعد بھی اولیاء مقتول معاف کر سکتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ مگر واہ رے اس رنگیلا شاہی مذہب کے بانی کہ اس قبیح ترین فعل کو بھی مباح کر دیا ہے۔

اعتراف شذوذ

شیعہ صاحبان ہر مسئلہ میں کوئی نہ کوئی روایت اپنے مخالفین کی پیش کر کے مومنین کی دلجوئی کر دیتے تھے کہ اس معاملے میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں تو ابو طوسی کو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہ رہا۔ ان هذا مماليس يوافقنا عليه احد من العامة و مما يشعنون به علينا۔ (استبصار ج ۲ ص ۷۴) اس مسئلہ میں جمہور اہل اسلام میں سے کوئی بھی ہمارے ساتھ متفق نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے وہ ہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں (اور کیوں نہ کریں اسلام ایسی بے غیرتی اور بے حیائی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ سیالوی)

زناکار لونڈی کا دودھ پاک کرنے کی ترکیب اور حیلہ

۱۔ عن عبدالله عليه السلام قال فی رجل كانت له مملوكة فولدت من فجور فكره مولاها ان ترضع له مخافة ان لا يكون ذلك جائزا فقال له ابو عبدالله۔ فحلل خادمک من ذلک حتى يطيب اللبن۔

(فروغ کافی ج ۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں مروی ہے جس کی مملوکہ لونڈی نے زناکاری سے بچے کو جنم دیا اور اس کا مالک اسی لونڈی

کا دودھ اپنی اولاد کو پلانا اس اندیشہ کے تحت پسند نہیں کرتا کہ یہ ناجائز نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے خادم کو یہ جرم معاف کر دے تاکہ دودھ پاکیزہ اور حلال ہو جائے۔

۲۔ عن محمد بن مسلم عن ابی عبدالله عليه السلام فی امراة الرجل يكون لها الخادم قد فجرت فيحتاج الى لبنها قال مرها فتحللها يطيب اللبن۔

محمد بن مسلم نے امام صادق سے ایک شخص کی عورت کے متعلق روایت کیا ہے جس کی خادمہ نے فسق و فجور کا ارتکاب کیا اور صاحب اولاد ہو گئی بعد ازاں اس گھرانہ کو اس کے دودھ سے استفادہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا اپنی بیوی کو حکم دے کہ لونڈی کے جرم زنا کو معاف کر دے تو وہ دودھ پاک اور حلال و طیب ہو جائے گا (فروغ کافی ج ۲)

(ف) ماشاء اللہ دودھ پاک کرنے کا خوب طریقہ ہے اور ایسا ہی پاکیزہ دودھ پینے والے ہی مخلص شیعہ بن سکتے ہیں اور اصحاب رسول علیہ السلام کو سب و شتم کرنے والے۔ رہا یہ معاملہ کہ تحلیل صرف دودھ کو پاک کرے گی یا سابقہ زنا کو بھی تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ زنا اور ولادت اس دودھ کے تولد کا سبب ہیں اور وہ باقی ہے تو دودھ میں خبث بھی باقی ہے اور اس سے خبث ختم ہوا تو اس کا سبب بھی ختم ہو گیا اور اس مضمون کی روایت پہلے درج ہو چکی ہے کہ لونڈی سے زنا کرنے والا اس کے مالک سے معافی مانگ لے اور وہ معاف کر دے تو زانی نہیں سمجھا جائے گا اور معافی نہ ملنے کی صورت میں زانی اور خائن سمجھا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا۔ لہٰذا ابو جعفر طوسی کا یہ کہنا کہ اس معافی سے صرف دودھ پاک ہو گا سابقہ فعل اور کرتوت

دونوں حلال اور جائز نہیں ہو گا(استبصار ج ۲ ص ۱۷۰) درایت اور روایت دونوں کے خلاف ہے جب مستقبل میں زنا کو حلال کر سکتا ہے وہ ماضی میں کیاہوا زنا معافی دے کر کالعدم کیوں نہیں کر سکتا۔ خدا لگتی بات یہ ہے کہ شیعی اسلاف کا جنسی تعلقات کے معاملے میں حوصلہ بہت بلند ہے اور ظرف انتہائی وسیع اور ہمدردی و غمخواری کا عنصر غالب ۔لہٰذا طوسی صاحب کو تنگ ظرفی اور بے دردی کامظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ آخرت میں جو ہو گاسو ہو گا مگر دنیا میں تو داد عیش کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانانہیں چاہیئے۔

شیعہ حضرات کے لئے عجیب سہولت

لونڈی کا مالک جس کے لئے چاہے اس کا فرج حلال کرسکتاہے اور بطور عاریت دے سکتاہے جس طرح کہ سابقہ روایات سے یہ حقیقت واضح ہو چکی حالانکہ قرآن مجید میں مولا کی اجازت سے نکاح کرنے کا حکم ہے اور نکاح میں ایجاب و قبول اور حق مہرلازم ہے ۔ قال تعالی و من لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوھن باذن اھلن و اتوھن اجورھن بالمعروف.....الایۃ

اور تم میں سے جس کو محصنات مومنات کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ ہو تو مومنہ لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرلو جو تمہارے ملک میں ہیں اللہ تعالی تمہارے ایمانوں کو بہتر جانتاہے تم باہم رشتہ ایمان میں متحد و متوافق ہو لہٰذا انکے ساتھ ان کے موالی کے اذن سے نکاح کرو اور ان کا اجر یعنی حق مہر

معروف طریقہ پر ادا کرو جب اہل کے اذن نکاح سے نکاح ہو گا تو لامحالہ ایجاب و قبول اور مہرلازم ۔ مگرشیعی علماء نے مومنین کی سہولت کے لئے قرانی بندھن اور قیود توڑ ڈالے اور بالکل سہل طریقہ ایجاد کردیا۔

علاوہ ازیں شیعہ مذہب میں نہ آیسہ کے لے عدت ہے اور نہ صغیرہ نابالغہ کیلئے جیسے کہ قبل ازیں روایات سے با حوالہ اثبات کیا جاچکا ہے تو اندریں صورت صغیرہ کے بالغ ہونے تک اور آیسہ کے ساتھ تادم زیست اور بالغہ کے ساتھ صرف استبراء کے ایام کے علاوہ میں افادہ و افاضہ اورہمدردی و غمخواری کا معاملہ بڑا وسیع ہو سکتا ہے اور اس طرح بے شمار مومنین کا بھلا ہو سکتا ہے اور مومنین کی تعداد میں اضافہ کا بھی بہترین موقعہ ہے۔ ایسے آسان اور موجب سہولیات مذہب کی طرف کس کا دل نہ کھنچے گا مفت میں ہو تو دوسرے مومنین کا بھلا اور اجرت پر ہو تو اس مومن کے لئے چاندی ہی چاندی ۔ پہلی صورت تحلیل اور عاریت کے طریقہ پرحلال ۔ اور دوسری صورت میں متعہ اور عقد انقطاع کے طریقے پر حلال ۔ بہر صورت حلت ہی حلت ہے اور آزادی ہی آزادی ۔ العیاذ باللہ

استبراء سے آزادی اور چھٹکارا

اگر لونڈی کو کسی سے خریدا جائے یا میدان کار زار میں کافرہ عورت ہاتھ لگے تو اس کے ساتھ بطور ملک یمین مباشرت کرنے سے قبل حیض آنے کی صورت میں ایک حیض اور نہ آنے کی صورت میں ایک ماہ انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مگر شیعہ مذہب میں اس انتظار کی کلفت بھی روا نہیں رکھی گئی بلکہ صغیرہ ہو یا آیسہ تو بلا تکلف مباشرت حلال اور مباح ہے گو اس پر حوالہ جات متعہ کی

بحث میں درج کئے جا چکے ہیں مگر مزید ایک دو حوالے ملاحظہ فرمالیں۔

۱۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہ قال فی رجل ابتاع جاریة ولم تطمث قال ان کانت صغیرة ولا یتخوف علیها الحبل فلیس علیها عدة و لیطاٴها ان شاء و ان کانت قد بلغت و لم تطمث فان علیها العدة۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۱)

امام ابو عبداللہ صادق سے مروی ہے اس شخص کے متعلق جس نے لونڈی خریدی اور اسے حیض نہیں آیا کہ اگر صغیرہ ہے اور اس پر حمل کا اندیشہ نہیں ہے تو عدت نہیں اور اگر چاہے تو فوری طور پر مباشرت کرے اور اگر بالغ ہو چکی ہو مگر خون نہیں آیا تو پر اس عدت ہے یعنی ایام کے ساتھ۔

۲ - عن عبدالرحمن بن الحجاج قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول ثلاث یتزوجن علی کل حال التی یئست من المحیض و مثلها لا تحیض قلت متی یکون کذلک قال اذا بلغت ستین سنة (الی) والتی لم تحض و مثلها لا تحیض قلت و متی تکون کذلک ؟ قال مالم تبلغ تسع سنین (الی) و التی لم یدخل بها

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۶۹)

عبد اللہ بن الحجاج سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبداللہ کو فرماتے ہوئے سنا تین عورتوں کے ساتھ ہر حال میں ازدواجی تعلق قائم کرنا درست

ہے۔

اول ۔ جو حیض سے ناامید ہو اور اس جیسی عورتوں کو حیض نہ آتا ہو جن کی مدت عمر آپ نے ساٹھ سال بتلائی۔

دوم ۔ جس کو حیض شروع نہ ہوا ہو اور نہ اس عمر کی لڑکیوں کو حیض آتا ہو جس کی عمر آپ نے نو سال بتلائی۔

سوم۔ جس کے ساتھ مباشرت نہ پائی گئی ہو۔

خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ حمل کے باوجود جماع جائز

رفاعہ بن موسی سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوالحسن بن جعفر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں لونڈی خریدتا ہوں اور اس کو حیض نہیں آتا اور اس کی عمر بھی سن ایاس والی نہیں (تا) تو آپ نے فرمایا اس کے ساتھ جماع کرنے میں حرج نہیں ہے میں نے عرض کیا اگر حمل ہو تو پھر میرے لئے اس حالت کی کیا حد ہے ؟ تو آپ نے فرمایا چار ماہ دس دن کے اندر مباشرت کے علاوہ انتفاع کر سکتا ہے اور اتنی مدت گزرنے پر حمل کے باوجود جماع بھی کر سکتا ہے۔

فاذا جاز حملها اربعة اشهر و عشرة ایام فلا باس بنكاحها فی الفرج۔

تو رفاعہ نے کہا مغیرہ اور اس کے ساتھی کہتے ہیں کہ حاملہ عورت کے ساتھ وضع حمل تک جماع نہیں کیا جاسکتا بلکہ اسکا حمل ظاہر ہونے سے بچے کے غذا کھانے کے درمیانی عرصہ میں عورت (خریدی ہوئی لونڈی کے) قریب نہ جائے تو آپ نے کہا " هذا من افعال الیهود " یہ یہودیوں کے افعال

سے ہے۔ چلو یہ بھی پابندی ختم اور حاملہ کے ساتھ بھی مباشرت جائز ہو گئی اوران پر کوئی فتوی لاگو نہیں ہو گا البتہ مباشرت نہ کرنے والے یہودی بن جائیں گے۔

ہر چیز یہاں کی الٹی ہے
یہاں الٹی گنگا بہتی ہے

حالانکہ قرآن مجید میں ہے ۔" واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن "حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور یہ حکم مطلق ہونے کی وجہ سے ان کو بھی شامل ہے اور استبراء کی ضرورت ہی اس لئے تھی تاکہ معلوم ہو جائے کہ حاملہ تونہیں اور غیرکی کھیتی کو پانی دینے والی بات نہ بن جائے ۔ نیز چار ماہ دس دن کلام مجید کی رو سے سوگ کی مدت ہے اور وفات کی عدت ۔ خریدی ہوئی لونڈی سے اس کا کیا تعلق ؟ اگر چار ماہ دس دن کے بعد اس لئے جماع جائز کہ رحم کا منہ بند ہوتا ہے اور مادہ منویہ رحم میں داخل نہیں ہوتا' تو روز اول ہی سے رحم کا منہ تو بند ہو جاتا ہے جب استقرار نطفہ کا ہوتا ہے پھر اتنی مدت محروم وصال رکھنے کا کیا فائدہ ؟ بہرحال ان امور میں بھی مکمل بے احتیاطی اور شرعی احکام کی خلاف ورزی ظاہر ہے

مالک اور خاوند کا لونڈی سے باری باری استفادہ

شیعہ مذہب میں لونڈی کا مالک اگر اس کا عقد اپنے غلام سے کردے تو جب چاہے اس کو علیحدہ کر کے بغیر طلاق لئے اس لونڈی سے مباشرت کر سکتا ہے۔ پھر بغیر نکاح جدید کے اسے غلام کے حوالے کر سکتا ہے جس سے مالک اور غلام کے لئے زنا کا حلال ہونا صاف ظاہر ہے۔

۱۔ عن عبداللہ بن سنان عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال سمعتہ یقول ۔اذ زوج الرجل عبدہ امتہ ثم اشتھاھا قال لہ اعتزلھا فاذا طمثت وطئھا ثم یردھا علیہ انشاء۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۵)

یعنی جب آدمی اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کردے اور اسے خود اس کے ساتھ مجامعت کی خواہش پیدا ہو تو غلام سے کہہ دے تو عملی طور پر علیحدگی اختیار کر لے ۔ جب اس کو حیض آجائے تو اس کے ساتھ وطی کرے پھر اگر چاہے تو اس کو غلام پر لوٹا دے۔

۲۔ عن محمد بن مسلم قال سالت ابا جعفر علیہ السلام عن قول اللہ عزوجل" والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم " قال ھو ان یامر الرجل عبدہ و تحتہ امتہ فیقول لہ اعتزل امراءتک ولا تقربھا ثم یحبسھا عنہ حتی تحیض ثم یمسھا فاذا حاضت بعد مسہ ایاھا ردھا علیہ بغیر نکاح ۔(فروع ج ۲ ص ۲۰۵)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالی کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا "تم پر خاوندوں والی عورتیں حرام ہیں ماسوائے ان کے جو تماری ملک میں آکر تمہاری لو

نڈیاں بن گئیں " تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے اس غلام کو جس کے عقد میں اس کی لونڈی ہے حکم دے کہ تو اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جا اور اس کے قریب مت جا پھر اسے اس غلام سے سے روکے رکھے حتی کہ اس کو حیض آ جائے بعد ازاں اس کے ساتھ خود جماع کرے جب اس کو جماع کے بعد حیض آجائے تو پھر بغیر نیا نکاح کئے غلام کو اس کی بیوی لوٹا دے۔ (حالانکہ آیت کریمہ کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ منکوحہ حرائر بلا طلاق وعدت حلال نہیں ہیں۔ اگرچہ خاوندوں نے طلاق نہ دی کیونکہ دارالاسلام میں آنے پر اور مملوک ہو جانے پر ان کا حق نکاح ختم ہو گیا محض استبراء کی ضرورت ہو گی لیکن اس آیت کا سراسر غلط معنی کیا گیا اور ذمے آئمہ کرام کے لگا دیا گیا العیاذ باللہ۔

(ف) منکوحہ لونڈی کو اس کا خاوند اگر طلاق دے تو اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے۔ صرف ایک حیض گزرنے پر اس سے مباشرت عبد کی مدت میں ہوتے ہوئے ہے جو سراسر زنا ہے اور ان دونوں روایات سے (جو علی الترتیب امام جعفر صادق اور امام محمد باقر رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہیں) صرف اور صرف ایک حیض کا عدت ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ غلام سے واپس لینے کی صورت میں اور اسے واپس دینے کی صورت میں بھی۔ حالانکہ مطلقہ حرہ کی عدت تین حیض ہے اور لونڈی کی اس سے نصف۔ لہٰذا اس طرح بھی زنا کو حلال ٹھہرایا گیا ہے۔

قابل غور امر

یہ ہے کہ نکاح عبد کا تھا تو طلاق کا مالک بھی وہی تھا مولی کے اذن سے۔ جب دونوں کا نکاح ہو گیا تو اب طلاق کا معاملہ بھی اس عبد کے ہاتھ میں تھا۔ لہٰذا طلاق لئے بغیر مولی کو اس لونڈی سے مباشرت کا حق کیسے پہنچ گیا اور اگر اس کا اس کو

علیحدہ کر دینا ہی فسخ نکاح یا طلاق تھا تو دوبارہ نکاح کیے بغیر وہ عبد پر حلال کس طرح ہو گئی۔

کیا کسی صاحب عقل سلیم اور منصف مزاج آدمی پر یہ حقیقت مخفی رہ سکتی ہے کہ اس مذہب کے کارپردازوں نے منہ کالا کرنے کے لیے خالص زنا کو حلال کر رکھا ہے اور آئمہ اہل بیت پر سراسر بہتان اور افتراء سے کام لیا ہے اور ان کا بنیادی مقصد ہی دین اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑنا ہے اور یہود و نصاری اور مجوس کی آتش انتقام بجھانا ہے۔ ورنہ قرآن مجید اور فرقان حمید کے واضح احکامات اور روشن ارشادات کے برعکس اس قسم کے اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ کو جائز رکھنے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ جو کچھ علامہ نعمت اللہ الجزائری نے اسماعیلیہ فرقہ کے متعلق کہا ہے کہ یہ دراصل عبادیہ مجوسیوں کی سازش کا نتیجہ ہیں بالکل وہی نظریہ ہم تمام اہل السنت کا تمام شیعہ فرقوں کے متعلق ہے کہ وہ یہود و نصاری اور مجوس کی سازش کا نتیجہ ہیں اور اہل اسلام اور اسلام کے خلاف میدان جنگ میں مقابلہ سے عاجز آکر اس حیلے بہانے اس کی نظریاتی اور عملی اساس پر وار کرنے اور اسے منہدم کرنے کی بدترین سازش ہے اور حیلہ گری۔ تاکہ مسلمان کہلائیں بھی تو صرف نام کا اسلام ہو دراصل یہودیت یا مجوسیت اور نصرانیت ہی موجود رہے اور بجائے اس کے فاتحین اسلام کو ہم گالیاں دیں۔ خود اسلام کا دعوی کرنے والوں کو اس نہج پر چلائیں کہ وہ ہماری ترجمانی کرنے لگیں۔ اور ہم خاموش تماشائی بن کر یہ تماشا دیکھتے رہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

باب سوم

استحلال محارم یعنی ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ سے مجامعت حلال ٹھرانا

شیعہ قوم نے صرف دور جاہیت کی مادر پدر آزادی کو ہی تحفظ نہیں بخشا بلکہ مجوسیوں کی روش اور طور طریقہ کو بھی نئے انداز میں زندہ کرنے اور اس کو بھی مشرف باسلام کرنے کی ٹھان رکھی ہے ۔ مجوسیوں کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ آدمی کے لئے اس کے محارم یعنی ماں بہن اور بیٹی وغیرہ حلال ہیں اور ان سے نکاح اور مجامعت و مباشرت کر سکتا ہے ۔ شیعہ صاحبان نے بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اس کو عین اسلام قرار دیا۔ ملاحظہ فرمایئے ذخیرۃ المعاد مؤلفہ شیخ زین العابدین مطبع ریاض الرضا لکھنؤ باب الطہارت باب اغسال واجبہ ص ۷۸ ۔

سوال ۔ اگر شخصے آلت خود را بپیچد بہ دستمال حریر و نحو آں کہ مماست حاصل نہ شود در زماں جماع و ہمچنیں اگر مماست حاصل نہ شود بجہت کشادگئی فرج یا باریکی آلت غسل واجب است یا نہ ؟

جواب ۔ لزوم غسل خالی از قوت نیست و از ابو حنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالف حریر جائز است ۔

. اگر ایک شخص اپنے آلہ تناسل کو ریشمی رومال یا کسی دوسری چیز کے ساتھ اس طرح لپیٹ لے کہ جماع کے دوران عورت کے فرج کے ساتھ مرد کے آلہ کا مساس نہ ہو یا عورت کی شرمگاہ اتنی کشادہ ہو کہ دوران جماع

مساس نہ پایا جائے یا آلہ اس قدر باریک ہو کہ بوقت مجامعت کہیں ٹکرائے نہیں تو غسل واجب ہے یا نہیں ؟

جس کا جواب شیعی مجتہد صاحب نے یہ دیا کہ غسل کا واجب و لازم ہونا ہی قوی ہے اور ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ محارم کے ساتھ آلہ تناسل پر ریشمی کپڑا لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے ۔ اس عبارت کو بار بار پڑھیے اور اس مسلک کے بانیوں کی اصلیت پہچاننے کی کوشش کیجئے ۔ میرے خیال میں یہودیت اور مجوسیت کا جو ملغوبہ عبادیہ مجوسیوں اور اس کو سبائی یہودیوں نے تیار کیا تھا اور اس پر اسلام بلکہ محبت اہل بیت اور خلافت بلافصل کی ملمع کاری کی تھی اس فتوی کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس حجاب و نقاب اور ستر و پردہ کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کا آپ پوری طرح مشاہدہ کر سکتے ہیں ۔ قرآن مجید کے صریح بیان " حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم " کے ہوتے ہوئے کوئی اسلام اورجب اہل بیت کا حقیقی دعویدار ایسے فتوے صادر کر سکتا ہے اور محارم کے ساتھ مجامعت کو جائز قرار دے سکتا ہے ؟ قطعاً نہیں ۔

عذر گناہ بدتر ز گناہ

شیعہ صاحبان نے فتوی کے جواب سے عاجز آکر کہا ہمارے مذہب میں ابو حنیفہ نام اور کنیت والا سرے سے عالم ہے ہی نہیں ۔ یہ سینوں کے امام اعظم ابو اعظم کا فتوی ہے ۔ اس کا الزام شیعہ پر کیوں ؟ چنانچہ ذخیرۃ المعاد کے حاشیہ پر مفتی محمد عباس صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے ۔

ابو حنیفہ امام اعظم سنیاں است در شیعہ قائل ایں قول و عالم ایں کنیت غیر معلوم مدعی باید اثبات کند و اللہ العالم۔

اور علامہ سید علی محمد صاحب کا بھی یہی قول نقل کیا ہے " ابو حنیفہ از علماء شیعہ ہیچ کس نیست "

اور سید العلماء محمد ابراہیم صاحب کا بھی دعوی ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

" موسوم بہ ابو حنیفہ بودن کسے از علماء اہل تشیع ثابت نیست "

گویا سبھی علماء شیعہ کی یہی رٹ ہے کہ یہ سینوں کے امام اعظم ابو حنیفہ کا قول ہے ہمارا تو اس نام کا کوئی عالم ہی نہیں۔

الجواب و هو الموفق لتحقيق الصواب

(ا) یہ جواب کس قدر لغو' بے ہودہ اور ناقابل التفات و اعتبار ہے کیونکہ سائل بھی شیعہ 'مجیب اور مفتی بھی شیعہ تو جواب حنفی قول کے مطابق دینے کا کیا جواز تھا؟ لہذا صاف ظاہر ہے کہ اس مفتی اور مجتہد نے فقط اپنا مذہب و مسلک بیان کیا تھا کہ ہمارے نزدیک محارم کے ساتھ جماع جائز ہے۔ بس تھوڑا سا تکلف ریشم لپیٹنے کا کرنا پڑے گا اور بس نہ خرچ کا مزید بوجھ نہ رہائش گاہ کا اور ماں بہن حق مہر بھی کیا مانگیں گی اور ضرورت مند ہوں تو خرچ ویسے بھی ادا کرنا پڑتا ہے لہذا مزید بوجھ تو نہیں بڑھے گا نا۔

(ب) سینوں کے امام ابو حنیفہ کے مذہب میں تصنیف شدہ جس کتاب سے یہ فتوی نقل کیا گیا ہے وہ کتاب بتلاؤ اور حوالہ دکھلاؤ کہ جہاں محارم کے ساتھ یہ فعل شنیع اور عمل قبیح جائز اور مباح قرار دیا گیا ہو۔ جب نہیں اور قطعاً نہیں ' تو پھر اس جواب سے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی ناتمام کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے منہ پر لگی یہ کالک دھل نہیں سکتی۔

سوال۔ جامع الرموز میں ہے کہ کپڑا لپیٹ کر مجامعت کرنے سے غسل واجب ہوتا نہیں ہوتا۔ لو لف الحشفة بثوب و غیره لم یجب

الغسل اور اس کتاب میں ہے لو لف ذکره من خرقة مانعة الحرارة لم یکفر اگر آلہ پر کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو کفارہ صوم لازم نہیں ہے اور بحرالرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔ لو جامعها بخرقة علی ذکره لا یثبت الحرمة کمافی الخلاصة اگر آلہ پر کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہو گی (حاشیہ ذخیرے المعاد ص ۷۸) الغرض مسئلہ لف حریر کتب احناف میں موجود ہے۔

جواب۔ بحث تھی اس میں کہ محارم کے ساتھ لف حریر کے بعد جماع جائز ہے لیکن ان عبارات میں محارم کے ساتھ جماع کا کہیں نام و نشان نہیں۔ غسل واجب ہو یا نہ 'کفارہ لازم ہونا یا محض روزہ کا ٹوٹ جانا اور حرمت مصاہرہ ثابت ہونا یا نہ ہونا علیحدہ معاملہ ہے۔ شیعہ مذہب میں بیٹی کے ساتھ زنا کے بعد ماں کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زنا حلال ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اگر ایک عورت سے زنا کرے اور پھر زانی اور زانیہ توبہ کر لیں تو نکاح درست ہے تو آپ نے فرمایا۔ نعم و امها و ابنتها۔ ہاں اس سے بھی جائز ہے اور اس کی ماں اور بیٹی سے بھی یعنی اس عورت کے ساتھ زنا کی وجہ سے اس کی ماں اور بیٹی میں حرمت و مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۳۲۷)

لہذا یہ جوابات کھمبا نوچنے کی ناکام کوشش ہے۔ اس کو جواب کہنا عقل و دانش کی توہین ہے۔

(ج) ایک نام اور کنیت کئی افراد اور اشخاص میں مشترک ہو سکتی ہے لہذا اگر سینوں کا امام ابو حنیفہ ہے تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ شیعہ

مذہب میں اس کنیت والا کوئی شخص نہیں گزرا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں اس کنیت والے تین اشخاص ہیں اور علماء شیعہ کا یہ دعوی سراسر جھوٹ ہے کہ ہمارے مذہب میں اس نام کا کوئی عالم نہیں ہے۔

ابو حنیفہ کنیۃ لاحمد بن داود الدینوری و سعید بن بیان و النعمان بن ثابت احد آئمۃ الاربعۃ و النعمان بن محمد بن المنصور المغربی الذی کان مالکیا ثم استبصر۔

(تنقیح المقال للمامقانی جزو ۲ ص ۱۴)

ابو حنیفہ احمد بن داود دینوری، سعید بن اور نعمان بن ثابت تیمی جو کہ عامہ کے چار آئمہ میں سے ایک ہے اور نعمان بن منصور کی کنیت ہے وہ پہلے مالکی تھا پھر اہل بصیرت ہو گیا۔

ابو حنیفہ نعمان بن منصور المغربی شیعہ میں بلند پایہ مفسر و محدث ہے اور کثیر التصانیف۔ علامہ و فقیہ قاضی نور اللہ شوستری نے "مجالس المومنین ج ا ص ۵۳۹، ۵۳۸" پر شیعی محدثین مفسرین اور فقہاء کا ذکر کرتے ہوئے اس ابو حنیفہ کا ذکر اور تفصیلی تذکرہ اس عنوان سے کیا" القاضی ابو حنیفہ النعمان بن محمد بن منصور بن جبون المغربی (الی) دراصل مالکی مذہب بود بعد ازاں . بمذہب امامیہ انتقال کرد او را مصنفات بسیار است مانند کتاب اختلاف اصول المذاہب و کتاب اختیار در فقہ و کتاب الدعوۃ للعبیدیین و از ابن زولاق روایت نمودہ کہ نعمان بن محمد القاضی در غایت فضل و از اہل قرآن و عالم بود . بمعانی آن بود و عالم بود بوجوہ فقہ و اختلاف فقہاء و عارف بود بوجوہ لغت و شعر و تاریخ و بحلیہ عقل و انصاف آراستہ بود و در مناقب اہل بیت چندیں ہزار ورق تالیف

نمودہ بود بہ نیکو ترین تالیفے و لطیف ترین سجعے و در مثالب اعداء و مخالفان الشیاں نیز کتابے تالیف نمودہ و او را کتابہاست کہ در آنہا رد بر ابو حنیفہ کوفی و مالکی و شافعی و ابن شریح و غیر ایشان نمودہ و از منصفات او کتاب اختلاف الفقہاء است کہ در آنجا نصرت مذہب اہل بیت نمودہ و او را قصیدہ ایست در علم فقہ و ابو حنیفہ مذکور ہمراہ معز الدین باللہ فاطمی از مغرب . بمصر آمدہ در ماہ رجب ستہ ثلاث و ستین ب ثلاث مائتہ در مصروفات بافت۔

(مجالس المومنین ج ا ص ۵۳۹، ۵۳۸)

قاضی ابو حنیفہ دراصل مالکی مذہب پر تھا بعد ازاں امامیہ مذہب کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کی بہت سی تصنیفات مثل کتاب" اختلاف اصول المذاہب، کتاب الاختیار، کتاب الدعوی، اور ابن زولاق سے روایت کی گئی ہے کہ نعمان بن محمد قاضی انتہائی فاضل شخص تھا۔ قرآن مجید کے معانی و مطالب سے آگاہی، وجوہ فقہ اور اختلاف فقہاء سے کامل واقفیت رکھتا تھا۔ لغت و شعر اور تاریخ میں مہارت کاملہ عقل و دانش اور عدل و انصاف کے زیور سے آراستہ تھا۔ مناقب اہل بیت میں اس نے ہزار ہا اوراق تصنیف کیے جو انوکھے طرز و انداز اور راہ و روش اور لطیف ترین پیرایہ پر مشتمل ہیں اور اہل بیت کرام کے اعداء اور مخالفین کے ظلم و ستم پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ اس قاضی ابو حنیفہ نے ایسی کتابیں بھی تالیف کی ہیں جو ابو حنیفہ کوفی، مالک، شافعی اور ابن شریح وغیرہ کے رد و قدح پر مشتمل ہیں اور اس کی مصنفہ کتب میں سے ایک اختلاف الفقہاء ہے۔ جس میں مذہب اہل بیت کی تائید و تقویت کا حق ادا کیا ہے۔ علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔ قاضی ابو حنیفہ مذکور معز الدین باللہ فاطمی کے ساتھ مغرب سے مصر آیا اور

مصر میں ہی سن ۳۶۳ھ ماہ رجب المرجب میں وفات پائی۔

الغرض روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا اور اہل تشیع کے قاضی نور اللہ شہید کی زبان قلم سے واضح ہو گیا کہ یہ ابو حنیفہ امامی شیعہ تھا اور ابو حنیفہ سنی اور دیگر آئمہ اہل سنت کا مخالف تھا اور بزعم خویش ان کا رد بھی کرتا رہا۔ سن ۳۶۳ھ میں مصر میں وفات پائی تو محض نام اور کنیت میں اشتراک کی وجہ سے اس کو سنیوں کا امام کہہ دینا سراسر فریب کاری اور دھوکہ بازی ہے۔ نیز یہ دعوی کر دینا کہ اس نام اور کنیت والا شیعہ عالم جہاں میں ہوا نہیں' سراسر جہالت ہے اور بے خبری یا دھوکہ دہی اور فریب کاری کی انتہاء ہے۔

علاوہ ازیں سائل بھی شیعہ' مفتی اور مجیب بھی شیعہ تو امامی اثنا عشری مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب پر فتوی دینے کا جواز ہی کیا ہو سکتا ہے؟ نیز اس کتاب "ذخیرۃ المعاد" میں دوسرے تمام مسائل شیعہ مذہب کے مطابق ہیں۔ تو اس مسئلہ میں شیعہ مذہب ترک کر کے کسی دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی؟ علی الخصوص جبکہ حنفی مذہب میں اس قسم کی روایت کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔

لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب میں تھوڑا سا ریشم لپیٹنے کے بعد ماں' بہن' بیٹی اور خالہ پھوپھی وغیرہ کے ساتھ مباشرت اور مجامعت جائز ہے۔ مجوسی بھی ان محارم کے ساتھ مباشرت و مجامعت کو جائز رکھتے ہیں اور شیعہ کا فتوی بھی یہی ہے۔ صرف ریشمی رومال لپیٹنے کا تکلف اس مذہب والوں نے کیا جو مجوسیوں نے نہ کیا۔ جس کا مقصد واضح ہے کہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسی مجوسیت کو اسلام میں داخل کر دیا جائے اور اسلام کی روح کو مسخ کر دیا جائے۔ حالانکہ قرآن مجید نے ان محارم کے ساتھ عقد نکاح اور

ایجاب و قبول کو بھی حرام ٹھہرا دیا تھا تو جماع و مباشرت کے جواز کا تصور تک بھی اسلام میں روا نہیں ہو سکتا تھا۔ قال اللہ تبارک و تعالی "حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم" یہ عورتیں تم پر حرام کی گئی ہیں اور محل عقد و نکاح نہیں ہیں۔ مگر اسلام کا دم بھرنے والوں نے اور بزعم خویش آئمہ اہل بیت کے اتباع کا دعوی رکھنے والوں نے مجوسیت کو اسلام میں داخل کر کے اس فعل شنیع اور عمل قبیح کو حلال ٹھہرانے کی ناپاک جسارت کی۔

فائدہ عظیمہ

ریشم کا ٹکڑا لپیٹ کر محارم کے ساتھ مباشرت و مجامعت کو جائز رکھنے کا تکلف بھی صرف امامیہ اثنا عشریہ نے کیا ہے ورنہ دوسرے شیعہ فرقے اس تکلف کے بھی روادار نہیں ہیں بلکہ مطلقاً محارم کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ ذرا تفصیل ملاحظہ کریں۔ ۱۔ خطابیہ۔۔ یہ فرقہ ابو الخطاب اسدی کے متبعین کا ہے ان کے متعلق نعمت اللہ الجزائری نے لکھا ہے۔ استباحوا المحرمات و ترک الفرائض۔ (انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۷) انہوں نے تمام حرام اشیاء کو مباح اور حلال ٹھہرایا اور فرائض و واجبات کے ترک کو بھی۔

۲۔ رزامیہ۔۔ یہ فرقہ رزام کے متبعین کا ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت بلا فصل ماننے کے بعد دوسرے درجے میں محمد بن حنفیہ کو امام تسلیم کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے ابو مسلم خراسانی میں حلول کیا ہوا تھا اور وہ قتل نہیں ہوا۔

استحلوا المحارم و ترکوا الفرائض و منهم من ادعی الا لهیة فی المقنع ۔ (انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۹) اس فرقہ نے بھی محارم کو حلال ٹھہرایا اور فرائض کو ترک کر دیا اور ان میں سے بعض نے مقنع یعنی عطا خراسانی کے حق میں الوہیت کا دعوی کیا جس نے اپنے جادو اور سحر کے بل بوتے پر چاند کا شعبدہ دکھلایا تھا۔

۴ ۔ اسماعیلیہ و حرمیہ۔ جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ امام جعفر صادق تک امامت کے تسلسل کے قائل، لیکن ان کے بعد ان کے صاحبزادے اسماعیل اور ان کی اولاد کی امامت کے قائل ہیں گویا شش امامی ہیں۔ ان کے حرمیہ کہلانے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے محدث جزائری نے کہا لقبوا بالحرمیته ایضا لاباحتهم المحرمات و المحارم ۔ (انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۴۱) یعنی ان کو محرمات اور محارم کے مباح ٹھہرانے کی وجہ سے حرمیہ کا لقب دیا گیا۔ ان کی شان و شوکت حسن بن صباح کے دور میں یہاں تک بڑھی کہ ملوک و سلاطین زمان ان سے خوف زدہ ہو گئے فاظهروا اسقاط التکالیف و اباحة المحرمات و صاروا کالحیوانات و العجماوات ص ۲۴۳ ۔ تو انہوں نے تکالیف شرعیہ کو ساقط کرنے کا اعلان کیا اور محرمات کے مباح ہونے کا اور انسانی شکل و صورت ہونے کے باوجود حیوانات اور درندگی اختیار کرلی۔ ماں، بہن اور بیٹی کا امتیاز بھی نگاہوں سے اوجھل اور چار بیویوں کی پابندی بھی ختم۔ بلکہ ایک بیوی کا ایک خاوند سے اختصاص بھی ختم ہو گیا بظاہر یہ لوگ حضرت اسماعیل بن جعفر صادق کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے مگر ان کا اصلی حسب و

نسب کیا ہے اور ان کی تحریک کا بنیادی مقصد اور مطمح نظر کیا ہے اور اس پردہ میں پردگی کون ہے وہ بھی علامہ جزائری کی زبانی سنئے ۔

اسماعیلیہ شیعہ کا مدعاء اصلی

اصل دعواهم الی ابطال الشرائع ان العبادیة و هم طائفة من المجوس راموا عند قوت الاسلام تاویل الشرائع علی وجوه تعود الی قواعد اسلافهم و ذالک انهم اجتمعوا فتذاکروا ما کان علیه اسلافهم من الملک و قالوا لا سبیل لنا الی دفع المسلمین بالسف لغلبتهم علی الممالک لکنا نحتال بتاویل شرائعهم الی ما یعود الی قواعدنا و نستدرج بهم الضعفاء منهم فان ذلک یوجب اختلافهم و اضطراب کلمتهم و راسهم فی ذلک حمدان قومط فاخنوا تاویل الشرائع ۔ (ج ۲ ص ۲۴۲)

اسماعیلیہ کا اصل مدعا احکام شریعت کو بالکلیہ باطل ٹھہرانا ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ مجوس کی ایک جماعت جو عبادیہ کہلاتی تھی، انہوں نے اسلام کے غلبہ اور شوکت پا لینے کے بعد شرعی احکام کی تاویل و توجیہ اس انداز میں شروع کی جو ان کے اسلاف کے اصول و قواعد کی طرف راجع ہوتی۔

ہوا یوں کہ وہ ایک دفعہ جمع ہوئے اور اپنے اسلاف کی شان و شوکت اور ملک و سلطنت کو یاد کیا اور موجودہ ذلت و رزالت کو ۔ اور کہا کہ اہل اسلام کے ممالک پر غالب ہونے کی وجہ سے ہم ان کو بزور شمشیر اپنے علاقے سے نکال نہیں سکتے ۔ لیکن ہم ایسی حیلہ گری کر سکتے ہیں کہ ان کی شریعت کی ایسی

تعبیر و تشریح کریں کہ ہمارے اصول و قواعد پر منطبق ہو جائے اور ضعیف اور کم عقل اہل اسلام کو آہستہ آہستہ ہم اپنا ہم نوا بنالیں تو یہ چیز ان میں باہمی اختلاف و انتشار پیدا کرنے کا موجب ہو جائے گی اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی اور ان کا مکر و فریب اور دجل و تلبیس میں رئیس و قائد حمدان قرمط تھا۔ (اس لئے ان کو اس نسبت سے قرامطہ بھی کہتے ہیں)

تاویلات اسماعیلیہ

وضو۔ دراصل امام کی محبت و موالات کا نام ہے۔

تیمم۔ اصلی امام کے غائب ہو جانے پر اس کے ماذون سے احکام حاصل کرنے کا نام ہے۔

نماز۔ عبادت ہے ذات رسول سے جو کہ بدی اور شرور سے منع کرتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔

احتلام۔ نام ہے آئمہ کے اسرار میں سے کسی سر اور راز کو نااہل آدمی پر منکشف کر دینے کا۔

غسل۔ عبارت ہے حفظ اسرار کے عہد کی تجدید سے۔

زکوۃ۔ نفس کا تزکیہ کرنا اس دین کی معرفت کے ساتھ جس پر آئمہ کار بند ہیں۔

کعبہ۔ نبی کی زات۔ باب۔ علی المرتضی کی زات کا نام ہے۔ کعبہ۔ نبی کی ذات۔

باب۔ علی المرتضی کا نام ہے۔

صفا۔ عبارت ہے ذات نبی سے اور

مروہ۔ نام ہے علی ولی کا۔

میقات اور تلبیہ۔ کی حقیقت ہے امر کو قبول کرنا جس کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

طواف۔ بیت اللہ کے گرد سات طواف کرنے کا مطلب آئمہ سبعہ کی موالات اور محبت۔

جنت۔ صرف بدن کو تکلیف سے راحت پہنچانے کا نام ہے۔

نار۔ بدن کو تکالیف شرعیہ کی پابندی پر کاربند ہو کر مشقت میں ڈالنے کا نام ہے۔ الی غیر ذلک من خرافاتھم (الی)

فلم یزالوا یستھزؤن بالامور الشرعیة و قد تحصنوا بالحصون و کثرت شوکتھم و خافت الملوک منھم فاظھروا اسقاط التکالیف و اباحة المحرمات و صاروا کالحیوانات العجماوات۔ (ص ۲۴۴،۲۴۳)

اس دور سے لے کو حسن بن صباح کے دور تک یہ لوگ دین اسلام اور امور شریعہ کے ساتھ اسی طرح مذاق بناتے رہے اور خفیہ طریقہ پر یہ پروگرام جاری رہا۔ حتیٰ کہ انہوں نے قلعہ جات قائم کر لئے اور ان کی شان و شوکت بڑھ گئی اور شاہان وقت ان سے خوفزدہ ہو گئے تو انہوں نے علانیہ احکام شریعہ کے ساقط اور کالعدم قرار دینے کا اظہار کیا اور محرمات کے حلال ہونے کا برملا

اقرار و اعتراف کیا اور جنگلی جانوروں کی طرح آزاد اور بے قید ہو گئے۔

ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ کے فرقہ امامیہ کا لف حریر والا تکلف باسانی سمجھ آسکتا ہے کہ جب تک علانیہ احکام شرع کو ختم کرنے کی ہمت نہیں ہے تو تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ مجوسی اور یہودی طریق کار اپناؤ اور جب اقتدار اور اختیار حاصل ہو جائے تو پھر ان تکلفات کے پردے کو اتار پھینکو اور اپنا اصلی چہرہ ظاہر کر دو اور سب فرقوں کی اصل منزل اہل اسلام میں اختلاف و انتشار، تفرقہ بازی، فرقہ بندی اور وحدت اسلام کو پارہ پارہ کر کے انہیں اسلام سے برگشتہ کر کے ورطۂ ضلالت اور گمراہی میں مبتلا کرنا ہے تاکہ زبانی اسلام کا نعرہ خواہ بلند کرتے ہی رہیں مگر دراصل مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی یا یہودی وغیرہ ہوں۔

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ کے آئمہ کی طرف انتساب سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ ان کے سبھی فرقے اپنے آپ کو کسی نہ کسی امام کی طرف منسوب ضرور کرتے ہیں مگر بنیادی مقصد دین اسلام کو مجوسیت اور یہودیت وغیرہ کی طرف ڈھالنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اسی ضمن میں مزید ایک حوالہ ملاحظہ فرماتے چلیں اور اسلام کے خلاف اس سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

۴۔ حضرت امام ابو الحسن علی بن محمد الرضا رضی اللہ عنہ کے خدام خاص میں ایک شخص تھا محمد بن نصیر نمیری جس نے حضرت امام کے وصال کے بعد حضرت صاحب الزماں (امام مہدی) کا وکیل ہونے کا دعوی کیا اور وہ یہ بھی دعوی کرتا تھا کہ وہ خود رسول و نبی ہے۔ جس کو امام علی الرضا نے مبعوث فرمایا ہے اور محارم کے مباح ہونے کا بھی قائل تھا کان۔ یدعی انه

رسول نبی ارسله علی بن محمد علیهما السلام و یقول بالاباحة للمحارم۔

(و کذا فی تنقیح المقال ج ۳ ،جزء ا ص ۱۹۵ احتجاج طبری ج ۲ ص ۴۷۴)

اور احتجاج طبری کا محشی علامہ باقر موسوی شیخ طوسی کی کتاب الغیب سے کے حوالے سے رقمطراز ہے کہ۔

کان محمد بن نصیر النمیری یدعی انه رسول و انه ارسله علی بن محمد کان یقول بالتناسخ و یغلو فی ابی الحسن و یقول فیه بالربوبیة و یقول بالاباحة للمحارم و تحلیل نکاح الرجال بعضهم بعضا فی ادبارهم و یزعم ان ذاک من التواضع و الاخبات و التذلل فی المفعول به و انه من الفاعل احدی الشهوات و الطیبات و ان الله لا یحرم شیئا من ذلک و کان محمد بن موسی ابن الحسن بن الفرات یقوی اسبابه ویعضده اخبرنی بذلک عن محمد بن نصیر ابو زکریا یحی بن عبدالرحمن بن خاقان انه راه عیانا و غلام علی ظهره قال فلقیته بعد ذالک فقال ان هذا من اللذات و هو من التواضع و ترک التجر۔

(حاشیہ احتجاج الطبرسی ج ۲ ص ۴۷۵۔ تنقیح المقال للمامقانی ج ۳ جزء اول: ص ۱۹۵)

محمد بن نصیر نمیری رسول ہونے کا دعویدار تھا اور یہ کہ اسے علی بن محمد (امام رضا) نے ارسال فرمایا ہے وہ تناسخ کا عقیدہ رکھتا تھا اور امام ابوالحسن علی

مرضی رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں غلو کرتا ہوا ان کی ربوبیت کا قائل تھا اور محارم کے مباح ہونے کا معتقد و معترف تھا اور مردوں کے ساتھ نکاح اور لواطت کو مباح ٹھہراتا تھا اور اس کا دعوی یہ تھا کہ اس میں مفعول کے لئے تواضع، کسر نفسی اظہار ذلت اور عاجزی ہے جبکہ فاعل کے لئے پاکیزہ لذات اور شہوات میں سے ہے ۔اور اللہ تعالی ایسے شہوات کو جبکہ وہ تواضع، کسر نفسی اور عجز و مسکنت پر بھی مشتمل ہو کیسے حرام فرماسکتا ہے ۔ (گویا یہ سراسر خلاف عقل و درایت ہے کہ ایسے امور حرام فرماسکتا ہے(گویا یہ سراسر خلاف عقل و درایت ہے کہ ایسے امور حرام ٹھہرائے جائیں) اور محمد بن موسی بن حسن بن فرات اس کی تائید و تصدیق کیا کرتا تھا اور اس کے مذہب و عقیدہ کی اشاعت و ترویج کے وسائل و اسباب بہم پہنچاتا تھا۔

مجھے ابو زکریا یحی بن عبدالرحمن بن خاقان نے بتلایا کہ میں نے محمد بن نصیر نمیری کو علانیہ ایک نوجوان سے لواطت اور غیر فطری فعل کراتے دیکھا۔ بعد ازاں میں اس سے ملا اور میں نے اس کو برا بھلا کہا تو اس نے کہا یہ چیزلذات نفس سے ہے اور وہ تواضع اور کسر نفسی کے قبیل سے ہے (لہٰذا یہ بالکل حلال طیب ہے اور اس پر ملامت و سرزنش بے جا اور سراسر حماقت)

(ف) شیعہ صاحبان کے نزدیک درایت روایت پر مقدم ہے اور عقل نقل پر۔ اور نمیری نے اس دلیل کا سہارا لیتے ہوئے لواطت اور غیر فطری فعل کو مباح ٹھہرایا اور آپ متعہ کی بحث میں علامہ فتح اللہ کاشانی کا قول ملاحظہ کر چکے کہ درایت و عقل موجب یقین ہے اور روایت و نقل موجب ظن ہے ۔ لہٰذا

روایت کی وجہ سے درایت کو کیونکر ترک کیا جاسکتا ہے ۔ اسی مستحکم اور مضبوط اساس اور بنیاد پر نمیری صاحب نے بھی اپنے اس مزعومہ نظریہ کی بنیاد رکھی ہے ۔ لہٰذا اس پر اب چیں بجبیں ہونے کی ضرورت نہیں اور اسی قاعدہ محکم سے محارم کی حلت بھی واضح ہوتی ہے ۔ لہٰذا اس میں بھی چون و چرا کی گنجائش ختم ہو جائے گی بلکہ اسی پر تمام موالیان آئمہ کا اجماع ہونا چاہیے۔

نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس سازش کے کار پردازوں کا طریقہ واردات یہی تھا کہ ایک طرف تو آئمہ کے موالیوں اور ان کے خدام خالص میں شامل ہو جاتے تھے اور دوسری طرف ایسی بے دینی اور ضلالت و گمراہی کو آئمہ کے نام پر پھیلاتے تھے اور بتیہرے لوگوں کو مذہب اسلام سے برگشتہ کر کے چھوڑتے اور زبانی زبانی گو مسلم و مومن کہلاتے مگر درحقیقت بد ترین یہودی و مجوسی اور کالے کافر ہوتے تھے ۔ فاعتبروا یا اولی الالباب و الابصار۔ اور یہی منصوبہ پہلے دن ہی مجوس اور یہود نے طے کیا تھا جس پر اس ہوشیاری اور چالاکی سے عملدر آمد کیا جاتا رہا اور بلاخر مذہب اسلام میں ہر وہ قباحت داخل کر دی گئی جس کو مٹانے کے لئے یہ آسمانی مذہب دنیا میں نافذ کیا گیا تھا۔ نعوذ باللہ من ذلک

۔ قال شیخنا العلامته المامقانی .... النصیریة من الغلاة اصحب محمد بن النصیر النمیر کان یقول الرب هو علی بن محمد العسکری علیه السلام و هو نبی من قبله و اباح المحارم و احل النکاح بالرجال و عن الکشی انهم فرقة قالوا بنبوة محمد بن النصیر الفهری ۔

(حاشیہ انوار مدنیہ از محمد علی القاضی طباطبائی ج ۱ ص ۲۷)

شیخ علامہ مامقانی نے کہا کہ نصیریہ فرقہ غالیوں میں سے ہے جو کہ محمد بن نصیر نمیری کے متبعین ہیں ۔ اس کا دعوی یہ تھا کہ حضرت علی بن محمد عسکری رب ہیں اور وہ ان کی طرف سے نبی ہے اور اس نے محارم کو مباح قرار دیا اور مردوں کا مردوں کے ساتھ نکاح بھی حلال قرار دیا اور علامہ کشی نے بھی یہی تصریح کی ہے کہ نصیریہ وہ فرقہ ہے جس نے محمد بن نصیر فہری نمیری کی نبوت کا قول کیا۔

۶ ۔ شیعہ کا ایک فرقہ بشیریہ ہے جو تبع ہیں حضرت موسی کاظم کے اصحاب میں سے محمد بن بشیر کے جس نے امامت کو آپ پر موقوف کر دیا اور کہا کہ وہ زندہ ہیں مگر نگاہ عوام سے پوشیدہ ہیں اور وہی قائم بالامر اور مہدی آخرالزمان ہیں اور یہ بھی دعوی کیا کہ انہوں نے غائب ہوتے وقت مجھے اپنا خلیفہ اور وصی بنایا اور مجھے اپنی مہر عطا کی اور رعایا کے تمام دینی اور دنیوی ضروری امور کا علم مجھے عطا کیا وغیرہ وغیرہ ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دین محمدی اور شرع مصطفوی پر وار کرتے ہوئے صرف پانچ نمازوں اور صیام ماہ رمضان کے فرض ہونے کا اقرار کیا اور زکوۃ و حج اور دیگر فرائض کا انکار کر دیا بلکہ محارم اور دیگر فروج بلکہ غلمان کے ساتھ غیر فطری فعل کو بھی مباح ٹھہرایا۔

زعموا ان الفرض علیهم من الله اقام الصلوات الخمس و صوم شهر رمضان و انکروا الزکوة والحج و سائر الفرائض و قالوا باباحة المحارم و الفروج و الغلمان ۔ اور صرف دعوی پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ قرآن مجید میں معنوی تحریف کر کے اس پر بزعم خویش دلیل بھی قائم کی اور کہا۔ و اعتلو فی ذلک بقوله تعالی او یزوجهم ذکرانا و اناثا۔ یعنی اللہ تعالی ان کو باہم جفت کرتا ہے مذکر ہونے کی حالت میں اور مونث ہونے کی حالت میں ۔

(تنقیح المقال از علامہ مامقانی ج ۲ جزو ۳ ص ۸۸ و رجال الکشی ص ۴۰۶ وحاشیہ رجال کشی ص ۳۸۷)

فائدہ محمد بن نصیر نے دلالت عقل کے ساتھ محارم کے ساتھ جماع اور غلمان کے ساتھ لواطت اور مردوں کے غیر فطری فعل کو جائز کیا تھا لیکن محمد بن بشیر نے دلالت نقل قرآن مجید کے ساتھ اس کو بزعم خویش ثابت کر دکھلایا اور جب عقلی و نقلی دلائل اس تجویز پر متفق ہوگئے اور یہ اباحت اس قدر مبرہن اور مدلل انداز میں ثابت ہو گئی تو اب شیعی ملت کے لئے انکار کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے ؟ لاحول ولا قوة الا بالله)

رہ گیا یہ معاملہ کہ قرآن مجید امہات و بنات و اخوات کی حرمت کا بھی ذکر ہے اور قوم لوط کے فعل شنیع پر عذاب کا بھی ' تو اس کا جواب واضح ہے کہ ملنگان علی نے سارے قرآن پر عمل کا ذمہ تھوڑا ہی لے رکھا ہے ؟ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی قرآن میں یہ حکم ہوں ہی نہیں بلکہ یہ خلفاء ثلاثہ نے اپنی طرف سے تصرف کر دیا ہو۔ جب حضرت مہدی آئیں گے اور اصلی قرآن دنیا پہ ظاہر ہو گا اس وقت حقیقت کھلے گی لہذا حرام ہونے کی صورت

میں توبہ کریں گے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

فائدہ مہمہ

جتنے فرقوں سے بھی یہ افعال قبیحہ اور اعمال سیئہ حلال ٹھہرانے کے اقوال منقول ہیں وہ سبھی خلافت بلافصل کے معتقد ہیں اور خلفاء ثلاثہ کے مخالف۔ بشیریہ امام موسی کاظم تک تسلسل امامت کے قائل اور اسماعیلیہ بھی امام جعفر تک اس کے معتقد، نصیریہ حضرت علی الہادی یعنی دسویں امام تک تسلسل امامت کے قائل۔ مگر بایں ہمہ اسماعیلیہ کو عبادیہ مجوسیوں کا پیدا کردہ فرقہ اور ان کے جاری کردہ فاسد عقائد و نظریات کا شاہکار قرار دیا گیا ہے تو اس سے اباحت محارم و محرمات اور خلافت بلا فصل وغیرہ کے قائل دوسرے فرقوں کی حقیقت اور اصلیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ محض اسلام کے خلاف بدترین سازش ہے اورجب اہل بیت اور عقیدہ خلافت کو بطور ستر و پردہ اور تلمیع و تصنع اپنایا گیا ہے۔ دراصل اسلام اور محسنین اسلام پر کاری ضرب لگانے کے لئے اور اسلام کو یہودیت اور مجوسیت میں بدلنے کے لئے گھناونی چال اور گہری سازش سے کام لیا گیا ہے۔ جس کا بعض لوگ مکمل طور پر شکار ہوئے اور غلو کی انتہاء کو پہنچ گئے اور بعض تھوڑے تھوڑے متاثر ہوئے گو صراط مستقیم سے ہٹ گئے مگر بڑے غالیوں میں شامل نہ ہوئے۔ لہذا تفاوت مراتب تو مانا جاسکتا ہے مگر اصل حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سب کارستانیاں شاطران یہود و مجوس کی ہیں۔ فاعتبروا یااولی الالباب۔

باب چہارم

لواطت اور مذہب شیعہ

یہ ایسا گھناؤنا اور مکروہ فعل ہے کہ تمام امتوں اور اقوام عالم میں سے کسی نے بھی اس فعل کا ارتکاب نہیں کیا تھا قوم لوط علیہ السلام انتہائی بدکردار تھی اور عبرت ناک عذاب سے دوچار ہوئی مگر انہوں نے بھی لڑکوں اور مذکروں کے ساتھ اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا عورتوں کے ساتھ نہیں۔ قوم یہود اور عجمی لوگ تو حیض کے ایام میں عورتوں کو گھروں سے نکال دیتے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا پینا بھی بند کر دیتے۔ نصاری اس معاملہ میں انتہائی نرم رویہ رکھتے تھے لیکن وہ حالت حیض میں مباشرت تو کر لیتے تھے مگر عورتوں سے لواطت ان کا بھی عمل نہیں تھا۔ اس کے برعکس اللہ تعالی کے آخری مذہب، کامل واکمل دین، آخری کتاب اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ میں انتہائی مناسب اور متوازن حکم جاری کیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔

ترجمہ۔ آپ سے سوال کرتے ہیں حیض کے متعلق، فرمادیجئے وہ غلاظت ہے لہذا الگ رہو عورتوں سے حالت حیض میں اور نہ مجامعت کرو ساتھ ان کے۔ جب تک اچھی طرح پاک نہ ہو جائیں پس جب اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے ساتھ مجامعت کرو اس جگہ سے جس کا اللہ تعالی نے تمہیں

حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو، محبوب رکھتا ہے مکمل طور پر پاکیزہ رہنے والوں کو۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی کی جگہ ہیں۔ پس آؤ اپنی کھیتی کی جگہ کو اور مجامعت کرو ساتھ ان کے جس کیفیت پر چاہو۔

کتنا واضح ارشاد ہے اور محکم فرمان ہے اور کس قدر یہود نصاریٰ کے افراط و تفریط کے درمیان راہ اعتدال متعین فرما کر امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اس پر چلنے کا حکم دیا ہے کہ حالت حیض میں مباشرت سے گریز کرو اور نصاریٰ کی اتباع نہ کرو اور نہ ہی بالکل علیحدگی اختیار کر کے یہود اور اعاجم کے نقش قدم پر چلو۔ تفسیر منہج الصادقین میں شیعہ کا مفسر اعظم فتح اللہ کاشانی اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

اہل جاہلیت مواکلہ و مشاربہ و مساکنہ با زناں حائض نمیکردند مانند فعل یہود و مجوس چوں ایں آیت نازل شد مسلمانان برظاہر آں عمل کروند و ازیشاں اعتزال نمودند من جمیع الوجوہ (الی) حضرت فرمود انما امرتکم ان تعتزلوا مجامعتھن اذا حضن ولم آمرکم باخراجھن کفعل الاعاجم وگویند چوں نصاریٰ بازنان حائض مجامعت کردند و از آں باکے نمیداشتند و یہود ازیشاں معتزل میشدند در جمیع امور حتی حق تعالیٰ اہل ایمان را امر فرمود باقتضاء بین الامرین۔

(ص ۴ جزو دوم)

اگر مجوسی اعاجم اور یہودی عورتوں کے ساتھ لواطت کو روا رکھتے تو اس کی اشد ضرورت تو اسی حالت حیض میں ہی ہو سکتی تھی اس میں ان سے کلی اجتناب کیوں کرتے اور نصاریٰ حالت حیض میں بھی مباشرت و مجامعت روا نہ

رکھتے بلکہ لواطت پر ہی اکتفا کرتے الغرض یہ فعل کسی امت اور قوم میں مروج اور معمول نہیں تھا حتی کہ مجوس میں بھی۔

لیکن شیعہ نے وہ کچھ جائز اور روا رکھا جو کسی مشرک اور بدمذہب قوم نے بھی روا نہیں رکھا تھا اور پھر ظلم یہ کہ لواطت کا جواز آئمہ اہل بیت کے ذمہ لگا دیا اور اس بہتان عظیم اور افک مبین میں ذرہ بھر شرم محسوس نہ کی اور اہل تشیع نے اپنی صحاح میں آئمہ کی طرف منسوب روایات درج کیں جو اس فعل شنیع کے جواز اور حلت پر دلالت کرتی ہیں۔ (فروع کافی مولفہ ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی میں باب محاش النساء قائم کیا گیا ہے اور استبصار مولفہ شیخ الطائفہ امام ابو جعفر طوسی میں مستقل عنوان " ایتان النساء فیما دون الفرج " قائم کیا گیا ہے یعنی عورتوں کے ساتھ لواطت کا حکم اور شرعی جواز ص ۱۳۰۔ اور متعدد روایات درج کی گئی ہیں۔

۔عن عبداللہ بن ابی یعفور قال سالت ابا عبداللہ علیہ السلام عن الرجال یاتی المراۃ فی دبرھا قال لا باس اذا رضیت قلت فاین " قول اللہ فاتوھن من حیث امرکم اللہ " فقال ھذا فی طلب الولد فاطلبوا من حیث امرکم اللہ ان اللہ یقول نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۴)

ترجمہ۔ عبد اللہ بن ابی یعفور سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اس آدمی کے متعلق جو عورت کے ساتھ لواطت کرے تو انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں بشرطیکہ عورت راضی ہو جائے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کدھر گیا؟ عورتوں کے ساتھ مجامعت اس جگہ

سے کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تو امام نے فرمایا یہ اس صورت میں ہے جب جماع سے اولاد کی پیدائش مطلوب ہو لہٰذا اولاد وہیں سے طلب کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی جگہ ہے لہٰذا ان کے ساتھ مباشرت کرو جدھر سے چاہو۔

(منہج الصادقین ج ۲ ص ۴) میں ہے " وایں مفتی بہ اکثر اصحاب ماست)
ہمارے اکثر علماء کے نزدیک مفتی بہ یہی روایت ہے

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۵)

۲ ۔ امام ابو الحسن الرضا سے عورت کے ساتھ لواطت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا۔ احلتھا آیة من کتاب اللہ قال لوط علیہ السلام ھولاء بناتی ھن اطھر لکم و قد علم انھم لا یریدون الفرج۔

اس کو قرآن مجید کی اس آیت نے حلال کر دیا ہے جو لوط علیہ السلام سے حکایت ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے ان بدمعاشوں کو کہا تھا جبکہ وہ انہیں ان کے پاس بشری شکل میں آنے والے فرشتوں کے لئے پریشان کر رہے تھے ۔ یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ ان کے ساتھ فرج میں جماع سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ۔
(لہٰذا آپ نے ان پر اپنی بیٹیوں کے ساتھ لواطت کو مباح کر دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک)

منہج الصادقین میں اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہا" درغیر شرع ماست پس در شرع ماحجت نباشد " یہ دوسری شریعت کا معاملہ ہے اس کو حجت و

دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔(ص ٦ جز دوم)

علاوہ ازیں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان پر اپنی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی تھی قال ابو عبداللہ عرض علیھم التزویج (فروع کافی ج ۲ ص ۲۳۹) لہٰذا امام رضا کا استدلال امام جعفر صادق کی اس تفسیر سے باطل ٹھہرا۔ علاوہ ازیں قابل غور یہ عمل ہے کہ اگر نعوذ باللہ ان بچیوں کے ساتھ بھی لواطت مباح فرما رہے تھے تو ھن اطھر لکم کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے وہ بھی حرام اور یہ بھی حرام ۔ کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں کہ لوط علیہ السلام کی شریعت میں عورتوں کے ساتھ لواطت جائز تھی اور اس آیت کے معنی میں شیعہ اور سنی کے درمیان اختلاف و نزاع ہے ۔ لہٰذا اس کو دلیل بنانے کا ویسے کوئی جواز نہیں ۔

۳ ۔ صفوان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا سے عرض کیا تمہارے موالی میں سے ایک شخص نے مجھے ایک مسئلہ دریافت کرنے کا حکم دیا ہے وہ خود پوچھتے ہوئے شرماتا ہے آپ نے فرمایا بتلائیے وہ کیا مسئلہ ہے تو صفوان نے کہا۔ الرجل انه یاتی زوجته فی دبرھا قال نعم ذلک له قال قلت و انت تفعل ذالک قال انا لا نفعل ذالک ۔ کیا آدمی کو حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی سے لواطت کرے تو آپ نے فرمایا.... ہاں اسے یہ حق حاصل ہے ۔ میں نے کہا کیا آپ بھی یہ کام کرتے ہیں (تاکہ ہمارے لئے قولی اور فعلی سنت بن جائے ۔ آپ نے فرمایا ہم یہ فعل نہیں کرتے ۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۳۴ ۔ تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

۴ ۔یونس بن عمار سے مروی ہے کہ میں نے امام عبداللہ یا امام ابو الحسن

سے کہا کہ میں بسا اوقات لونڈی کے ساتھ لواطت کرتا ہوں اور اب میں نے یہ قسم کھالی ہے کہ اگر میں اس کے ساتھ یہ فعل کروں گا تو مجھ پر ایک درہم صدقہ کرنا لازم ہو گا اور اب اس قسم کو نبھانا میرے لئے مشکل ہو گیا ہے ' تو انہوں نے کہا ...لیس علیک شئی و ذلک لک تجھ پر کفارہ بھی لازم نہیں ہے اور لواطت جائز ہے ۔ بقول شیعہ لواطت حلال تھی اسے حرام کرنا یمین ہو گیا اور خود اس نے ایک درہم اپنے ذمے لگا رکھا تھا امام نے اس کی بھی چھوٹ دے دی تو آخر اس رعایت کی وجہ جواز کیا ہو سکتی ہے ؟

۵ ۔حماد بن عثمان سے مروی ہے کہ خود میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا یا جس نے ان سے دریافت کیا اس نے مجھے بتلایا کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے یہ دریافت کیا کہ آیا مرد عورت سے لواطت کر سکتا ہے اور اس وقت آپ کے ہاں لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی ' تو آپ نے پہلے تو بلند آواز سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کو تکلیف مالایطاق دے تو اسے بیچ دے ۔بعد ازاں ان لوگوں کے چہروں پر ایک نظر ڈالی اور پھر میری طرف جھک کر آہستہ سے کہا " لا باس "اس میں کوئی حرج نہیں (تہذیب ج ۷ ص ۴۱۵) سبحان اللہ لوگوں کو تو دوسری حدیث باواز بلند سنا کر اس مین مشغول کر دیا اور اس کو خفیہ طور پر مسئلہ بتا دیا دیکھا آپ نے کہ محبین ' اماموں کو کس طرح چکر باز اور حیلہ ساز ثابت کرتے ہیں ۔

امام جعفر صادق کا استدلال ۔ امام ابو الحسن کا جواب

قول باری تعالی نسائکم حرث لکم انی شئتم کی تحقیق

پہلی روایت میں امام جعفر صادق کا استدلال جواز لواطت پر اس آیت کریمہ کے ساتھ آپ نے ملاحظہ کر لیا ہو گا۔

اب اس کا جواب امام ابو الحسن الرضا کے کلام سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس استدلال کا ضعف دوسرے امام کے قول سے واضح ہو جائے اور شیعی علماء کا دعوی بھی باطل ہو جائے کہ آئمہ میں سے ایک کا جو قول ہو گا دوسروں کا بھی وہی ہو گا۔

عن معمر بن خلاد قال ابو الحسن ای شئی یقولون فی اتیان النساء فی اعجازهه فقلت له بلغنی ان اهل المدینة لا یرون به باسا فقال ان الیهود کانت تقول اذا اتی الرجل المراة من خلفها خرج ولده احول فانزل الله تعالی نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم من خلف و قدام مخالفا لقول الیهود و لم یعن فی ادبارهن۔

(استبصار ص ۳۱ ۔ تفسیر صافی ص ۷۳)

معمر بن خلاد سے مروی ہے کہ امام ابوالحسن الرضا نے مجھ سے دریافت کیا لوگ عورتوں کے ساتھ لواطت کے متعلق کیا کہتے ہیں تو میں نے ان سے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اہل مدینہ اس میں حرج نہیں سمجھتے ۔ تو آپ نے فرمایا....یہود کیا کرتے تھے کہ جب خاوند بیوی کے ساتھ پچھلی طرف سے جماع کرے اور سامنے سے نہ کرے تو اس کا بچہ بھینگا ہو گا تو اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر حکم دیا کہ عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی جگہ ہیں (جہاں سے تمہاری اولاد پیدا ہوتی ہے) لہذا ان کے ساتھ جماع جس کیفیت کے ساتھ

چاہو کرو آگے سے یا پیچھے سے ۔ جس سے مقصود یہود کے دعوی کا رد اور مخالفت ہے اور یہ مقصد باری تعالی کا نہیں کہ ان کے ساتھ لواطت تمہارے لئے حلال ہے (کیونکہ اس فعل کا محل مقام حرث نہیں بلکہ غلاظت کی جگہ ہے)(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۵)

امام جعفر صادق سے متضاد روایات

۱ ـ عن سدیر قال سمعت اب عبدالله علیه السلام یقول قال رسول الله ﷺ محاش النساء علی امتی حرام۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

سدیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا رسول اللہؐ نے فرمایا ' میری امت پر عورتوں کی پاخانہ والی جگہیں حرام ہیں یعنی لواطت حرام ہے ۔

(ف)یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ صرف امام جعفر صادق کا قول نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے اور اس میں حرمت کی تصریح موجود ہے ۔

۲ ـ عن هاشم عن ابی عبدالله لاتفری و لا تفرث و عن ابی بکیر لا تفرث ای الاناث من غیر هذا الموضع

یعنی ہاشم اور ابن بکیر دونوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ لواطت نہ کرو صرف ان کا فرج ہی استعمال کرو ۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

۳ ـ والعیاشی عن الصادق ای متی شئتم فی الفرج و فی روایة اخری عنه ای ساعة شئتم و فی اخری من قدامها و من خلفها فی القبل ـ یعنی عیاشی نے کہا امام صادق سے اس آیت کی تفسیر میں تین قول منقول ہیں ۔

اول جس وقت چاہو ان سے جماع کرو لیکن فرج میں ۔

دوم یا جس گھڑی چاہو ۔

سوم سامنے سے جماع کرو یا پیچھے سے لڑکن ہو فرج میں ۔ یعنی انی زمانہ کی تعمیم بیان کرنے کے لئے ہے رات میں جماع کرو یا دن میں ۔ یا ساعات کی تعمیم بیان کرنے لئے ہے یا کیفیت جماع میں تعمیم بیان کرنے کے لئے ہے اور اس سے مکان کی تعمیم مقصود نہیں تاکہ لواطت کا جواز لازم آئے ۔

(ف)ان روایات کی رو سے امام جعفر صادق اور امام ابوالحسن الرضا دونوں کا اس آیت کی تفسیر میں اتفاق و اتحاد ثابت ہو گیا ۔

۴ ـ اللہ تعالی نے محصنین غیر مسافحین فرمایا ان کو حق مہر کے عوض تمہارے لئے حلال قرار دیا گیا ہے لیکن تمہارا ارادہ محض مادہ منویہ کا اخراج اور ظروف منویہ کا استفراغ نہیں ہونا چاہئے بلکہ احصان اور عزت نفس کا تحفظ ملحوظ ہونا چاہئے اور لواطت سے مقصود صرف استفراغ اور شہوت رانی ۔ اس لئے اس کے ساتھ احصان ثابت نہیں ہو سکتا لہذا واضح ہو گیا کہ اس آیت میں لواطت کا جواز نہیں بیان کیا گیا بلکہ یہود کا یہاں محل خاص میں جماع کا بیان ہے اور کیفیت جماع میں تعمیم مقصود ہے یا اس کے

اوقات میں اور رسول کریم علیہ السلام کے فرمان سے او ر امام جعفر صادق کی روایت سے صراحۃ حرمت کا حکم واضح ہو گیا اور کلام مجید کا سیاق و سباق بھی لواطت کی حرمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عورت اولاد متولد ہونے کے لحاظ سے مرد کے لئے کھیتی کی جگہ ہے اس جہت کو نسیاؤکم حرث لکم میں بیان کرنے کے بعد بطور تفریع فاتوا حرثکم فرمایا اور اسی مقام حرث کا تعین ہی من حیث امرکم الله میں واضح فرمایا ہے اور حالت حیض میں مجامعت کے ممنوع ہونے کی علت قل ھو اذی بیان فرما کر بھی لواطت کی حرمت واضح فرمادی۔ کیونکہ جس طرح خون حیض غلاظت ہے اور اس دوران فرج کا استعمال ممنوع ہے تو براز اور پاخانہ کی نالی جو ہر وقت اس غلاظت سے آلودہ ہوتی ہے اس کی حرمت میں کیا شک ہو شبہ ہو سکتا ہے ؟ نیز فرج میں مجامعت سے غلیظ مادہ معدہ میں نہیں جاسکتا لیکن لواطت کی صورت میں یہ مادہ معدہ میں پہنچتا ہے اور قیلوس و کیموس کے ساتھ شامل ہو کر جزو بدن بن جاتا ہے جس سے اس کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔

لواطت کے دلدادگان کا اضطراب اور توجیہات فاسدہ

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی دو روایات کے متعلق کہتا ہے۔

۱۔ و فی ھذین الخبرین من ضرب من الکراھیۃ لان الافضل التجنب عن ذلک و ان لم یکن محظورا۔ ان دونوں روایتوں کی توجیہ یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی ناپسندیدگی کا بیان ہے کیوں کہ

لواطت اگرچہ ممنوع نہیں ہے مگر افضل اجتناب ہی ہے (سبحان اللہ سرور دو عالم علیہ السلام فرما دیں لواطت حرام ہے اور قرآن، غلاظت سے دور رہنے کا حکم دے مگر لواطت کے شائق اس کا ترجمہ یہ کریں کہ بس خلاف اولی ہے اور غیر انسب فعل ہے)

۲۔ و یحتمل ایضا ان یکون الخبران وردا مورد التقیۃ لان احدا من العامۃ لا یجیز ذلک الا ما یحکی عن مالک و یختلف اصحابہ عنہ فیہ۔

(و کذا فی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں روایتیں بطور تقیہ آپ سے صادر ہوئی ہوں یعنی عام اہل اسلام کے ڈر سے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اسے جائز نہیں رکھتا ماسوائے اس حکایت کے جو امام مالک کی طرف منسوب ہے لیکن ان کے متبعین ان کی طرف منسوب اس حکایت کی صحت میں اختلاف رکھتے ہیں۔

ف۔ اس توجیہ میں بھی سقم اور فساد واضح ہے کہ حلال کو حرام کر دینا خدا تعالیٰ کی بغاوت ہے اور دین میں فساد اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی بہتان باندھنا لازم آئے گا، کیا آئمہ کرام دین کا اسی طرح تحفظ کرتے رہے اور لوگوں کی رہنمائی کا حق اسی طرح ادا کرتے رہے کہ حلال کو بوجہ خوف خلق حرام قرار دیتے رہے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

۳۔ امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کے متعلق شیخ الطائفہ نے کہا۔

الذی تضمنہ ھذا الخبر تفسیر الایۃ و سبب نزولھا و ما المراد بھا و لیس اذا لم یکن ما قلناہ مرادا بالایۃ یجب ان

یکون حراما بل لا یمتنع ان یدل دلیل اخر علی جواز ذلک۔

یعنی اس روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ ہے صرف اس آیت فاتوا حرثکم انی شئتم کی تفسیر اور اس کا سبب نزول اور اس سے جو کچھ باری تعالی کی مراد ہے اس کا متعین کرنا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا نظریہ یعنی جواز لواطت اس آیت میں مراد نہ ہو تو خواہ مخواہ وہ حرام ٹھہرے بلکہ ہو سکتا ہے کوئی دوسری دلیل اس کے جواز پر دلالت کرے اور وہ روایات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اقوال۔ اتنا قدر تسلیم ہو گیا اس آیت میں لواطت کا جواز بیان نہیں کیا گیا اور ہم تنبیہ کر چکے ہیں کہ حیض کے ایام میں عورتوں کے ساتھ جماع کو حرام ٹھہرا کر اور غلاظت کو اس کی علت بنا کر قرآن مجید نے اس کی حرمت واضح کر دی بلکہ حرثکم نے محل جماع متعین کر دیا اور صاحب قرآن علیہ السلام نے محاش النساء علی امتی حرام فرما کر لواطت کی وجہ حرمت واضح فرمادی۔ یعنی گوبر اور غلاظت والی جگہ ہونے کی وجہ سے لواطت حرام ہے کیونکہ حکم مشتق پر تو مبدء اشتقاق علت حکم ہوا کرتا ہے لہذا کتاب اللہ میں بیان کردہ علت کو نبی اکرم ﷺ نے لواطت کے حرام ہونے کی علت قرار دیا اللہ تعالی اور نبی مصطفے علیہ السلام کے ارشادات کے بعد امام جعفر صادق کی طرف منسوب متضاد و متعارض روایات کا کیا وزن ہو سکتا ہے؟ اور قرآن سنت کے برعکس ان اقوال سے جواز ثابت کرنے کی کیا وجہ جواز ہو سکتی ہے؟

اصولی بات

جبکہ قاعدہ اور قانون اور اصل و کلیہ یہ ہے کہ جب ایک چیز حلت و حرمت کے درمیان دائر ہو تو احتیاطا حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا اس قاعدہ کی رو سے بھی اس فعل کو حرام ٹھہرانا ضروری تھا نہ کہ ہر ممکن طریقہ سے قوم لوط کی متابعت پر کمربستہ ہونا۔ العیاذ باللہ۔

شیعہ کی قوم 'لوط علیہ السلام سے سبقت

بلکہ یہ تو قوم لوط علیہ السلام سے بھی بازی لے گئے کیونکہ ان کو تو عورتوں کے ساتھ لواطت کی نہ سوجھی بلکہ بقول شیعہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ٹھکرا دیا اور کہا مالنا فی بناتک من حق ہمیں آپ کی بیٹیوں کے ساتھ یہ فعل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان کو بہت دور کی سوجھی ہے۔

اہل السنت کا مذہب۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی کی تصریح نظر نواز ہو چکی لان احدا من العامۃ لا یجیز ذالک۔ کہ عام اہل اسلام سے کوئی اس کا قائل نہیں ہے الحق ما شہد بہ الاعداء لہذا سوائے شیعہ کے جملہ اہل اسلام کا لواطت کے حرام ہونے پر اجماع و اتفاق ثابت ہو گیا۔ رہا معاملہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا تو ان کی طرف جواز کے فتوی کی نسبت کرنا خود طوسی کے بقول مختلف فیہ ہے۔

حقیقت حال۔ یہ ہے کہ یہ ان پر افتراء ہے۔ ان کے موطا میں اس مسئلہ کا عنوان ہی یہ ہے (باب یحرم الاتیان فی الدبر و یحل فی قبلها من جانب دبرها موطا مع مصفی ج ۲ ص ۲۶) یعنی مرد کا بیوی کے ساتھ لواطت کرنا حرام ہے البتہ پچھلی طرف سے فرج میں وطی اور جماع حلال ہے اور اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم اور کسی کا مذہب صحیح طور پر اس کی کتابوں ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ فرج میں ہر کیفیت پر وطی اور جماع حلال ہے اور دبر میں ہر حال میں وطی اور مباشرت حرام ہے۔

(تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ کاشانی نے کہا جزو دوم ص ۷ معظم فقہاء عامہ در ایں مخالفت نمودہ اند گفتہ اند کہ حرث نمیباشد مگر بسل پس وطی در موضع جائز باشد کہ نسل متوقع باشد و ایں در دبر مستی است۔ یعنی معظم فقہاء اہل السنت لواطت کے معاملہ میں شیعہ کے خلاف ہیں اور وہ قرآن کے کلمہ حرث کو دلیل حرمت بناتے ہیں کیونکہ عورتیں حرث کہلاتی ہیں۔ مبدء نسل ہونے کی وجہ سے اور وہ صرف فرج ہے نہ کہ دبر۔

صاحب منہج کا انوکھا استدلال اور بے خبری کی انتہاء

عورتیں اگرچہ حرث، فرج کی وجہ سے کہلاتی ہیں لیکن ان کے ساتھ مباشرت مقام حرث کے علاوہ مقامات میں جائز ہے جس طرح تفخیذ وغیرہ یعنی عورت کی رانوں کے درمیان آلہ تناسل داخل کرنا جائز ہے۔ للذا لواطت بھی جائز ہے۔ نساء اگرچہ حرث اند لیکن وطی ایشاں در غیر موضع حرث بلا خوف جائز است مانند وطی بین الفخذین وغیرہ۔

(ملاحظہ ہو تفسیر منہج الصادقین ج ۲ ص ۷)

جواب۔

رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس چیز سے محبت ہو محب اس کے عیوب دیکھنے اور سننے سے اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ در حقیقت تفخیذ وغیرہ اتوھن لباس لکم و انتم لباس لھن کے ضمن میں آتی ہے۔ مرد عورت کے لئے لباس ہے اور عورت مرد کے لئے۔ بلکہ پھر اس فعل کو وطی یا جماع سے تعبیر ہی نہیں کیا جاتا اور فاتوا حرثکم میں وطی اور جماع کا حکم دیا گیا ہے اور حرث کے لفظ سے دو محتمل مقاموں میں سے ایک کا تعین کر دیا گیا ہے کہ جو جگہ مبدء نسل ہے وہاں سے جماع کرو۔

بہرحال یہ سب کرشمہ ہے حب لواطت کا ورنہ صریح حرمت ثابت ہونے کے بعد اس قسم کے بودے اور بے ہودہ استدلال کا کیا مقصد ہو سکتا ہے کیونکہ کتاب و سنت میں لواطت حرام کی گئی ہے اور تفخیذ حرام نہیں ہے تو حرام کا قیاس غیر حرام پر کیسے کیا جا سکتا ہے۔ نیز قیاس اہل تشیع کے نزدیک حجت شرعی ہی نہیں بلکہ وہ اسے سخت ناپسندیدہ فعل ٹھہراتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک حجت ہے مگر جہاں کتاب سنت اور اجماع سے حکم ثابت نہ ہو سکے اور ان میں اس کی تصریح موجود نہ ہو نہ کہ ان کے مقابل قیاس کو حجت قرار دیا

جائے گا۔

عبرت انگیز فرمان

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔ حرمة الدبر اعظم من حرمة الفرج ان الله اهلك امة بحرمة الدبر و لم يهلك احد بحرمة الفرج۔ دبر میں جماع اور لواطت کی حرمت زنا سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو حرمت دبر کے پامال کرنے پر ہلاک و تباہ و برباد کیا(جس کی تباہی کی نظیر کسی دوسری قوم میں نہیں ملتی۔ اس قدر سنگین عذاب کہ ساتویں طبقہ سے زمین کو اکھیڑ کر اٹھا لیا اور ان کو اتنا نیچے دھنسایا کہ ان کی ہوا بھی کسی کو نہ لگے ' لیکن حرمت فرج پامال کرنے پر کسی قوم کو ایسا سنگین عذاب نہیں دیا گیا اور نہ اس طرح رسوا و ذلیل کیا گیا ہے۔

روافض کے اس فتوی کو امام موصوف کے اس فرمان کے بعد کیا شیطان کی دوسری چال نہیں سمجھا جائے گا کہ اس برائی کو رنگ دے کر اس امت کی رسوائی اور تباہی کا سامان کیا جائے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

تنبیہہ

نیز یہ بھی خیال رہے کہ امام موصوف نے دبر اور فرج کے درمیان تقابل کیا ہے مردوں کی جائے پاخانہ میں تقابل نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام عالی مقام کے نزدیک مردوں اور عورتوں کے ساتھ لواطت کا ایک ہی حکم ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سخت ترین عقاب و عتاب کا نشانہ بننا۔

علاوہ ازیں لڑکوں اور مردوں کے ساتھ لواطت کی صورت میں شیعہ کے نزدیک ان کو قتل کر دینا لازم ہے جس طرح کہ تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ کاشانی نے تصریح کی ہے۔ ممکن است حمل آں بر قتل زیرا کہ آں حد لواطہ است (ج ۲ ص ۴۵۸) لہٰذا عورتوں کے ساتھ لواطت کی بھی یہی سزا ہونی چاہئے کیونکہ فعل کی حقیقت ہر دو جگہ ایک جیسی ہے اور عورت کی دبر مقصود علیہ نہیں نہ ہی لواطت مقصود ہے ان کی تخلیق سے۔ اور اگر قتل والی حد متعین نہ ہو تو کم از کم تعزیری کارروائی تو لازما ہونی چاہئے اور بالفرض یہ دونوں نہ بھی ہوں مگر اس کا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو مباح ٹھہرا لیا جائے۔ العیاذ باللہ۔

تنبیہہ نبیہ

اور یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ منکوحہ عورتوں کے ساتھ لواطت کے جواز کی تخصیص بھی صرف بعض شیعہ کا نظریہ ہے ورنہ بعض نے مطلقاً یہ فعل جائز اور مباح قرار دیا ہے جیسے کہ محمد بن نصیر النمیری اور محمد بن بشیر کا قول قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ مردوں کی مردوں کے ساتھ لواطت جائز ہے کیونکہ مفعول کے لئے اس میں تواضع' کسر نفسی اور عجز و انکسار ہے اور اظہار تذلل و مسکنت جو کہ روح عبودیت ہے اور فاعل کے لئے اس میں عظیم تر لذت کا سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایسی چیزوں کا منع کرنا اور انہیں حرام ٹھہرانا درایت اور قیاس عقل کے خلاف ہے اور درایت کا روایت سے اور عقل کا نقل سے مقدم ہونا شیعہ کا مسلم قاعدہ ہے لہٰذا اس کا جواز ان کے نزدیک قطعیات کے ضمن میں آ گیا اور عدم جواز ظنی اور قابل تاویل ہو گیا

اسی لئے محمد بن نصیر نمیری علانیہ لواطت کراتا تھا اور ملامت کرنے والوں کو کہتا تھا۔ ان ھذا من اللذات و ھو من التواضع للہ و ترک التجبر۔

(احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۴۷۵)

یہ فعل پسندیدہ لذات میں سے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری ہے اور سرکشی اور تکبر کا توڑ۔

اور یہ محمد بن نصیر نمیری اپنے آپ کو حضرت امام ابو الحسن علی بن محمد کے مقربان خاص میں داخل کیے ہوئے تھا اور دوسری طرف اس بے دینی کا عملی طور بھی اور زبانی بھی پرچار کیا کرتا تھا جس سے صاف ظاہر کہ اس تقرب سے ان لوگوں کا مقصد وحید یہی تھا کہ لوگوں کو دھوکہ دیا جائے اور اس تقرب کیوجہ سے ان کو باور کرایا جائے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ صرف اور صرف اہل بیت کرام کا مذہب ہے۔ حاشا و کلا وہ حضرات یقیناً ان آلائشوں سے بالکل پاک منزہ تھے اور ایسے لغو اور بیہودہ اقوال سے بری اور بیزار تھے۔

الغرض

ان مسائل میں تعصب و عناد سے بالا تر ہو کر اور اخلاص و انصاف کے ساتھ غور و فکر کرنے سے "کلمۃ التقدیم" میں عرض کردہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اس مذہب کے بانیوں کا بنیادی اور اساسی مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اہل اسلام و ایمان سے ان کی دولت اسلام اور نعمت ایمان سلب کر لی جائے اور انہیں شہوات اور خواہشات نفس اور سفلی جذبات کا مجسمہ بنا دیا جائے اور وہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں۔ حقیقت میں

مجوسی ' یہودی اور عیسائی ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بھائیوں کو ان کے شر سے محفوظ و مصئون فرمائے اور دل و جان سے مذہب اسلام پر کاربند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

خادم اسلام و اہل اسلام

ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی

بسم الله الرحمن الرحیم

دور حاضر میں آج ہر طرف مادہ پرستی' خود غرضی' لہو ولعب اور نفسا نفسی کا راج ہے۔ ایسے میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ' قرآن وحدیث کی تعلیمات کے فروغ اور انفرادی واجتماعی سطح پر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے دینی مدارس وجامعات کا کردار روز روشن کی طرح عیاں ہے یہ ادارے اصل میں سرکار مدینہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی دور میں دین کے فہم وادراک میں شب وروز مصروف رہنے والے فاقہ کش وقناعت پسند اصحاب صفہ کا تسلسل ہے۔ جامعہ قادریہ رضویہ (ٹرسٹ) بھی انہی میں سے ایک اہم ادارہ ہے۔ جو قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی ترویج واشاعت کیلئے بھرپور انداز میں مصروف عمل ہیں۔

بنیاد : جامعہ کی بنیاد 1963 میں حضرت شہید اہلسنت نائب محدث اعظم پاکستان مولانا علامہ الحاج ابوالشاہ محمد عبدالقادر قادری رضوی اور حضرت معین الملت رفیق شہید اہلسنت مولانا ابوالمعالی علامہ محمد معین الدین قادری رضوی نوری نے رکھی۔

کیمپس: جامعہ کا پرسکون اور خوبصورت کیمپس فیصل آباد کے شہر کے تقریبا مرکزی علاقہ میں پنجاب میڈیکل کالج 'الائیڈ ہسپتال اور زرعی یونیورسٹی کے قریب لاہور 'اسلام آباد اور سرگودھا کو جانے والی شاہراہ کے سنگم پر بارونق اور مصروف ترین علاقہ میں واقع ہے یہ کیمپس تقریبا 9 کنال اراضی پر محیط ہے اس میں (انتظامی بلاک Administrative Block/) آکیڈمک بلاک (شعبہ تدریس) ہوسٹل' میس 'خوبصورت جدید مسجد' وسیع لان' لائبریری' کمپیوٹر سنٹر اور طالبات کے تدریسی بلاک پر مشتمل ہے۔ حضرت شہید اہلسنت علامہ عبدالقادر اور حضرت علامہ معین الدین قادری کے مزارات بھی مسجد سے متصل واقع ہیں۔

شعبہ علوم اسلامیہ :اس شعبہ میں دین حق کی تعلیم کے فروغ کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ' تدریسی تجربہ کے حامل اور جید علماء کرام کا بطور اساتذہ انتخاب کیا گیا ہے۔ اس جامعہ میں اچھے استاد کی تلاش سب سے مقدم فریضہ سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اساتذہ اپنے فن اور تدریسی تجربہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔

شعبہ علوم اسلامیہ میں طلباء کو مکمل آٹھ سالہ درس نظامی کا کورس کروایا جاتا ہے۔ فارغ التحصیل ہونے والا ایم - اے کی ڈگری کے مساوی سمجھا جاتا ہے دوران تعلیم تنظیم المدارس کے تحت' عامہ' خاصہ' عالیہ اور عالمیہ کے امتحانات دلوائے جاتے ہیں۔ جبکہ فائنل ڈگری بھی تنظیم المدارس کا امتحان پاس کرنے کے بعد جاری ہوتی ہے۔

شعبہ تحفیظ القرآن(Institute Of Tahfeez Ul Quran)

اس شعبہ میں سات اساتذہ تعلیمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جنکی شب وروز کی محنت سے ہر سال متعدد حفاظ کرام فارغ التحصیل ہو کر خدمت دین میں سرگرم عمل ہیں۔ اس شعبہ میں پرائمری پاس طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے اور 2 سے 3 سال کی قلیل مدت میں قرآن پاک حفظ کروایا جاتا ہے۔

شعبہ علوم عصریہ :(Faculty of Modern Studies)

نئے دور کا مقابلہ کرنے کے لئے جامعہ میں علوم عصریہ کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے اس شعبہ میں مختلف کلاسز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

المصطفائی ماڈل سکول : وہ طلباء اور طالبات جو قرآن پاک حفظ کر کے علوم اسلامیہ میں داخلے کے متمنی ہوں ان کو ایک سال میں چھٹی' ساتویں اور آٹھویں کلاسز کی تیاری کروا کر فیصل آباد بورڈ کا امتحان دلوایا جاتا ہے۔

انٹر میڈیٹ /گریجوایشن/اور پوسٹ گریجوایٹ کلاسز

علوم اسلامیہ کے پہلے دو سال میں طلباء میٹرک کا امتحان دیتے ہیں ان کے لئے اختیار ہے کہ آرٹس اور سائنس میں سے جس شعبہ کا انتخاب کرنا چاہیں کر سکتے ہیں علوم اسلامیہ کے اگلے دو سال کے دوران ایف۔ اے اور پھر بی۔ اے کی کلاسز کے امتحانات کی تیاری کروائی جاتی ہے آخری دو سال (دورہ حدیث شریف) کے دوران پنجاب یونیورسٹی کے تحت ایم۔ اے کی تیاری کی خدمات بھی ادارہ انجام دے رہا ہے تاکہ طلباء دین اسلام کے ساتھ ساتھ دنیا کے علوم وفنون سے بھی آگاہ رہیں۔

شعبہ علوم جدیدہ:(Faculty of Computer Sciences)

جدید دور سے ہم آہنگ جامعہ میں کمپیوٹر کی تعلیم کا خصوصی انتظام کیا گیا ہے تاکہ طلباء عصر حاضر کے تقاضوں کو احسن طریقہ سے پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں اس شعبہ میں سوفٹ ویئر' ہارڈ ویئر' شارٹ اور لونگ پروفیشنل کورسز' انٹرنیٹ' ای کامرس وغیرہ پر مشتمل کورسز ماہر کمپیوٹر اساتذہ کی زیر نگرانی ہوتے ہیں جن میں جامعہ کے طلباء کے رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترجیحا داخلہ دیا جاتا ہے۔

شعبہ تعلیم نسواں : بچیوں کو قرآن وحدیث کی تعلیمات سے روشناس کرانا جدید اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اہم کڑی ہے۔ ایک اچھی ماں ہی ایک مثالی اسلامی

معاشرے کو جنم دے سکتی ہے۔اس ضرورت کے پیش نظر ''جامعۃ البنات'' کی بنیاد ۱۹۸۷ء میں رکھی گئی اس وقت 300 سے زائد طالبات زیر تعلیم ہیں اور سینکڑوں طالبات فارغ التحصیل ہو کر ملک اور بیرون ملک خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔

''جامعۃ البنات'' میں اس وقت 10 معلمات کی خدمات حاصل کی گئی ہیں یہاں پر طالبات کو حفظ القرآن اور درس نظامی کے کورسز کا بھی خاطر خواہ انتظام موجود ہے ہر سال طالبات کے لئے عامہ' خاصہ' عالیہ اور عالمیہ کے امتحانات منعقد کئے جاتے ہیں۔طالبات کے لیے میٹرک' ایف۔اے' بی۔اے اور ایم۔اے کی کلاسز کے علاوہ کمپیوٹر کی تعلیم کا بہترین انتظام ہے۔''جامعۃ البنات'' کی پندرہ سے زائد شاخیں اندرون اور بیرون شہر دن رات خدمت دین میں مصروف عمل ہیں جہاں 3000 سے زائد طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

نصاب: الحمدللہ جامعہ قادریہ رضویہ کا نصاب تعلیم مرتب کرتے وقت اس بات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے کہ جامعہ سے فارغ ہونے والے طلباء میں وہ صلاحتیں بیدار ہو سکیں جو ہمارے اسلاف کا خاصہ تھیں۔

امتحانات: بورڈز یونیورسٹیز اور تنظیم المدارس کے سالانہ امتحانات کے علاوہ جامعہ میں ہر شعبہ کے ششماہی اور نوماہی امتحانات کا باقاعدہ انعقاد کیا جاتا ہے اور وقتاً فوقتاً ہفتہ وار' ماہوار ٹیسٹ بھی لئے جاتے ہیں جنکی رپورٹ والدین کو بھجوائی جاتی ہے۔

طلباء کا داخلہ: شعبہ علوم اسلامیہ میں مڈل پاس طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے۔جبکہ شعبہ حفظ کے لئے پانچویں جماعت پاس ہونا ضروری ہے۔

دارالافتاء: مختلف فقہی اور دوسرے مسائل کے حل کے لئے جامعہ میں دارالافتاء بھی موجود ہے۔اندرون شہر مقامی اور بیرونی احباب اپنے پیچیدہ مسائل کے جوابات کیلئے بالمشافہ اور بذریعہ ڈاک دارالافتاء میں موجود مفتی صاحب سے رابطہ کرتے ہیں۔

لائبریری: جامعہ میں طلباء کے مطالعہ کیلئے ایک وسیع لائبریری موجود ہے جس میں قرآن وحدیث' تفسیر' سیرت' فقہ' تاریخ اور مختلف علوم وفنون پر مشتمل حوالہ جاتی اور نصابی کتب کا وسیع ذخیرہ موجود ہے جامعہ میں طلباء کو فارغ اوقات میں مطالعہ کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ضرورت کے پیش نظر طلباء کو کتب بھی فراہم کی جاتی ہیں۔

مکتبہ جمعیت فیض رضا: دینی کتب کی ترویج واشاعت کیلئے جامعہ کے طلباء کی طرف سے ایک مثالی مکتبہ قائم کیا گیا ہے جس میں طلباء اپنی طرف سے ماہانہ چندہ جمع کر کے کتب شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔اب تک کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔اور متعدد کتب اشاعت کے لئے زیر طبع ہیں۔اس کے علاوہ انگریزی اور اردو کا سہ ماہی مجلہ ''اہلسنۃ'' کے نام سے جاری کیا گیا ہے۔

مسجد طیبہ: مسجد طیبہ کے نام سے جامعہ کے اندر ایک خوبصورت جامع مسجد موجود ہے جو زیر تکمیل ہے یہ مسجد انشاءاللہ جدید فن تعمیر اور روائتی اسلامی فن تعمیر کا حسین امتزاج ہو گی۔اس عالی شان مسجد میں بیک وقت تقریباً تین ہزار افراد کے نماز پڑھنے کی گنجائش موجود ہے۔

قیام و طعام: جدید تقاضوں کے پیش نظر دومنزلہ خوبصورت ہاسٹل طلباء کی رہائش کیلئے ہے جو کہ مختلف بلاکوں میں منقسم ہے۔ان میں ''محدث اعظم بلاک'' ''شہید اہلسنت بلاک'' اور ''معین ملت بلاک'' سرفہرست ہیں۔اور اپنی بناوٹ اور سجاوٹ کے اعتبار سے امتیاز کے حامل ہیں۔ہر کمرہ میں اوسطاً پانچ طلباء مقیم ہیں جامعہ کی طرف سے رہائش پذیر طلباء کیلئے کھانے کا بہترین انتظام کیا جاتا ہے طلباء کے کھانے اور جملہ اخراجات ادارہ برداشت کرتا ہے۔

میڈیکل کی سہولت:

طلباء کو فوری طبی امداد کی سہولت فراہم کرنے کیلئے فری ڈسپنسری کا انتظام کیا گیا ہے اور وقتاً فوقتاً مختلف اسپیشلسٹ ڈاکٹرز کی خدمات بھی حاصل کی جاتی ہیں۔

کھیلیں: طلباء میں تندرستی اور چستی پیدا کرنے کیلئے مختلف کھیلوں کے مقابلے بھی منعقد کئے جاتے ہیں جامعہ کی طرف سے طلباء کو کھیلوں کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔

جمعیت فیض رضاء: ہم نصابی سرگرمیوں کے فروغ کیلئے طلباء کی اپنی نمائندہ جماعت ''جمعیت فیض رضاء'' قائم کی گئی ہے جو طلباء کیلئے ہفتہ وار بزم ادب کے علاوہ وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے پروگرام اور مقابلے کے پروگرام منعقد کرتی ہے۔

الغرض اس جدید دور کے مقابلے کیلئے اور کفار کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملانے کیلئے آہنی ارادوں کے ساتھ خدمت دین اسلام میں مصروف عمل ہے اور یہ عزم صمیم کئے ہوئے ہے کہ شرق وغرب میں خدا اور اسکے رسول ﷺ کے غلام اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلام کا بول بالا کرنے میں پیچھے نہیں رہیں گے اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے حبیب مصطفی کریم ﷺ کے صدقے جامعہ کی انتظامیہ اور اس کے ٹرسٹیز اور معاونین کی جدوجہد کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔(آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)